سلسلہ ادراک وقتل دجال باب لد سے حصہ سوم

دجال، فتنہ دجال یاجوج اور ماجوج

دنیا کے تمام ادیان، مذاہب، فرقوں، گروہوں، تنظیموں، جماعتوں وغیرہ کی جڑیں کاٹ کر رکھ دینے والی، علماء کے نام پر نبوت کے دعویداروں، اللہ کی طرف دعوت کے لبادے میں جہنم کی طرف دعوت دینے والوں کا دجل چاک کر دینے والی کتاب۔ اس کے علاوہ ایسے ایسے حقائق وانکشافات جو دہلا کر رکھ دیں۔ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی تصدیق۔

تالیف: ابو مصعب الخراسانی الشامی

شائع کردہ: ادارہ نشرو اشاعت الانفال میڈیا سنٹر الخلافہ الاسلامیہ

دجال، فتنہ دجال یاجوج اور ماجوج

ضروری اعلان۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

کتاب کا دنیاوی نفع کے حصول کے لیے اور کسی بھی منفی مقصد کے حصول کی خاطر کسی قسم کے استعمال کی اجازت نہیں خلاف ورزی کرنے والے سے ہم مکمل برأت کا اظہار کرتے ہیں اور معاملہ اللہ سبحان وتعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ البتہ خالص اللہ کی رضا کے حصول اور دنیا میں دین کے قیام کی خاطر کتاب کے ہر قسم کے مثبت مقاصد کی خاطر استعمال کی مکمل اجازت ہے۔ نیز اس کتاب سمیت ابومصعب الخراسانی الشامی کی تمام کتب کا کسی بھی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کی بھی مکمل اجازت ہے۔

سلسلہ ادراک و قتل دجال باب لد سے حصہ سوم

نام کتاب. ✍ دجال، فتنہ دجال، یاجوج اور ماجوج

مکمل کتاب. ✍ چھ حصے

اصل متن. ✍ اردو

ازقلم. ✍ ابو مصعب الخراسانی الشامی

پروف ریڈنگ و معاونین. ✍ [ابو ھابیل الخراسانی الشامی / ابو اُسامہ الخرسانی الشامی]

صفحات. ✍ ۲۲۲. ۳۶۴ سے ۵۸۴ تک

کمپوزنگ. ✍ عبد الرحمٰن الھندی

گرافکس ڈیزائیننگ. ✍ ابراھیم صدیق

ایڈیشن. ✍ اول، آن لائن

تعداد اشاعت. ✍ لاتعداد

تاریخ اشاعت. ✍ ۲۰ رجب ۱۴۳۷ ھجری/ 27 اپریل 2016 عیسوی

شائع کردہ. ✍ الانفال میڈیا سنٹر الخلافة الاسلامیة

ادارہ نشرو اشاعت" الانفال میڈیا سنٹر" الخلافة الاسلامیة علیٰ منہاج النبوۃ

رابطہ. بذریعہ ای میل

الانفال میڈیا سنٹر. alanfalmc@gmail.com

ابو مصعب الخراسانی الشامی. abumusabks@gmail.com

دجال، فتنہ دجال یاجوج اور ماجوج

الانفال

علیٰ منہاج النبوۃ

ادارہ نشرو اشاعت" الانفال میڈیا سنٹر" الخلافۃ الاسلامیۃ علیٰ منہاج النبوۃ

فہرست

مضامین | صفحہ

☆ باب دجال 369

☆ دجال قرآن کی روشنی میں 369

☆ احادیث کی روشنی میں دجّال کون ہے 422

☆ عربی اور دنیا کی باقی تمام زبانوں میں فرق 422

☆ دجّال کا پس منظر 429

☆ قرب قیامت نکلنے والا دجّال 436

☆ دجال اکبر 436

☆ دجال آحادیث کی روشنی میں 442

☆ دجال کا خروج 515

☆ دجال کا گدھا 532

☆ دجّال کی اتباع کرنے والے یہود کی حقیقت 548

☆ دجّال کے امام 551

☆ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہونا 555

☆ دجال کا مکہ میں داخل نہ ہو پانا 571

☆ مدینہ میں دجّال اور مسیح کا داخل نہ ہونے کی وجہ 580

ضروری نوٹ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مکمل کتاب ہزار سے زائد صفات پر مشتمل ہے لیکن ہم نے کتاب کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں پوری کتاب کی فہرست دی گئی ہے لیکن صفات کے نمبرز صرف پہلے حصے کے ہی دیئے گئے۔ اس کے علاوہ ہر حصے کے شروع میں حصہ اول کے برعکس وہی فہرست آئے گی جو اُس حصے میں موجود ہوگا۔ فہرست میں بنیادی مضامین کا ذکر کیا گیا ہے نہ کہ ان کی وضاحت میں آنے والے مضامین کا ذکر کیا گیا جس کی وجہ یہ ہے کہ اگر باریکی سے فہرست مرتب کی جاتی تو فہرست بہت لمبی ہو جاتی۔ اس لیے صرف بنیادی مضامین کے عنوانات کا ہی فہرست میں ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب کا شروع سے لے کر آخر تک یعنی تمام چھ حصوں کا آپس میں گہرا ربط ہے۔ کتاب کے شروع سے لیکر آخر تک اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ کہیں بھی ربط نہ ٹوٹے اس لیے جب تک شروع سے آخر تک مکمل کتاب نہیں پڑھی جائے گی تب تک بہت سی باتیں جو سمجھنا ضروری ہیں وہ سمجھ نہیں آئیں گی۔ اس لیے ہماری نصیحت یہی ہے کہ کتاب کو کہیں کہیں سے پڑھنے کی بجائے کم از کم ایک بار اول تا آخر ترتیب کیساتھ لازم پڑھا جائے تب ہی نہ صرف فائدہ ہوگا بلکہ بہت سے ایسے حقائق اور راز ہیں جن پر سے پردہ اٹھے گا۔ اور اس کے بعد ہی وقت کی نزاکت کا ادراک ہوگا کہ ہم کس وقت میں موجود ہے۔ ایک عظیم تباہی بلکل ہمارے سر پر آ چکی ہے اس سے کیسے بچا جا سکتا ہے تا کہ دنیا و آخرت میں فلاح پا سکیں۔ کتاب میں سورج کے مغرب سے طلوع ہونے جو کہ علامات ساعت کی سب سے پہلی علامت ہے سے لیکر آخری علامت پر اس طرح قرآن وسنت کی روشنی میں بات کی گئی ہے کہ کسی بھی موضوع کو سمجھنے میں رائی برابر بھی مشکل پیش نہیں آئے گی بشرطیکہ انسان اللہ سبحان وتعالیٰ کی عائد کردہ شرائط پر پورا اترے۔

دجّال

ما من نبی الا قد حذر أمته یعنی منه و انی احذر کموه. طبرانی

نہیں کوئی نبی مگر تحقیق ڈرایا اس نے اپنی امت کو یعنی اس (دجّال) سے اور میں ڈراتا تمہیں ہوں اسی طرح اس سے۔

ما بعث الله من نبی الا أنذر أمته الدجال. بخاری

نہیں بعث کیا اللہ نے کوئی نبی مگر اس نے ڈرایا اپنی امت کو دجّال سے۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو دجال سے نہ ڈریا ہو۔یعنی کہ تمام کے تمام انبیاء نے اپنی قوموں کو جس سے ڈرایا وہ دجال ہے۔

روایات میں دو الفاظ آئے ہیں ایک **"نذر"** اور دوسرا لفظ **" حذر"** آیا ہے۔ نذر کہتے ہیں ممکنہ خطرے سے آگاہ کرنے کو۔یعنی اگر آپ کوئی ایسا کام کر رہے ہوں جس سے آپ کی جان یا مال کو ممکنا خطرہ لاحق ہو یعنی اگر آپ وہ کام کرتے رہیں تو ضرور آپ کی جان و مال کا نقصان ہوگا ایسی صورت میں آپ کو پہلے ہی اس خطرے سے آگاہ کر دیا جائے کہ آپ وہ کام کرنا چھوڑ دیں ورنہ آپ کی جان و مال کا نقصان ہوگا۔ روایات کی اکثریت میں یہی لفظ آیا جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دجّال انسانوں کے اپنے کرتوتوں سے ہی خلق ہونے والی اشیاء کا نام ہے کہ انسان ان اشیاء کے دجّل کا

شکار ہو کر دنیا میں ہی مگن ہو کر نہ صرف آخرت کو بھول جائے گا بلکہ دنیا کی تباہی کا بھی باعث بنے گا۔
اور حذر کہتے ہیں ایسے خطرے سے ڈر کو جو سامنے موجود ہو۔اس کے برعکس خوف کہتے ہیں پوشیدہ خطرے سے لاحق ہونے والے ڈر کو۔
روایات میں یہ نقطہ بہت ہی قابل غور ہے۔اور اسے ہم قرآن سے بھی سمجھ سکتے ہیں۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ . البقرة ١٩

یا جیسے گہرے بادلوں کا طوفان آئے آسمان سے اس میں ہوں اندھیرے اور روز دار گرج اور چمکتی بجلی، کر لیتے ہیں اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں اس کڑکے سے موت کے ڈر سے۔

اس آیت میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ حذر کہتے ہیں ایسے ڈر کو جو خطرہ آنکھوں کے سامنے ہو۔ جیسے آپ کے سامنے سانپ آ جائے تو اس سے پیدا ہونے والا ڈر عربی میں حذر کہلائے گا۔
یعنی تمام انبیاء نے جب اپنی قوموں کو دجّال سے ڈرایا تو اس وقت دجّال ان کے سامنے موجود تھا،اس وقت دجّال موجود تھا۔
اور پھر جب وہ نہیں ڈرے تو ان کا جو انجام ہوا وہ بھی دجّال ہی کے سبب ہوا۔

ہم اس کو قرآن میں غور و فکر کر کے جانیں گے یعنی قرآن سے اس سوال کا جواب حاصل کریں گے کہ وہ کون سی ایسی شئے ہے یا وہ کیا تھا جس سے تمام کے تمام انبیاء نے اپنی قوموں کو ڈرایا۔پھر جو قومیں تو ڈر گئیں اور اس پر ایمان لانے کی بجائے اللہ کو اپنا رب بنایا تو وہ بچ گئیں اور جنہوں نے توبہ نہ کی اور اپنی اسی روش پر قائم رہتے ہوئے دجال کو اپنا ربّ بنائے رکھا تو ان کا انجام کیا ہوا۔
جب ان سوالات کے جوابات ہم قرآن سے حاصل کریں گے تو ان شاء اللہ ہم پر نہ صرف دجال کی حقیقت کھل کر واضع ہو جائے گی بلکہ ہمیں اس سوال کا جواب بھی مل جائے گا کہ جس کو محمد رسول اللہ ﷺ نے دجال کہا آیا اس کا ذکر قرآن میں ہے

یانہیں اگراس کا ذکرقرآن میں کیا گیا تو کن الفاظ میں کیا گیا۔

اِنَّآ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡکَ کَمَآ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ. النساء ۱۶۳

اس میں کچھ شک نہیں ہم نے وحی کی تیری طرف جس طرح ہم نے وحی کی نوح کی طرف اور جتنے بھی نبی اس کے بعد ہوئے ان کی طرف۔

بلکل یہی بات محمد رسول اللہ ﷺ نے کی۔کئی روایات میں رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ نوح علیہ السلام اوران کے بعد کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو دجّال سے نہ ڈرایا ہو۔یعنی یوں سمجھئے کہ قرآن کی یہ آیت اور محمد رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ ایک ہی ہے۔ان کا پس منظر،ان کا بیان ایک ہی ہے۔ایک ہی بات ہے جو اللہ کے نبی اور قرآن کے الفاظ میں مل رہی ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف کیا وحی کی اور نوح علیہ السلام اوران کے بعد جتنے بھی انبیاء تھے ان کی طرف کیا وحی کی اللہ سبحان وتعالیٰ نے۔ اس وحی کو سمجھنے کے لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم کسی بھی ایک نبی کی طرف کی گئی وحی کے بارے میں جان لیں تب ہم پر واضع ہو جائے گا کہ تمام کے تمام انبیاء کی طرف یہی وحی کی گئی۔اسے ہم کسی اور نبی کی طرف کی گئی وحی کو جاننے کی بجائے ہم قرآن سے یہ جانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف کیا وحی کی گئی اور پھر اس وحی کا موازنہ باقی انبیاء کیساتھ کریں گے تا کہ ہم وہ مشترک شئے جان سکیں جس کے بارے میں تمام کے تمام انبیاء نے اپنی قوموں کو ڈرایا۔

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا ؕ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ. فاطر ۲۴

اس میں کچھ شک نہیں بھیجا ہم نے تجھے حق کیساتھ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا،اور نہیں اُمتوں میں سے کوئی بھی مگر ان میں ڈرانے والا گزر چکا۔

وَاِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ کَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۚ جَآءَتۡہُمۡ رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ

وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ. فاطر ۲۵

اور اگر تکذیب کریں گے تیری پس تحقیق تکذیب کر چکے وہ جو ان سے قبل تھے، آئے ان کے پاس ان کے رسول بینات کیساتھ اور زبر کیساتھ اور ہر لحاظ سے روشن کر دینے والی کتاب کیساتھ

ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ. فاطر ۲۶

پھر پکڑا انہیں جنہوں نے کفر کیا پس کیسا تھا ان کا تکذیب کرنے کا انجام

یہ آیات ایسی ہیں جو ہر رسول میں مشترک ہیں وہ کون سی شئے ہے جس سے تمام کے تمام انبیاء ڈراتے رہے اس کی وضاحت ان شاء اللہ آگے آئے گی اور پھر ان کی تکذیب کی جاتی رہی یعنی ان کے ڈرانے کو کوئی اہمیت نہ دی گئی اور ان کا انجام کیا ہوا سورۃ فاطر کی آیت ۲۶ میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس کی بھی وضاحت کر دی۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ. الانبیاء ۲۵

اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے قبل رسولوں میں سے مگر ہم نے وحی کیا اس کی طرف کہ بیشک نہیں کوئی بھی ایسی ذات جس کی غلامی کی جائے جس کی بات مانی جائے مگر میں پس میری ہی غلامی کرو۔

کیوں اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہر رسول کی طرف یہی وحی کی کہ کوئی بھی ایسی ذات نہیں جس کی غلامی کی جائے مگر اللہ۔ تو اس کا جواب اللہ سبحان وتعالیٰ نے اسی سورت میں اسی آیت سے پہلے ہی دے دیا۔ یعنی پہلے وہ وجہ کھول کر بیان کر دی اس کے بعد یہ حکم دیا۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ. الانبیاء ۲۲

اگر تھے ان میں (آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے میں) اللہ کے علاوہ اور الٰہ یعنی ایسی ذاتیں جن کی بات مانی جاتی، جن کی غلامی کی جاتی جن کے احکامات پر عمل کیا جاتا جن کی ہدایات پر عمل کیا جاتا تو فساد ہو جاتا یعنی نظام بگڑ جاتا آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب میں خرابیاں ہو جاتیں اور تباہیاں آتیں، ان میں نقص وعیوب اور خامیاں پیدا ہو جاتیں، سب کچھ درہم برہم ہو جاتا۔ پس پاک ہے اللہ عرش کا ربّ اس سے جو تم کرتے ہو۔

یعنی جو تم اللہ کے علاوہ اوروں کی غلامی کرتے ہو اوروں کی بات مانتے ہو کائنات میں جو کچھ بھی اللہ کی ہدایات کے خلاف کر رہے ہو، مخلوقات میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو وہ اس سے پاک ہے کیونکہ جب تم اس کے علاوہ اوروں کی غلامی کرتے ہو تو آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں تو اس کا حکم اللہ سبحان وتعالیٰ نے تمہیں نہیں دیا اس لیے اللہ سبحان ہے۔ اسی نے ان سب کو خلق کیا اس لیے صرف اور صرف اسی کو ہی علم ہے کہ یہ نظام کیسے ٹھیک چلے گا اسی کو تمام مخلوقات کی ضروریات کا علم ہے اس لیے وہی عرش کا ربّ یعنی آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کا نظام چلانے کے لیے قانون بنانے اور سب کو حکم دینے کا حق بھی صرف اور صرف اسی کو ہے۔

اللہ کے علاوہ اور الٰہ ہوتے تو کیوں فساد ہو جاتا؟

اس لیے کیونکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے سب کچھ حق کیساتھ خلق کیا ہے آیات آگے آئیں گی لیکن اس کی تفصیل کے ساتھ وضاحت پیچھے گزر چکی ہے۔

یہ واضع کرنے کے بعد اسی لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہر قوم کو اس کے نبیوں ورسولوں کے ذریعے یہی حکم دیا کہ صرف اور صرف اللہ کی غلامی کرو ورنہ فساد ہوگا ورنہ تباہی آئے گی لیکن انہوں نے ان کی تکذیب کی اور انجام سے دوچار ہوئے۔ تکذیب کی وجوہات کیا تھیں اور فساد کیسے ہوتا ہے یعنی کہ اللہ کی مخلوقات میں فساد ان میں چھیڑ چھاڑ سے ہوتا ہے اور چھیڑ چھاڑ اسی طرح سے ہو سکتی ہے جیسے اللہ نے قانون بنا دیا۔ تو پھر اگر اللہ کی مخلوقات میں چھیڑ چھاڑ کرنی ہے تو وہ ذرائع حاصل کرنا لازم ہو

جاتے ہیں جن سے اللہ کی مخلوقات میں چھیڑ چھاڑ کی جا سکے یعنی ٹیکنالوجی۔اسی سے تمام انبیاء نے ڈرایا۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے کیوں صرف اور صرف اپنی غلامی کا حکم دیا اور کیسے اللہ کے علاوہ یا اللہ کی ہدایات کے خلاف عمل کرنے سے آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں فساد ہوتا ہے اس کا جواب قرآن درج ذیل آیات کی صورت میں دیتا ہے۔یہی وہ دعوت تھی جو تمام کے تمام انبیاء ورسولوں نے اپنی قوموں کو دی اور جس سے ڈرایا اور اس ڈرانے کا نتیجہ کیا نکلا یہاں سے اس کی تفصیل کے ساتھ وضاحت شروع ہوتی۔

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ . الانعام ۷۳

اور وہی ہے جس نے خلق کیا آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ . ابراھیم ۱۹

کیا نہیں دیکھا کہ اللہ نے خلق کیا آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ . الحجر ۸۵

اور نہیں خلق کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق کیساتھ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ . النحل ۳

خلق کیا آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ. العنکبوت ۴۴

خلق کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ

مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَابَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ. الروم ٨

نہیں خلق کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو بھی ان کے درمیان ہے مگر حق کیساتھ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ . الزمر ٥

خلق کیا آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ

مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ . الدخان ٣٩

نہیں خلق کیا ہم نے انہیں (آسمانوں اور زمینوں کو) مگر حق کیساتھ

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ .الجاثیه ٢٢

اور خلق کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ . الاحقاف ٣

نہیں خلق کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو بھی ان کے درمیان ہے مگر حق کیساتھ

ان آیات کی تفصیل پیچھے گزر چکی۔حق کیساتھ خلق کرنے کا مطلب ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے سب کو ان کے مقام پر رکھ کر اس مقصد کو پورا کرنے پر لگا دیا جس کے لیے انہیں خلق کیا گیا۔جب تک تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اس مقصد

کو پورا کرتی رہیں گی تب تک آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب ٹھیک رہے گا۔لیکن اگر کسی بھی مخلوق نے کوئی کمی کوتاہی کی تو نظام بگڑ جائے گا جس سے خرابیاں اور تباہیاں آئیں گی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ کی پوری کائنات کی مثال ایک گاڑی یا اس کے انجن کی طرح ہے جیسے ہر پرزہ اپنا کام کرے گا تو اس سے متعلقہ دوسرا پرزہ کام کر پائے گا اور پورا انجن ٹھیک رہے گا بلکل ایسے ہی اللہ سبحان وتعالیٰ کی پوری کائنات اور اس میں تمام مخلوقات کی مثال ہے۔تمام کی تمام مخلوقات اللہ سبحان وتعالیٰ کی غلام ہیں سب نے خود کو اللہ کے حوالے کیا ہوا ہے سوائے جنوں اور انسانوں کے۔جنوں اور انسانوں کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے اختیار دیا ہوا ہے اس لیے اگر کوئی خرابی، نقص یا تباہی آئے گی تو انہی کی وجہ سے آئے گی اس کی ذمہ داری انہی دو مخلوقات پر عائد ہوگی۔

یہاں نبی اور رسول کے فرق کی وضاحت کیلئے صرف موضوع کیمطابق مختصر بات کی جائے گی باقی اس موضوع پر الگ سے تفصیل کیساتھ بات کی جائے گی۔

یہی تمام کے تمام نبیوں و رسولوں نے کہا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے انہیں حق کیساتھ خلق کیا۔ یہاں ایک بات سمجھنا بہت ضروری ہے وہ یہ کہ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے رسول اور نبی کے دو مختلف الفاظ استعمال کیے۔ان میں غور نہیں کیا جاتا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ کی ان دو مختلف الفاظ کے استعمال میں حکمت کیا ہے۔اللہ سبحان وتعالیٰ نے اگر یہ دو مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں تو ضرور ان میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے کیونکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن کو الحکیم بھی کہا ہے اس لیے ایسا ممکن ہی نہیں کہ ان دو مختلف الفاظ کے استعمال میں کوئی حکمت پوشیدہ نہ ہو۔ان شاء اللہ جب ہم اسے سمجھیں گے تو ہم پر بہت ہی اہم حقائق سے پردہ اٹھے گا۔

نبی اور رسول میں فرق کو جاننے کے لیے ہم ایک مثال کا سہارا لیں گے لیکن اس سے پہلے جو بات ذہن میں ہونی چاہیے وہ یہ کہ ہر نبی رسول ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر رسول نبی بھی ہو۔ رسول نبی ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔بہر حال اس کی وضاحت ان شاء اللہ آگے آجائے گی۔

مثال کے طور پر آپ نے ایک گاڑی بنائی اور اسے کسی کے حوالے کر دیا کہ وہ اس کو آپ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق استعمال کیساتھ ساتھ اس کی مکمل دیکھ بھال کرے۔ اب وہ شخص آپ سے گاڑی لے کر استعمال کرتا ہے لیکن آپ کی دی ہوئی ہدایات پر مکمل طور پر عمل کرنے کی بجائے کہیں نہ کہیں کوتاہی ولا پرواہی کر دیتا ہے جس کی وجہ سے ایک وقت ایسا آتا ہے کہ گاڑی میں کوئی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔اب آپ گاڑی میں پیدا ہونے والی خرابی کو دور کرنے کا طریقہ بتانے اور اس کے بعد گاڑی کے استعمال اور دیکھ بھال کی ہدایات کے لیے کسی کو اس کی طرف بھیجتے ہیں تا کہ اسے آگاہ کر دیا جائے کہ ایک تو گاڑی کی اصلاح یعنی اس میں پیدا ہونے والی خرابی کو دور کیسے کیا جا سکتا ہے اور دوسرا اب یہ گاڑی پہلی ہدایات کے مطابق استعمال

کی متحمل نہیں کیونکہ اب یہ نئی نہیں بلکہ خرابی کے بعد اصلاح شدہ ہے اس لیے اب ہدایات میں کچھ مزید اضافہ یا کمی کی جائے گی پھر ان ہدایات کے مطابق ہی گاڑی کو استعمال کیا جا سکے گا۔ اس مقصد کے لیے آپ نے جس کو ان ہدایات کے ساتھ بھیجا وہ نبی کہلائے گا۔ نبی نبا سے ہے جس کے معنی خبر دینے والا۔ جو آئندہ گاڑی کو ٹھیک رکھنے، اس کی دیکھ بھال وغیرہ کی خبر دے گا وہ نبی کہلائے گا۔

پھر اگر لاپرواہی و کوتاہی سے گاڑی میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو اس کو دور کرنے اور آئندہ کے لیے گاڑی کے استعمال کی ہدایات سے آگاہ کرنے کے لیے پھر جس کو بھیجا جائے گا وہ نبی کہلائے گا۔ اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہے گا یہاں تک کہ وہ شخص خالق کی ہدایات کو مکمل طور پر نظر انداز کر کے گاڑی کو اپنی مرضی کیمطابق استعمال کرنا شروع کر دے۔ وہ خالق کی بلکل بھی پرواہ نہ کرے۔ جب ایسا ہوگا تو گاڑی میں پیدا ہونے والی خرابیاں بڑھتی چلی جائیں گی حتیٰ کہ ایسی نوبت آجائے گی کہ گاڑی مکمل طور پر تباہی کے دہانے پر آکھڑی ہوگی۔ جب ایسا وقت آجائے تو آخری تنبیہ کے طور پر حجت پوری کرنے کے لیے کسی کو اس کی طرف بھیجا جائے گا تا کہ اس پر حق کھول کر واضع کر دیا جائے کہ تم نے جو خالق کو جو یکسر نظر انداز کر دیا اور گاڑی میں اپنی من مانیاں کر رہے ہو جس کی وجہ سے گاڑی تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے خواہ تمہیں اس کی خبر نہ ہو۔ تمہارے پاس آخری موقع ہے کہ توبہ کرو یعنی اپنی من مانیاں چھوڑ کر مکمل طور پر خود کو خالق کے حوالے کر دو، جیسا خالق کہتا ہے بلکل ویسا ہی کرو تو گاڑی تباہی سے بچ پائے گی ورنہ وہ عنقریب تباہ ہو جائے گی اور تم بھی اس تباہی کا شکار ہو کر نشان عبرت بن جاؤ گے۔ اگر تو وہ شخص توبہ کر کے خالق کی طرف رجوع کرے گا تو گاڑی کی دوبارہ اصلاح کی جا سکے گی خالق کی ہدایات کے مطابق جو اس وقت کا تقاضہ تھا اور اگر وہ شخص اپنی اسی روش پر قائم رہے گا تو گاڑی مکمل تباہ ہو جائے گی اور اسے خالق کے سامنے اس کی جوابدہی اور سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب ایسا موقع آجاتا ہے کہ آخری تنبیہ کے طور پر حجت پوری کرنے کے لیے جسے بھیجا جاتا ہے وہ رسول کہلاتا ہے۔ اور ضروری نہیں کہ یہ مجموعی سطح پر ہو بلکہ یہ فرد واحد سے لیکر اجتماعی سطح تک ہوتا ہے۔

اب رسول جو پیغام لیکر آئے گا وہ براہ راست خالق کی طرف سے نہیں لیکر آئے گا بلکہ رسول وہ پیغام لیکر آئے گا جو اس وقت کا نبی لایا ہوتا ہے۔ رسول کے معنی اردو میں پیغامبر یعنی جسے ہم ڈاکیا کہتے ہیں ہوتا ہے جس کا کام صرف کسی کا پیغام آگے پہنچانا ہوتا ہے۔

لیکن اگر اس وقت کا تقاضہ یہ ہو کہ پہلی ہدایات نا قابل فائدہ ہو جائیں یا ان میں کوئی تبدیلی، کمی یا زیادتی کرنا ناگزیر ہو تو وہ نئی ہدایات لیکر آنے والا نبی ہوگا اور وہ رسول بھی ہوگا۔

الحمدللہ ہم نے مثال کے ذریعے نبی اور رسول میں فرق کو سمجھا۔ ہر نبی رسول تو ہوتا ہے اس وقت کے تقاضے کے مطابق لیکن ہر

رسول نبی ہو یہ ضروری نہیں۔ کیونکہ نبی بھیجنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اب پچھلی ہدایات کہ مطابق کام نہیں چلے گا اب مزید ہدایات یا پہلی ہدایات میں ردوبدل کی ضرورت ہے۔ ان نئی ہدایات کی مخلوق کو خبر دینے کے لیے جسے بھیجا جائے گا وہ نبی کہلائے گا جس کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ رکھا۔ یعنی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ کہ ایک خاص طریقہ ہے جس کے ساتھ وہ منتخب غلام شخصیت کو دین یعنی دنیا میں زندگی گزارنے کے طریقے میں ردوبدل کے لیے ہدایات سے آگاہ کرتا ہے۔ اور رسول کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ نبی کے ذریعے بھیجی ہوئی ہدایات ہی کو آگے مخلوق تک پہنچائے۔ یعنی نبی جو خبریں لایا انہیں آگے دوسروں تک پہنچانے والا رسول کہلائے گا۔

البتہ اگر وقت کا تقاضہ ایسا ہو کہ تباہی سر پر آموجود ہو اور اسے ٹالنے کے لیے پچھلے نبی کے ذریعے بھیجی ہوئی ہدایات ناقابل عمل ہو چکی ہوں یعنی اب صرف اور صرف نئی ہدایات کے مطابق ہی خرابیوں کو دور کیا جا سکتا ہے اصلاح کی جا سکتی ہے تو نبی اور رسول دونوں کو بیک وقت بھیجا جائے گا۔ تاکہ وہ نبی ہونے کے ناطے دین میں جو تبدیلی ردوبدل درکار ہے اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے حاصل کر کے اس کی خبر دے اور رسول ہونے کے ناطے آخری تنبیہ کے طور پر حجت پوری کر دے کہ اگر انہوں نے اپنی اسی روش کو قائم رکھا تو عنقریب تباہی آنے ہی والی ہے جس میں وہ سب ہلاک ہوں گے اور آخرت میں بھی شدید عذاب سے دوچار کیے جائیں گے۔

بلکل واضع اور مختصر یہ ہے کہ جو اللہ کی طرف سے خبر لے کر آئے وہ نبی کہلائے گا اور جو اس خبر کو آگے کسی بھی دوسرے تک پہنچائے گا جس کو پہنچائے گا وہ اس کے لیے اللہ کا اور اس کے نبی کا رسول کہلائے گا،

اس علم کی روشنی میں بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ نبی اور رسول دو الگ الگ سلسلے ہیں۔ نبی ہونے کے لیے نبوت ہوتی ہے لیکن رسول ہونے کے لیے نبوت لازم نہیں ہوتی۔ رسول، نبی کے لائے ہوئے دین کا پابند ہوتا ہے اور نبی ہی کے لائے ہوئے دین کی طرف دعوت کا پابند ہوتا ہے۔ لیکن نبی وہ ہوتا ہے جو دین لے کر آئے۔

اگر کوئی بھی انسان نبی کے لائے ہوئے دین کے علاوہ کسی اور طرف دعوت دے تو وہ عملاً نبی ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ مثلاً آج اگر کوئی انسان محمد رسول اللہ کی لائی ہوئی خبروں ''قرآن'' یعنی دین کو جان کر آگے دوسروں تک پہنچائے گا تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا رسول کہلائے گا اس کے ذریعے سے اللہ سبحان وتعالیٰ کسی کو ہدایت دیں گے یا حجت پوری کریں گے لیکن اگر کوئی شخص محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے قرآن کے برعکس کسی اور طرف دعوت دے گا خواہ وہ کسی بھی سطح پر ہو، وہ کھانا کھانے کا طریقہ ہو یا پینے کا، دوستی کا معیار یا دوشمنی کا، دنیا میں نظام کی بات ہو یا لباس پہننے کی، حتیٰ کہ کسی بھی سطح پر اگر کوئی اللہ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو ان کی سنت کے خلاف دعوت دے گا تو وہ نبوت کا اعلان کر رہا

ہوگا۔ جو بھی قرآن کے علاوہ یا قرآن کی اللہ کے نبی کی سنت کے خلاف دعوت دے گا تو وہ نبی ہونے کا دعویٰ کرنے والا ہو گا۔ جو بھی دین اسلام کو بدلے گا وہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوگا اور جو اس کی دعوت کو آگے پھیلائیں گے وہ اس کذاب نبی کے رسول کہلائیں گے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے ایک سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو وہ دین دیا یعنی وہ طریقہ بتایا جس پر عمل کر کے وہ مقصد حاصل کیا جا سکتا تھا جس مقصد کے حصول کے لیے ارض پر ایک محدود متعین مدت کے لیے بسایا گیا یعنی تزکیہ کرنے کے لیے۔ انسان اس طریقے پر قائم رہے پھر ایک وقت آیا جب انسانوں نے اس طریقے میں ملاوٹ کرنا شروع کی یعنی خالق و مالک کے علاوہ اوروں کی بھی غلامی کرنا شروع کر دی جس سے زمین میں فساد ہوا، زمین میں خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ جب ایسا ہوا تب اس سے آگے سابقہ طریقے یعنی دین پر عمل کر کے وہ مقصد حاصل کرنا ناممکن تھا جس کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایک یا ایک سے زائد انسانوں کا انتخاب کر کے انہیں اس دین یعنی طریقے میں جو ردوبدل درکار تھی اس سے آگاہ کر کے مبعوث کیا کہ آئندہ پہلے والے طریقے کی بجائے صرف اس نئے طریقے پر ہی عمل کر کے وہ مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ شخصیت نبی کہلائے۔ نبی نباء سے ہے جس کے معنی خبر کے ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ کا ایک خاص طریقہ ہے جس کے ذریعے اللہ سبحان وتعالیٰ وقت کے تقاضے کے مطابق ایک یا ایک سے زائد غلاموں کا انتخاب کر کے ان کے ذریعے انسانوں کو دین یعنی دنیا جس مقصد کے لیے بھیجا گیا اس مقصد کے حصول کے لیے طریقے کی خبر دیتے۔

پھر جب تک دنیا میں مزید فساد نہ کیا جاتا یعنی دنیا کے ایسے حالات نہ کر دیئے جاتے کہ پہلا طریقہ ناقابل فائدہ ہو جائے تب تک کوئی نیا نبی نہ بھیجا جاتا۔ یہ سلسلہ بتدریج اس وقت تک چلتا رہتا جب تک کہ دنیا میں انسان خالق کی ہدایات کو یکسر نظر انداز کر کے دنیا کو ایک بڑی تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کرتے یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ کی ہدایات کے خلاف عمل کرتے ہوئے زمین میں فساد کبیر برپا کر دیتے جس سے زمین میں اتنی خرابیاں ہو جاتیں کہ ایک بڑی تباہی سر پر آ جاتی تب اللہ سبحان وتعالیٰ حجت پوری کرنے کے لیے آخری تنبیہ کے طور پر وقت کے تقاضے کے مدنظر اگر تو پچھلے نبی کے ذریعے بھیجے گئے دین یعنی طریقے پر عمل کرنے سے اس تباہی سے بچا جا سکتا تو کسی بشر کو بھیجتے جو اتمام حجت کے لیے آخری تنبیہ کے طور پر نبی کی ہدایات کی طرف دعوت دیتا کہ اللہ کی طرف رجوع کر کے عنقریب آنے والی ہلاکت سے بچ سکتے ہو۔ یا پھر اگر نئی ہدایات کی ضرورت ہوتی تو ایک نبی مبعوث کرتے یعنی نبی ہونے کے ناطے اسے اس طریقے کیساتھ مبعوث کرتے اور ساتھ ہی اسے اس وقت کے انسانوں کے لیے آخری تنبیہ کے طور پر حجت پوری کرنے کے لیے رسول ہونے کے ناطے بھیجتے۔

یہی سلسلہ چلتا رہا بہت سے رسولوں کی تکذیب کی گئی یعنی ان کی دعوت پر ایمان لانے کی بجائے اپنی روش پر قائم رہے اور

اپنے ہاتھوں سے کیے فساد کے نتیجے میں ایک بڑی ہلاکت کا شکار ہوتے رہے اور بعض رسولوں پر ایمان لایا گیا اور قومیں تباہی سے بچ گئیں۔ یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ زمین میں فساد اور اصلاح کے کئی مراحل کے بعد زمین اس حد پر پہنچ گئی کہ اب اگر زمین میں فساد کیا جائے گا تو اس کے بعد وہ اصلاح کے قابل نہیں رہے گی یعنی مکمل تباہ ہو جائے گی یعنی اب ایک آخری طریقے کی ہی گنجائش رہ گئی ہے اب دنیا کہ جو حالات ہو چکے ہیں صرف ایک ہی طریقہ کارگر ہے اور اگر اس کے خلاف اعمال کیے گئے تو زمین آخری تباہی کا شکار ہو جائے گی اس لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایک آخری نبی محمد ﷺ کو مبعوث کیا نبی ہونے کے ناطے ان کے ذریعے انسانوں کو وہ طریقہ دیا جس پر عمل کر کے وہ اس مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں جس کے لیے ارض پر بھیجا گیا، جس کے ذریعے زمین پر اصلاح کی جا سکتی ہے اور ہو سکتی ہے۔ اور رسول ہونے کے ناطے انسانوں کو آخری تنبیہ بھی کر دی کہ اگر تم نے بھی سابقہ تکذیب کرنے والی قوموں کی روش اپنائی تو تمہارا انجام بھی یہی ہوگا۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا کیوں کہ زمین میں اب آخری موقعہ رہ گیا ہے فساد کا، آخری طریقہ ہے اس کے بعد زمین ہی تباہ ہو جائے گی تو کسی نئے طریقے کی ضرورت کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے اس لے اللہ سبحان وتعالیٰ نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا یعنی نئی طریقے یا پہلے طریقے میں ردوبدل کی اس کے بعد ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

اگر فساد کیا گیا تو زمین نا قابل استعمال ہو جائے گی یعنی اب مکمل تباہ ہو جائے گی اس لیے پھر کسی نئے طریقے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی جس وجہ سے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اب جو بھی بھیجے جائیں گے وہ رسول تو ہو سکتے ہیں یعنی وہ وہی دعوت آگے پہنچائیں گے جس کی خبر اللہ سبحان وتعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے دی لیکن نبی نہیں یعنی اس کے علاوہ کسی اور طریقے کی طرف دعوت نہیں دے سکتے یا اس میں کوئی ردوبدل نہیں کر سکتے۔

جو محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو آگے پہنچائیں گے بلکل اسی طرح جیسے محمد رسول اللہ ﷺ نے عملی طور پر کر کے دیکھا دیا تو وہ اللہ کے نبی محمد ﷺ کے رسول ہوں گے۔ وہ اسی طریقے یعنی دین کی طرف دعوت دینے کے پابند ہوں گے جو دین محمد رسول اللہ ﷺ لیکر آئے۔ اگر تو کوئی اسی دین کی طرف دعوت دے گا جیسا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے دی تو حق ادا ہوگا اور اگر کسی نے ایسے دین کی طرف دعوت دی جو محمد ﷺ کا لایا ہوا نہیں تو گویا کہ اس نے نبی ہونے کا دعویٰ و اعلان کیا۔ دین کہتے ہیں دنیا میں زندگی گزارنے کے طریقے کو۔ کہ جس طریقے سے زندگی گزارنے سے وہ مقصد پورا ہوگا جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ارض پر بھیجے گئے۔ اسی طرح جمہوریت ہو یا کیپٹل ازم، سوشل ازم ہو لبرل ازم یا دین میں ردوبدل جیسا کہ آج تمام کے تمام فرقے کر رہے ہیں اور اپنے اپنے فرقے کی طرف دعوت دے رہے ہیں یہ سب کے سب محمد نبی اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے مقابلے پر ادیان ہیں جس کسی نے ان کی طرف دعوت دی تو اس نے محمد رسول

اللہ ﷺ کی تکذیب کی اوران ادیان پر ایمان لایا اورانہیں ادیان کی دعوت دینے سے ان ادیان کے بانیوں کا رسول کہلائے گا جو کہ ابلیس کے نبی تھے یوں ایسا انسان رسول ابلیس کہلائے گا۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ. الانبیاء ۲۵

اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے قبل رسولوں میں سے مگر ہم نے وحی کیا اس کی طرف کہ بیشک نہیں کوئی بھی ایسی ذات جس کی غلامی کی جائے جس کی بات مانی جائے مگر میں پس میری ہی غلامی کرو۔

اب رسول کے فرق کو ضرور ذہن میں رکھنا ہوگا۔ کہ جہاں اللہ سبحان وتعالیٰ نے رسول بھیجنے کا ذکر کیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ فساد انتہا کو پہنچ چکا اب اتمام حجت کے لیے آخری تنبیہ کی جارہی ہے اگر رسول کی تکذیب کردی یعنی جو دعوت رسول لیکر آیا اگر اس پر ایمان نہ لائے تو انجام وہی ہوگا جو اس سے قبل رسولوں کی تکذیب کر چکے۔

رسول صرف اس موقہ پر بھیجا جاتا ہے جب یا تو انسان ہدایت پا کر دنیا و آخرت میں فلاح پا جاتا ہے یا پھر اس پر اتمام حجت ہو کر دنیا و آخرت میں اس پر اللہ کا عذاب حلال ہو جاتا ہے۔ خواہ ایسا نفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی سطح پر۔

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا. البقرۃ ۱۱۹

اس میں کچھ شک نہیں بھیجا تم کو ہم نے حق کیساتھ بشارت دینے کے لیے اور ڈرانے کے لیے۔

یہاں تم سے مراد محمد ﷺ قرآن کے نزول کے اعتبار سے تھے اس کے علاوہ یہاں ہر وہ مومن مراد ہے جس کے ذریعے اللہ سبحان وتعالیٰ باقی انسانوں تک یہ پیغام پہنچا رہے ہیں۔ اگر مجھ تک اللہ کا پیغام کسی کے ذریعے آتا ہے تو یہاں میرے نزدیک وہ شخصیت ہوگی۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ . الحج ۴۹

کہوائے انسانوں اس میں کچھ شک نہیں میں تم کو ڈرانے والا ہوں کھلم کھلا

کتاب میں پیچھے تفاصیل کیساتھ گزر چکا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے تمام کی تمام مخلوقات کو کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا ہے اور جس جس مقصد کے لیے خلق کیا اسے پورا کرنے کے لیے ہر ایک کو اس کے مقام پر رکھ دیا اس کی لائن پر لگا دیا۔ جس سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے میں ہر سطح پر میزان قائم کر دیا۔ جب تک تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کریں گی تب تک وہ میزان یعنی توازن قائم رہے گا اور کسی قسم کی کوئی خرابی نہیں ہوگی لیکن جیسے ہی کسی مخلوق نے اپنی ذمہ داری ترک کی تو فساد ہوگا اور اس سے میزان میں خسارہ ہوگا جس کا نتیجہ تباہی کی صورت میں نکلے گا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ کا قائم کیا ہوا میزان صرف اور صرف اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ صرف اور صرف اللہ کی غلامی کی جائے ورنہ فساد ہوگا اور تباہی آئے گی۔ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے سب کا سب اللہ کی آیات ہیں۔ اللہ کی آیات کا کفر نہیں کرنا۔ جیسا کہ آج کیا جا رہا ہے اور دنیا آخری اور بڑی تباہی کے دہانے پر آ چکی ہے۔ اس لیے میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں اگر تم نے خالق و مالک اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف رجوع نہ کیا تو عنقریب ایک بڑی ہلاکت کا شکار ہونے والے ہو۔ جس کی تفاصیل بھی کتاب میں جگہ جگہ موجود ہیں۔

میزان میں خسارہ کیسے ہوتا ہے، فساد کیسے ہوتا ہے اللہ کی آیات کی تکذیب کیسے ہوتی ہے اس کی تفصیل پیچھے بھی گزر چکی اور ان شاء اللہ آگے بھی گزشتہ کے علاوہ اس کی تفصیل آ جائے گی۔

یہ ڈرایا تھا رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو یعنی ہمیں۔ اور اللہ سبحان وتعالیٰ نے کہہ دیا کہ تمہاری طرف بھی اسی طرح وحی کی گئی جیسے تم سے قبل رسولوں کی طرف کی گئی۔

اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ . فاطر ۲۵

اور اگر تکذیب کریں گے تیری پس تحقیق تکذیب کر چکے وہ جو ان سے قبل تھے، آئے ان کے پاس ان کے رسول

بینات کیساتھ اور زبر کیساتھ اور ہر لحاظ سے روشن کر دینے والی کتاب کیساتھ

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ. ص ۱۲

تکذیب کر چکے ان سے قبل قوم نوح اور عاد اور فرعون اوتاد والا۔

وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ . ص ۱۳

اور ثمود اور قوم لوط اور اصحاب الایکہ، یہی تھے گروہوں والے

یہ تھے جو ہم سے پہلے اپنے رسولوں کی تکذیب کر چکے۔ان کی طرف بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایسے رسول بھیجے جنہوں نے سب کچھ کھول کھول کر بیان کر دیا۔ کہیں بھی کوئی رائی برابر شک نہیں چھوڑا۔ان کے اعمال کے سبب کائنات میں جو فساد ہو چکا تھا اور جو تباہی ان پر آنے والی تھی اس کو ہر لحاظ سے کھول کر بیان کر دیا اور انہوں نے رسولوں کی باتوں پر بلکل بھی توجہ نہ دی۔انہیں جھٹلا دیا اپنی انہی روشوں پر قائم رہے تو ان کا انجام کیا ہوا وہ بھی آج ہم پر اللہ سبحان وتعالیٰ نے واضع کر دیا۔اب ان شاءاللہ جب ہم ان قوموں کے بارے میں غور وفکر کر کے جانیں گے تو ہم پر کھل کر واضع ہو جائے گا کہ ان کے انبیاء نے انہیں کس شئے سے ڈرایا تھا اور وہ ڈرنے کی بجائے اپنی روش پر قائم رہے یہاں تک کہ رسول بھیج کر اتمام حجت اور عذاب کی نوبت آ گئی۔پھر جو شئے سامنے آئے گی جس سے ان قوموں کو ان کے انبیاء نے ڈرایا وہی دجّال تھا اور ہے۔دجّال ہی سب کی سب قوموں کی تباہی کا سبب بنا اور آج بھی دجّال کی وجہ سے ہی انسان ایک بڑی تباہ کن تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۫ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ. هود ۲۵

اور تحقیق کہ بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف، اس میں کچھ شک نہیں میں تمہارے لیے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ. ھود ۲۶

کہ نہ غلامی کرو مگر اللہ کی، اس میں کچھ شک نہیں مجھے خوف ہے تم پر عذاب یوم الیم کا۔

عذاب. کہتے ہیں ایسے اعمال کا انجام جن سے منع کیا گیا۔یعنی برے اعمال کی سزا۔

یومِ. یوم کہتے ہیں پیریڈ، مدت یا متعین وقت کو۔میم کے نیچے دو زیروں کے آنے سے پھیلاؤ آجاتا ہے۔یعنی ایک لمبے پیریڈ، مدت پر محیط وقت۔

الیم. کہتے ہیں غرق کرنے، انتہائی تباہی و بربادی سے دوچار کرنے کے۔جیسے پتھروں کی بارش، گندھک یعنی بارود کی بارش، جلانے اور اس جیسے سخت تکلیف سے دوچار کرنے والے عوامل کو، اس کے علاوہ پریشانی، بے چینی، بے سکونی، بے اطمینانی، طرح طرح کی تکالیف و بیماریوں وغیرہ میں ہر وقت مبتلا رہنے کو بھی الیم کہتے ہیں۔

قرآن نے نوح علیہ السلام کے حوالے سے بھی بلکل وہی الفاظ استعمال کیے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے استعمال کیے۔دونوں انبیاء و رسل کے حوالے سے بیان بلکل ایک جیسا ہے۔جیسے کہ کوئی ایک ہی واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔اگر اس میں غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ہمیں نوح علیہ السلام کی قوم کے انجام کی صورت میں ہمارا مستقبل ہمیں دیکھا رہے ہیں۔کہ جو قوم نوح کیساتھ ہوا عنقریب وہ تمہارے ساتھ ہونے والا ہے۔یا یہ سمجھ لیں کہ تاریخ میں ایک ہی واقعہ دوبارہ دیکھایا جا رہا ہے ایک قوم نوح کی صورت میں اور دوسرا بلکل وہی قوم محمد ﷺ کی صورت میں۔

پھر یہ کہ نوح علیہ السلام نے کس سے ڈرایا تو جب قرآن میں غور و فکر کریں تو پتا چلتا ہے کہ بلکل ایسے ہی جیسے محمد رسول اللہ ﷺ نے ڈرایا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے سب کچھ حق کیساتھ خلق کیا ہے اللہ کے علاوہ اوروں کو الٰہ نہ بناؤ اور زمین میں فساد نہ کرو ورنہ ایک بڑی تباہی کی صورت میں اپنے ہی کرتوتوں کی وجہ سے عذاب کا شکار ہو گے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ. القمر ۹

جھٹلایا ان سے قبل قوم نوح نے، پس جھٹلایا گیا ہمارے غلام کو اور کہا انہوں نے اسے دیوانہ پاگل اور انتہائی برا سلوک کیا

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ. القمر ۱۰

پس پکارا اس نے اپنے ربّ کو کہ میں مغلوب ہو گیا ہوں پس میری مدد کر

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ. القمر ۱۱

پس کھول دیئے ہم نے آسمان کے دروازے پانی کیساتھ انتہائی تیز بارش

وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ . القمر ۱۲

اور پھاڑ کر زمین سے چشمہ نکال دیا پس چڑھا پانی امر پر تحقیق جو قدر میں تھا

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ . القمر ۴۹

اس میں کچھ شک نہیں ہر شئے کو خلق کیا ہم نے قدر کیساتھ یعنی بہت باریکی سے علم و حکمت کیساتھ خلق کیا ہر مخلوق کو دوسری کے ساتھ مشروط کر دیا۔

فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ . یونس ۷۳

پس جھٹلایا گیا اسے پس نجات دی ہم نے اسے اور جو اس کیساتھ تھے فلک میں اور کر دیا ہم نے انہیں خلیفہ یعنی جنہیں بچایا ان کو زمین پر اختیار دے دیا ان کے بعد، اور غرق کیا ہم نے انہیں جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی، پس دیکھ لو کیسا تھا انجام ان کا جنہیں ڈرایا گیا۔

قرآن میں نوح علیہ السلام کی قوم کا واقعہ بہت سے جگہوں پر ہر لحاظ سے پھیر پھیر کر بیان کیا گیا۔تمام مقامات پر سے واقعہ کو یہاں درج کرنا موضع کو بہت زیادہ طوالت دے دے گا اس لیے ہماری کوشش صرف یہی ہوگی کہ اصل جو شئے سمجھنے والی ہے اسے سمجھا جائے۔ سورت نوح اور اس کے علاوہ باقی مقامات پر نوح علیہ السلام نے جو دعوت دی اس سے نوح علیہ السلام کی تکالیف و آزمائشوں کا ادراک کرنا آج ہمارے بس سے باہر ہے لیکن آخر وہ کون سی وجوہات تھیں جن کی بنا پر اللہ سبحان وتعالیٰ نے پوری روئے زمین پر چند ایمان والوں اور تمام جانداروں کے جوڑے جوڑے کے علاوہ سب کچھ غرق کر دیا؟

اگر وہ بت پرست تھے تو پھر باقی ان تمام مخلوقات کا کیا قصور تھا جن کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے غرق کر دیا حالانکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں بہت سے مقامات پر کھول کھول کر بیان کیا ہے کہ تمام کی تمام مخلوقات مسلم ہیں سب اللہ سبحان وتعالیٰ کے لیے سجدے میں ہیں یعنی صرف اور صرف وہی کرتی ہیں جس کا حکم انہیں اللہ سبحان وتعالیٰ نے دیا۔اس کے علاوہ وہ اپنی مرضی نہیں کرتیں۔تو جب تمام کی تمام مخلوقات سوائے جنوں اور انسانوں کے اللہ کی غلام ہیں تو پھر وہ کون سی وجوہات تھیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے پوری روئے زمین پر تمام جانداروں اور درختوں وغیرہ کو بھی ہلاک کر دیا؟

اگر قوم نوح بت پرست تھی تو ان کو ہلاک کرنے کے اور بھی تو بہت سے طریقے ہو سکتے تھے جن سے باقی مخلوقات بچ سکتی تھیں؟

ایسے ہی لاتعداد سوالات پیدا ہوتے ہیں؟

لیکن اگر قرآن میں غور و فکر کیا جائے اللہ کی آیات میں غور و فکر کیا جائے تو کوئی بھی سوال ایسا نہیں کہ جس کا جواب قرآن نہ دے۔اللہ سبحان ہے۔وہ پاک ہے اس سے کہ وہ اپنے کسی خالص غلام کو ہلاک کرے۔قرآن میں جب غور و فکر کریں تو بلکل واضح ہو جاتا ہے کہ قوم نوح کسی بھی لحاظ سے بت پرست نہیں تھی بلکہ وہ انتہائی غیر معمولی ٹیکنالوجی کی حامل قوم تھی۔انہوں

نے زمین پر اللہ کی کوئی خلق ایسی نہیں چھوڑی تھی جس میں فساد نہ کر دیا ہو۔ زمین پر فطرت کو تبدیل کر دیا گیا۔
آسمان سے شدید بارش کے ذریعے پانی کی نہروں کا جاری ہونا اور زمین سے چشموں کا جاری ہونا کس وجہ سے تھا اس کا جواب اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس آیت میں دے دیا۔

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ . القمر ۴۹

اس میں کچھ شک نہیں ہر شئے کو خلق کیا ہم نے قدر کیساتھ یعنی بہت باریکی سے علم وحکمت کیساتھ خلق کیا۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہر شئے کو قدر کیساتھ خلق کیا ہے۔ جیسے ایک گاڑی کا انجن ہوتا ہے اگر اس میں چھیڑ چھاڑ کی جائے گی تو وہ خراب ہو جائے گا، جیسے انسان اپنی ذات کو ہی لے لے۔ انتہائی پیچیدہ تخلیق ہے۔ تمام کے تمام اعضاء کو بہت باریک بینی اور علم وحکمت سے خلق کیا گیا۔ خلق کر کے انہیں ان کے مقام پر لگا دیا گیا اگر ان کے مقام میں تبدیلی کی جائے گی یعنی اگر جسم سے خون نکال لیا جائے تو کیا ہوگا؟ دل نکال لیا جائے تو کیا ہوگا؟ اس طرح جسم میں کوئی بھی ایسی تبدیلی کی جائے جو اس نقشے میں نہ ہو جس نقشے کے مطابق انسان کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے خلق کیا تو جسم کا نظام بگڑ جائے گا اور خرابیوں یعنی بیماریوں کا شکار ہو کر بڑی تباہی یعنی موت کا شکار ہو جائے گا۔ بلکل اسی طرح اللہ سبحان وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسی طرح خلق کیا ہے، تب تک یہ سب ٹھیک رہے گا جب تک کہ ہر شئے فطرت پر رہے اگر کسی شئے کو فطرت سے ہٹا دیا جائے گا یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ کی مخلوقات میں تبدیلیاں کی جائیں گی تو نظام بگڑ جائے گا پھر تباہیاں ہی آئیں گی۔
قوم نوح نے ٹیکنالوجی کے ذریعے بادلوں کے نظام میں فساد کر دیا، زمین میں فساد کر دیا، زمین سے وہ کچھ نکال لیا جس سے اللہ سبحان وتعالیٰ زمین کو مزین کرتے ہیں جسے آج ہم خام تیل کا نام دے کر نکال رہے ہیں تو زمین میں بھی فساد ہو گیا۔ حتیٰ کہ بیجوں، فصلوں اور ان سے وجود میں آنے والے تمام جانداروں اور انسانوں میں فساد کر دیا گیا۔ ٹیکنالوجی کے ذریعے اللہ سبحان وتعالیٰ کی ہر مخلوق میں چھیڑ چھاڑ کر کے اس کا نظام بگاڑ دیا۔ جس کے نتیجے میں وہ تباہی آئی۔
اللہ سبحان وتعالیٰ کا قانون یہ نہیں کہ وہ کسی ایسی شئے کو تباہ کرے جس میں کوئی نقص نہ ہو۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں جو نظام بنا دیا اگر اس میں کوئی چھیڑ چھاڑ کی جائے گی تو اسی کے مطابق ردعمل بھی ظاہر ہوگا۔ انسان جتنا جی چاہے دعوے کرے کہ وہ علم واسباب میں بہت ترقی کر چکا ہے اس کے باوجود اگر وہ کوئی بھی عمل کرتا ہے تو ردعمل اس کے اختیار میں

نہیں ہوتا ردعمل وہی ظاہر ہوتا ہے جو اللہ سبحان وتعالیٰ نے قدر میں کر دیا۔
یہ وہ وجوہات تھیں جن کی وجہ سے زمین پر سب کو غرق کر دیا گیا۔ان شاء اللہ میں اللہ سبحان وتعالیٰ کے فضل سے کوشش کروں گا کہ پچھلی اقوام پر قرآن کی روشنی میں تمام تفاصیل کیساتھ کتاب مرتب کروں۔ان شاء اللہ اس میں ہر شئے کا ہر لحاظ سے احاطہ کیا جائے گا۔

قوم نوح کے بارے میں چونکا دینے والی حقیقت کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس آیت میں بیان کر دیا۔

اَلَمۡ یَرَوۡا کَمۡ اَهۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ مَّکَّنّٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مَا لَمۡ نُمَکِّنۡ لَّکُمۡ وَاَرۡسَلۡنَا السَّمَآءَ عَلَیۡهِمۡ مِّدۡرَارًا ۪ وَّجَعَلۡنَا الۡاَنۡهٰرَ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهِمۡ فَاَهۡلَکۡنٰهُمۡ بِذُنُوۡبِهِمۡ وَاَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قَرۡنًا اٰخَرِیۡنَ . الانعام ٦

کیا نہیں دیکھتے کیسے ہلاک کیا ہم نے ان سے قبل زمانوں سے اختیار، حکومت، مضبوطی، قوت دی تھی انہیں زمین میں جو بلکل نہیں دیا گیا اختیار، حکومت، مضبوطی وغیرہ تم کو اور بھیجا ہم نے ان پر بلندی سے لگا تار مینہ، اور کر دیا ہم نے نہروں کو جاری ان کے تحتوں سے پس ہلاک کیا ہم نے انہیں ان کے ذنوب کے سبب۔اور ہم نے اپنے قانون سے ان کے بعد زمانے کو دوسرے کر دیا۔

قوم نوح سمیت جتنی بھی قومیں پہلے گزری ہیں جو مکن یعنی زمین پر اختیار انہیں دیا گیا تھا جو اسباب و وسائل ان کے پاس تھے وہ آج ہمارے پاس بھی نہیں ہیں حالانکہ آج ہم بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں کہ آج انسان چاند اور مریخ پر پہنچ چکا ہے۔جدید ترین ٹیکنالوجی حاصل ہو گئی ہے اب ہمیں کوئی زوال نہیں۔بہر حال آج جو کچھ بھی انسان کے پاس ہے اللہ سبحان وتعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ قوم نوح یا ان کے علاوہ جتنی قومیں پہلے گزر چکی ہیں ان کے پاس تم سے کئی گناہ بڑھ کر تھا۔اس کے باوجود ان کا انجام کیا ہوا۔
جو ٹیکنالوجی انہیں حاصل تھی اسی ٹیکنالوجی سے انہوں نے اللہ سبحان وتعالیٰ کے ساتھ اس کے کاموں میں شرک کیا یعنی اللہ

سبحان وتعالیٰ کے امور میں مداخلت کی۔اللہ سبحان وتعالیٰ خالق ہیں وہ بھی خالق بن بیٹھے۔اللہ سبحان وتعالیٰ کے خلق کرنے کے نظام میں ہی فساد کر دیا، زمین کے پیدا کرنے کے نظام میں ہی فساد کر دیا، بادلوں کے نظام میں اسی طرح اللہ کی زمین پر تمام مخلوقات میں اس ٹیکنالوجی کیساتھ فساد کر کے انہیں بھی تباہی سے دوچار کیا اور خود بھی ہلاک ہوئے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ . آل عمران ۱۳۷

تحقیق کر لو گزر چکے تم سے پہلے ایسے ہی کرنے والے جو تم کر رہے ہو، پس سیر کرو زمین میں پس دیکھو کیسا تھا انجام تکذیب کرنے والوں کا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ . النحل ۳۳

کیا دیکھنا چاہ رہے ہیں مگر یہ کہ ان کے کرتوتوں کے سبب آئیں ملائکہ یا آجائے امر ان کے رب کا، بلکل اسی طرح کرتوت کیے انہوں نے جو ان سے پہلے تھے، اور نہیں ظلم کرتا انہیں اللہ اور لیکن تھے خود ہی ظلم کرنے والے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا . مریم ۷۴

اور کیسے ہلاک کیا ہم نے ان سے پہلوں کو زمانوں سے، ان کے سب سے بہتر تھے اثاثا اور رءیا۔

اَثَاثًا . اردو میں اثاثے کہتے ہیں، یعنی وہ سب جو انسان زندگی بھر تگ و دو کر کے حاصل کرتا اور بناتا ہے۔جیسے آج انسان

نے جو کچھ بنالیا۔ جسے ہم ٹیکنالوجی کا نام دیتے ہیں۔

FERTILIZER
OIL

رِءْ یًا. جو عام انسانی آنکھ سے نہ دیکھا جا سکے یعنی آلات کی مدد سے اللہ سبحان وتعالیٰ کے غیب کی اشیاء اور کائنات کی وسعتوں کو براہ راست دیکھنے کی صلاحیت۔ دیکھنے والے جدید ترین آلات۔

جیسے آج انسان کے پاس ایسی ٹیکنالوجی ہے کہ وہ بڑے بڑے دعوے کرتا ہے کہ وہ سمندروں کی گہرائیوں، زمین کے اندر، انسانی خلیے کے اندر کی دنیا، اور خلا میں دور دور تک دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ان کے علاوہ ایسے جتنے بھی دیکھنے کے آلات ہیں جن میں وہ آلات بھی شامل ہیں جن سے سمندر سکین کیے جاتے ہیں یا زیر زمین دیکھا جا سکتا ہے۔

آج ہمارے پاس یہ سب ہے جس کی مدد سے ہم وہ کچھ دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو عام انسانی آنکھ سے دیکھنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن قرآن کہہ رہا ہے کہ ہم سے پہلی قوموں کے پاس ہم سے بھی بہتر آلات تھے لیکن ان کا انجام کیا ہوا۔

اَفَلَمۡ یَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ یَمۡشُوۡنَ فِیۡ مَسٰكِنِهِمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی . طٰہٰ ۱۲۸

کیا پس نہیں راہنمائی ان کے لیے کیسے ہلاک کر دیا ہم نے ان سے پہلوں کو زمانوں سے، چلتے پھرتے ہیں ان کی رہائشوں میں، اس میں کچھ شک نہیں ان میں آیات ہیں اولی النھیٰ کے لیے۔

اَوَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا كَیۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَانُوۡۤا اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الۡاَرۡضَ وَعَمَرُوۡهَاۤ اَكۡثَرَ مِمَّا عَمَرُوۡهَا وَجَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظۡلِمَهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ . الروم ۹

کیا نہیں سیر کی زمین میں پس دیکھیں کیسا تھا انجام ان کا جو ان سے پہلے تھے، تھے وہ بہت شدید ان سے کہیں بڑھ کر طاقت میں، زمین کے نوادرات میں یعنی جو زمین کے اندر اللہ سبحان وتعالیٰ نے چھپا کر زمین کے خزانے رکھے ہیں ان میں، اور انہوں نے زمین پر ایسی تعمیرات کیں جو ایسی تھیں جیسے نا ختم ہونے والی مضبوط اور لمبے عرصے تک قائم رہنے والی جتنی زیادہ سے زیادہ وہ کر سکتے تھے دوسروں کے مقابلے میں، اور آئے ان کے پاس ان کے رسول بینات کیساتھ، پس نہیں تھا اللہ ظلم کرنے والا ان کے لیے اور لیکن تھے خود ہی ظلم کرنے والے۔

اَثَارُوا الۡاَرۡضَ . زمین کے نوادرات یعنی ایسی قیمتی اشیاء جو اگر سامنے ہوں تو ہر کسی کے دل میں لالچ پیدا ہو اور انہیں

چرانے کی کوشش کرے۔اس طرح کی وہ تمام اشیاء جن کو زمین کے اندر یا باہر کہیں بھی انسان سے چھپا کر رکھ دیا اللہ سبحان وتعالیٰ نے۔

اس کے علاوہ زمین پر پچھلی قوموں کے نشانات یعنی جو آثار ان قوموں کے آج زمین پر نظر آتے ہیں۔

عَمَرُوْهَا. زمین کو آباد کرنا خواہ عمارتیں تعمیر کر کے،شہر بسا کر، زیادہ سے زیادہ مختلف اقسام کی فصلیں اگا کر،کسی بھی لحاظ سے زمین کو آباد کرنا۔

قُوَّةً. زور و طاقت، جیسے آج انسان کے پاس ایسی مشینری ہے یعنی ٹیکنالوجی ہے جس سے وہ قوت والے کام لیتا ہے۔

وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ . سبا ۴۵

اور کذب کیا انہوں نے جو ان سے پہلے تھے اور نہیں پہنچے یہ ان کے دسویں حصے کو بھی جو کچھ انہیں دیا تھا ہم نے پس تکذیب کی انہوں نے میرے رسولوں کی پس کیسا تھا تکذیب کرنے کا نتیجہ؟

آج ہم بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں،آج جو بھی ٹیکنالوجی و وسائل سمیت جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے یعنی آج جو کچھ انسان حاصل کر چکا ہے یہ ان قوموں کو حاصل ہونے والے کا دس فیصد بھی نہیں جو قومیں ہم سے پہلے گزر چکیں۔یعنی وہ آج کے انسان سے نوے فیصد سے بھی زیادہ ٹیکنالوجی کے حامل تھے۔یہی وجہ ہے جس وجہ سے قرآن نے بار بار یہ کہا ہے کہ وہ تم سے قوت میں بہت زیادہ سخت اور بڑھ کر تھیں۔اس کے باوجود ان کا انجام کیا ہوا؟

جب اتنا قوت و وسائل میں زیادہ ہونے کے باوجود انہیں جائے پناہ کی کوئی جگہ نہیں ملی تو آج کے انسان کا کیا انجام ہونے والا ہے جو بڑے بڑے دعوں کے باوجود پہلی تباہ شدہ قوموں کے دس فیصد کو بھی نہیں پہنچا، یہ سب کچھ کیا اسکو اس عذاب سے

بچا سکے گا جو بلکل سر پر آ کھڑا ہے اور انسان بلکل غافل ہے۔ اور دوسری بات جن کو کمزور سمجھا جاتا تھا یعنی مومنوں کو ان کی عاقبت کا بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے واضح کر دیا۔ اصل کامیابی دنیا و آخرت میں انہیں ملی اور اب بھی انہی کو ملے گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ . ص ۳

کیسے ہلاک کیا ہم نے ان سے پہلوں کو زمانوں سے، پس اعلانات کرنے لگے مواصلاتی نظام کے ذریعے اس وقت بچنے کے لیے متبادل کے لیے۔

ویسے تو پچھلی آیات میں بھی لیکن بلخصوص اس آیت میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بہت ہی عجیب وغریب الفاظ کا استعمال کیا۔ آج کے دور سے پہلے ان الفاظ کے وہ مطالب جو حقیقت کی عکاسی کرتے ہیں کو جاننا تقریباً ناممکن تھا انہیں سمجھنا آج اس لیے ممکن ہوا کیوں کہ آج تقریباً وہ کچھ موجود ہے جو گزری ہوئی ہلاک کی گئی قوموں کے پاس تھا۔

فَنَادَوْا . پس اعلانات کرنے لگے۔

وَّلَات . مواصلاتی نظام، ٹیلی، کمیونکیشن سسٹم

حِيْنَ . وقت

مَنَاص . متبادل، بچنے کے لیے، پرواز، بھاگنے کے لیے یا بھاگے، فرار ہوئے، دور ہوئے، انتخاب، نجات کا رستہ، پناہ، پیچھے ہٹے وغیرہ۔

ہلاکت زمین پر تھی تو ممکن ہے جن کے پاس اختیار تھا وہ زمین کے متبادل کی طرف بھاگے یعنی کہ کسی اور سیارے کی طرف، خلاء کی طرف پرواز کی۔ آج انسان جس ٹیکنالوجی سے چاند اور مریخ پر پہنچ چکا ہے تو جو آج کے انسانوں سے نوے فیصد ہر طرح سے بڑھ کر تھے تو کیا وہ زمین سے باہر نہیں گئے تھے؟

کیا انہوں نے چاند، مریخ اور ان کے علاوہ سیاروں پر بستیاں یا خلاء میں بستیاں قائم نہیں کی ہوں گی جو آج انسان عنقریب آنے والے سالوں میں ایسا کرنے کے دعوے کر رہا ہے؟ یقیناً انہوں نے یہ سب تو کیا وہ سب بھی کیا جس کا آج کا دجالی انسان تصور بھی نہیں کر سکتا اور یہ سب قرآن کہہ رہا ہے۔ اس کے باوجود جب ان کے اپنے ہی کرتوتوں یعنی جس ٹیکنالوجی کو وہ اپنے لیے مسیحا اور فائدہ مند سمجھ رہے تھے اسی ٹیکنالوجی ہی کی وجہ سے آسمان و زمین میں کیے ہوئے فساد کے نتیجے میں آنے والی تباہی سے بچنے کے لیے خلا میں، مختلف سیاروں کی طرف بھاگے، جس جس کو جو جو بچاؤ کا رستہ نظر آیا اسی طرف بھاگا، فرار ہوئے لیکن کچھ بھی ان کے کام نہ آیا۔ کیونکہ اگر وہ زمین کے متبادل کسی اور سیارے کی طرف بھی گئے تو وہاں صرف اتنی ہی مدت زندہ رہ سکیں گے جتنی مدت تک زندہ رہنے کے لیے تمام وسائل پاس موجود ہوں گے۔ یا زیادہ دیر تک زندہ رہنے کے لیے زمین پر رابطہ ضروری تھا لیکن زمین پر تو تباہی تھی۔ ہر طرف پانی سب کچھ غرق ہو چکا تھا تو نتیجتاً وہاں فرار ہونے والے زیادہ عبرت ناک موت مارے گئے اور اگر آج انسان کا یہ دعویٰ سچا ہے کہ وہ مریخ پر پہنچ گیا ہے تو یقیناً ضرور عنقریب اسے وہاں ان بھگوڑوں کی باقیات ملیں گی۔ وہاں بھی انہیں انسان کے آثار ملیں گے اور ضرور ملیں گے اور عنقریب جلد ہی ملیں گے۔

نوح علیہ السلام کے دور میں آنے والے سیلاب کا پانی تقریباً تیرہ مہینے تک زمین پر ٹھہرا رہا۔ تیرہ مہینے بعد پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آئیں۔ جب اتنا عرصہ پانی کھڑا رہا تو پھر جو فرار ہوئے یعنی کسی دوسرے سیارے پر وہاں اور بھی زیادہ اذیت ناک ہلاکت کا شکار ہوئے۔ جو جہازوں وغیرہ میں فرار ہوئے ایندھن ختم ہونے کی صورت میں مارے گئے۔ اسی طرح جو بحری جہازوں میں سوار ہوئے اس وقت کوئی ایک بھی بحری جہاز ایسا نہیں تھا سوائے نوح علیہ السلام کے بحری جہاز کے جو طوفان میں بچ سکتا تھا کیوں کہ قرآن میں ہے اللہ سبحان وتعالیٰ کہتے ہیں کہ پہاڑوں کی طرح بلند موجیں تھیں اس سیلاب میں۔ اور نوح علیہ السلام نے جو بحری جہاز بنایا وہ خالص اللہ سبحان وتعالیٰ کی ہدایات کے مطابق بنایا جو اس سیلاب میں محفوظ رہا۔

اَوَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ

ط كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ط وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ . المومن /غافر ۲۱

کیا نہیں گھومے پھرے، سیر کی زمین میں پس دیکھا کیسا تھا انجام ان کا جو ان سے قبل تھے، تھے وہ قوت میں بہت بڑھ کر ان سے اور آثار زمین میں پس پکڑا انہیں اللہ نے ان کے ذنوب کے سبب اور نہیں تھا ان کے لیے اللہ سے کوئی بچانے والا، حفاظت کرنے والا، نجات دلانے والا، ان کے کچھ کام آنے والا۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ . المومن /غافر ۸۲

کیا نہیں گھومے پھرے، سیر کی زمین میں پس دیکھا کیسا تھا انجام ان کا جو ان سے قبل تھے، تھے زیادہ ان سے اور قوت یعنی ٹیکنالوجی میں ان سے زیادہ تھے، اور زمین میں ان کے آثار ان سے زیادہ تھے یعنی جیسے آج زمین پر جو کچھ انسان نے بنایا ہوا ہے، پس نہ کافی ہوا، انہیں بچا سکا، ان کے کچھ کام آسکا جو کچھ انہوں نے کرتوتوں سے بنایا ہوا تھا یعنی ٹیکنالوجی اور جسے بھی آج انسان ترقی کا نام دیتا ہے خواہ وہ عمارتیں ہوں، مشینری ہو یا جو کچھ بھی انسان بنا چکا ہے اور جو کچھ تباہی آنے تک بنا چکا ہوگا۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ز وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا . محمد ۱۰

کیا پس نہیں سیر کی یعنی پھرے زمین میں پس دیکھا کیسا ہوا تھا انجام ان کا جوان سے پہلے تھے (پہلی تباہ شدہ اقوام، قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، اصحاب مدین، آل فرعون)۔ غرق کر دینے والی، تباہ کر دینے والی، دھنسا دینے والی، چیتھڑے اڑا دینے والی وغیرہ تباہی مسلط کی اللہ نے اور کافرین کے لیے اسی کی مثل ہے یعنی جیسے ان پہلی قوموں نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا اور کائنات میں فساد کیا تو جوان کا انجام ہوا بلکل وہی انجام آج انہیں کا ہوگا جو پہلی قوموں کی روش اختیار کیے ہوئے ہیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ج اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ . محمد ۱۳

اور کتنی ہی ایسی بستیاں تھیں جن میں اللہ کا دین قائم نہیں تھا اور وہ اللہ کے باغی تھے فساد کرنے والے جو بہت بڑھ کر تھیں قوت میں تیری بستی سے جس سے تجھے نکالا، ہلاک کیا ہم نے انہیں پس نہیں تھا ان کی نصرت کرنے کے لیے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ط هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ . ق ۳۶

اور کیسے ہلاک کیا ہم نے ان سے پہلے زمانوں سے وہ تھے ان سے بہت بڑھ کر ہر لحاظ سے، اچانک آئی وہ تباہی جس سے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا پس کھنگالنے لگے شہروں کو کیا ہے کوئی جائے پناہ۔

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ. التوبه ٦٩

جیسے وہ جو تم سے پہلے تھے وہ قوت میں تم سے بہت زیادہ بڑھ کر تھے اور زیادہ تھا اموال واولاد میں بھی، پس انہوں نے مزے لوٹے، زندگی میں بہت آسانیاں پیدا کرلیں سہولتوں کے مزے لوٹے خوب فائدے حاصل کیے ساتھ ان کے جو کچھ انہوں نے خلق کیا تھا، پس تم بھی مزے لوٹ لو، آسانیاں حاصل کرلو، فائدے اٹھالو، سہولتوں کے مزے لوٹ لو، دنیا میں جنت کے مزے لوٹ لو ان کے ساتھ جو کچھ تم نے خلق کیا (جو کچھ آج ترقی و سہولتوں کے نام پر انسان خلق کر چکا ہے یعنی ٹیکنالوجی، جیسے گاڑیاں، مشینیوں سمیت جو کچھ بھی آج انسان بنا چکا ہے) اس کیساتھ موجیں کرلو جیسے انہوں نے موجیں لوٹیں جو تم سے پہلے تھے ان کے ساتھ جو کچھ انہوں نے خلق کیا تھا۔ اور تم بھی ایسے ہی کرتوت کرو جس سے اللہ کی مخلوقات میں خرابیاں ہوں یعنی اللہ کی مخلوقات میں چھیڑ چھاڑ کرو۔ فطرت میں چھیڑ چھاڑ کر کے خرابیاں کرو جسے انہوں نے بھی اپنے کرتوتوں سے فطرت میں چھیڑ چھاڑ کر کے اس میں خرابیاں کردی تھیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال یعنی جو کچھ وہ کر رہے ہیں ضائع ہو گئے دنیا میں اور آخرت میں بھی یعنی آخرت میں انہیں ان اعمال کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ یہی اعمال انہیں آخرت میں الٹا خسارے میں ڈلوائیں گے اور یہی ہیں وہ جو خسارے والے ہیں۔

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ

لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ . التوبہ ۷۰

کیا نہیں آئی ان کے پاس خبران کی جوان سے پہلے تھے قوم نوح اور قوم عاد اور قوم ثمود اور قوم ابراہیم اور اصحاب مدین اور وہ بستیاں جنہیں پلٹ دیا گیا۔ آئے ان کے پاس ان کے رسول بینات کیساتھ یعنی جو کچھ وہ کر رہے تھے انہوں نے ان پر سب کچھ ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضع کر دیا کہ یہ جو کرتوت کر رہے اگر اپنی یہ روش ترک نہ کی تو ہوان کا انجام کیا نکلنے والا ہے۔ پس نہیں تھا اللہ ان کے لیے ظلم کرنے والا اور لیکن تھے وہ خود ہی ظلم کرنے والے۔

اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۭ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۭ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا . فاطر ۴۳

استکبار کر رہے ہیں زمین میں اور چالیں چل رہے ہیں بری اور نہیں واپس آ گھیرتیں بری چالیں مگر انہیں پر جو ایسی چالیں چلتے ہیں۔ پس کیا انتظار کر رہے ہیں مگر پہلوں کی ہی سنت یعنی جب یہ انہی کے طریقے پر چلے رہے ہیں جو ان سے پہلے زمانوں میں ہلاک ہو چکے تو پھر کس کا انتظار ہے انہیں یعنی ان کیساتھ بھی وہی ہوگا جو پہلوں کیساتھ ہوا تھا یہی اللہ کی سنت ہے یعنی اللہ کا طریقہ ہے پس نہیں تم پاؤ گے اللہ کی سنت یعنی اللہ کے طریقے میں تبدیلی۔ اور نہیں پاؤ گے اللہ کی سنت میں ذرا سی بھی ترمیم۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ

وَلَا فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا . فاطر ۴۴

کیا نہیں سیر کی زمین میں؟ پس دیکھا کیسا ہوا تھا انجام ان کا جو ان سے پہلے تھے اور وہ تھے ان سے کہیں زیادہ بڑھ کر اور سخت تھے قوت میں، طاقت میں (مشینیں جو کہ طاقت ہیں) اور نہیں تھا اللہ کہ عاجز کر سکے اسے کوئی شئے آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں، اس میں کچھ شک نہیں تھا اللہ علم والا قدیر۔

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ.

السجدہ / فصلت ۱۵

پس جو عاد تھے پس استکبار کیا زمین میں کہ انہیں اس کا حق نہیں تھا یعنی وہ زمین میں اللہ سے بڑے بن بیٹھے اور کون ہے جسے یہ حق ہے؟ کہ اللہ کی بجائے اس کی غلامی کی جائے؟۔ اور کہتے تھے کون ہے۔ جو ہم سے بڑھ کر ہے قوت میں (یعنی ان کے پاس جو دنیاوی وسائل تھے جیسے آج ٹیکنالوجی ہے، مشینیں اور تباہ کن اسلحہ و بارود وغیرہ)۔ کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ ہے وہ جس نے انہیں خلق کیا وہی ہے ان سے بڑھ کر قوت میں۔ اور وہ تھے اللہ کی آیات کیساتھ جحد کرنے والے یعنی ان کے پاس اتنا علم تھا کہ جب بھی کوئی آندھی، طوفان، کوئی عذاب آنے والا ہوتا تو وہ ایسے بندوبست کرتے کہ یا تو وہ عذاب نہ آتا یا پھر وہ عذاب ان کا کچھ بگاڑ نہ پاتا جس کی وجہ سے وہ سمجھتے تھے کہ ان سے بڑھ کر کوئی قوت میں بڑھ کر نہیں ہے۔ جیسے آج امریکہ و مغرب سمجھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی بھی ان سے طاقت میں بڑھ کر نہیں لیکن اس کے باوجود کوئی بھی ایسی تباہی جنہیں قدرتی آفات کہتے ہیں ان کے آگے یہ لوگ بے بس ہیں اور اگر آج ان کو ایسے وسائل حاصل ہو جائیں کے ایسی آفات بھی ان کا کچھ نہ بگاڑ پائیں تو ذرا تصور کریں کہ ان کا دعویٰ کیا ہوگا؟ یہ یہی سمجھیں گے کہ کائنات میں اگر کوئی ربّ ہے تو یہی ہیں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں اور کوئی بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ رِیۡحًا صَرۡصَرًا فِیۡۤ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِیۡقَهُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡیِ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ؕ وَ لَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَخۡزٰی وَهُمۡ لَا یُنۡصَرُوۡنَ . فصلت ۱۶

پس بھیجی ہم نے ان پر ھوا صرصراً ان کے لیے بدقسمت ایام میں انہیں چکھانے کے لیے ذلت آمیز سزا دنیا کی زندگی میں اور ان کے لیے ہے آخرت میں بھی ذلت آمیز سزا اور وہ نہیں نصرت کیے جانے والے۔

رِیۡحًا صَرۡصَرًا. یہ ان لہروں کو کہتے ہیں جو ایٹمی وہائیڈروجن بموں کے پھٹنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ قوم عاد اچانک آپس میں ہونے والی ایٹمی جنگ کی وجہ سے ہلاک ہوئی۔

یہ تھیں وہ پچھلی قومیں اور وہ کیا شئے تھی جس کے دجّال کا شکار ہو کر وہ سمجھتے تھے کہ انہیں کوئی زوال نہیں لیکن جب عذاب آیا تو تب انہیں ادراک ہوا کہ جن وسائل کے بھروسے پر وہ بڑے بڑے دعوے کر رہے تھے وہ سوائے دجّل یعنی دھوکے کہ کچھ ثابت نہ ہوا اور وہ وسائل وہ ٹیکنالوجی ان کے کچھ کام نہ آئی۔ یہی وہ دجّال تھا جس سے تمام کے تمام انبیاء ڈراتے رہے کہ اس ٹیکنالوجی کے دجّل کا شکار ہو کر کائنات میں فساد نہ کرو فطرت میں چھیڑ چھاڑ نہ کرو لیکن وہ نہ مانے اور ان کا انجام کیا ہوا وہ آج ہمارے سامنے ہے۔ قرآن کی ان آیات سے واضع ہو جاتا ہے کہ اگر دجّال تھا اور ہے تو وہ صرف اور صرف ٹیکنالوجی ہے وہ وسائل ہیں جنہیں آج ہم ترقی کا نام دیتے ہیں اور فخر کرتے تھکتے نہیں۔ اور اگر یہ دجّال نہیں تو پھر دجّال کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

ہم تصاویر میں دیکھ سکتے ہیں کہ وہ قومیں ہم سے کس قدر قوت میں بڑھ کر تھیں۔

درج ذیل اینٹوں کی تصاویر قوم نوح کی ہیں اور کاربن ڈیٹ ٹیکنالوجی کی مدد سے آج یہ ثابت بھی ہو چکا ہے کہ یہ اینٹیں ایسی آسمان کو چھوتی بلند ترین عمارتوں کی تھیں جو آج سے تقریباً پانچ ہزار سال پہلے ایک عظیم سیلاب کی وجہ سے تباہ ہو کر زیر زمین دب گئیں۔قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے واضع کر دیا کہ یہ قوم نوح تھی۔ ان اینٹوں میں سے جو سب سے بڑی اینٹ دریافت ہوئی ہے اس کی لمبائی ساٹھ فٹ چوڑائی اور موٹائی چالیس چالیس فٹ اور وزن کم سے کم بارہ سو ٹن سے زیادہ ہے جس کا تصور کرنا بھی محال ہے۔آج بڑے بڑے سائنسدان بھی اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ اینٹیں کیسے بنائی گئیں اور کیسے ان کو اٹھا کر عمارتیں تعمیر کی گئیں۔اور اگر یہ انسان کا کام ہے تو وہ انسان موجودہ انسانوں کے پاس ٹیکنالوجی میں غیر تصور حد تک آگے تھے۔اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں واضع بتا دیا کہ یہ انسانوں کا ہی کام ہے جو قومیں ہم سے پہلے زمین پر آباد تھیں اور ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ پہلی قوموں کا نہ ہی دس فیصد ہے اور نہ ہی موجود انسان ان کے دس فیصد کو پہنچ سکتے ہیں۔

درج ذیل بلاکس کو ایچ بلاکس کہا جاتا ہے ان کے بارے میں بھی آج تصدیق ہو چکی ہے کہ یہ تقریباً پانچ ہزار سال پہلے آنے والے کسی عظیم سیلاب کی وجہ سے تباہ شدہ ایسی عمارتوں کا حصہ تھے جو ممکنا طور پر ہوائی اڈہ یا اسی طرح کوئی اسٹیشن تھا۔ ان بلاکس کو بنایا کیسے گیا؟ کس طرح ان کو تراشا گیا؟ یہ ایسا معمہ بنا ہوا ہے کہ جسے آج تک دنیا کا بڑے سے بڑا سائنسدان بھی حل نہیں کر پایا اور نہ ہی کسی کی سمجھ میں آ رہا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ جن انسانوں نے یہ کام کیا وہ موجودہ ٹیکنالوجی سے غیر معمولی حد تک آگے تھے لیکن اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہ عظیم راز بھی قرآن میں رکھ دیا کہ ان کو کیسے بنایا گیا جس کی وضاحت کتاب کے آخری حصے میں اہراموں کی حقیقت والے باب میں آئے گی۔

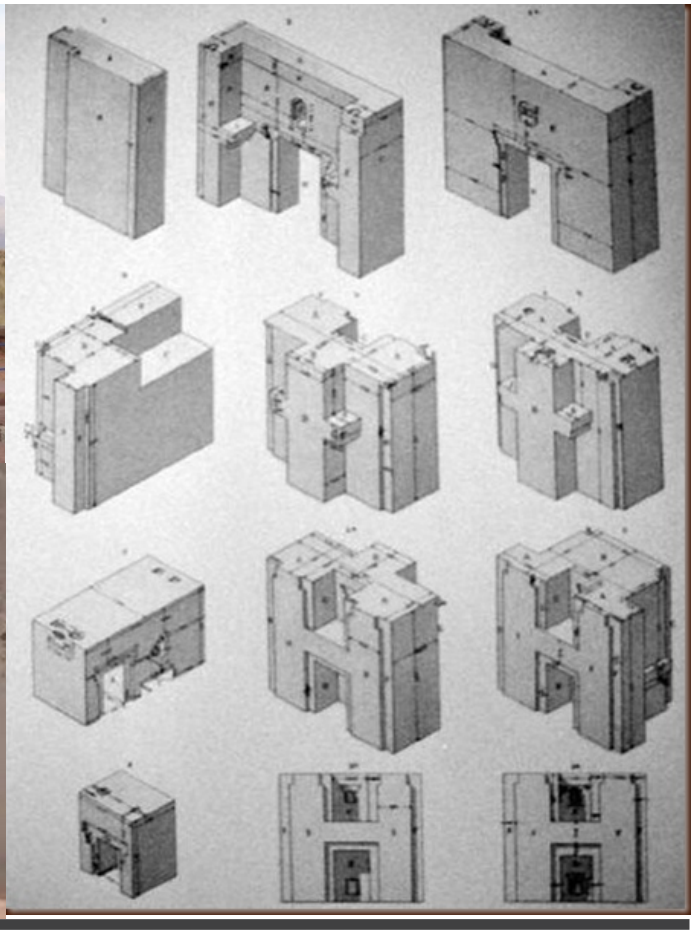

درج ذیل تصاویر موہنجوداڑو اور ہڑپہ پاکستان کی ہیں۔آج اس جگہ پر جب تحقیقات کی گئیں تو اس جگہ پر وہی ریڈی ایشنز پائی گئیں جو ہیروشیما اور ناگاساکی جاپان کے شہروں میں جہاں امریکہ نے ایٹمی حملہ کیا تھا وہاں حملے کے بعد پائی جاتی ہیں۔ انہیں شہروں سمیت خطہ ہند کے مختلف علاقوں کے بارے میں سنسکرت میں تاریخی کتاب مہابھارتا اور اس کے علاوہ دریافت ہونے والی تحریروں میں کچھ اس طرح کے الفاظ ملے ہیں کہ اس خطے پر اپنا تسلط جمانے کی غرض سے دنیا کی کچھ طاقتوں جیسے آج امریکہ یا روس وغیرہ ہیں آپس میں لڑ رہے تھے اور اس کی وجہ اس خطے سے زیر زمین قدرتی وسائل تھے۔ بلکل ایسا ہی نقشہ تھا جو آج شام و عراق کا بنا ہوا ہے۔ان شہروں کے باسیوں کو سات دنوں میں شہروں کو خالی کرنے کی مہلت دی گئی اور سات دن بعد دنیا میں ایک عالمی جنگ کی سی صورت اور یہاں ایسے ہتھیاروں سے حملہ کیا گیا جو کہ خود کار اڑنے والے تھے یعنی میزائل جن کے پھٹنے سے یہاں ایسی سفید آگ ظاہر ہوئی جو سورج سے ہزاروں گناہ زیادہ گرم تھی جہاں وہ ہتھیار پھٹے وہاں سب کچھ حرارت کی وجہ سے پگل گیا اور یہ شہر زمین تلے دب گئے۔

قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے واضح صراحت کیساتھ بتا دیا کہ یہ قوم عاد تھی جو تباہ ہوگئی۔ یہ دنیا میں اپنے انہی قدرتی وسائل سے بنائی جانے والی ٹیکنالوجی کی وجہ سے قوت میں اپنا کوئی ثانی نہ رکھتی تھی اور یہ اس قوم کا یہ دعویٰ تھا کہ کوئی بھی اس سے قوت سے بڑھ کر نہیں۔اور قوم ثمود کے ہاتھوں تباہ ہوئی۔ جیسے آج دنیا میں قدرتی وسائل یعنی اللہ کے غیب کی تکذیب کی خاطر لڑائی جاری ہیں اس وقت بھی ویسا ہی تھا۔جیسے آج امریکہ کے مدمقابل کوئی نہیں اسی طرح قوم عاد کے مدمقابل بھی کوئی نہیں تھا اور جیسے آج روس نے امریکہ کے مقابلے پر سر اٹھایا اس طرح اس وقت ایک دوسری قوم قوم ثمود تھی جس نے سر اٹھایا اور قوم عاد کی ہلاکت کا سبب بنی۔ قوم ثمود نے اچانک ایٹمی حملہ کر دیا اس کے بعد دنیا پر قوم ثمود کا تسلط قائم ہو گیا لیکن قوم ثمود نے بھی وہی کیا جو قوم عاد کر رہی تھی یعنی زمین میں اصلاح کے نام پر فساد۔اللہ کے غیب کا کفر جیسے آج کی جا رہا ہے تو قوم ثمود بھی بلکل ویسی ہی ہلاکت کا شکار ہوئی۔ قوم ثمود پر اس قوم نے ایٹمی حملہ کیا جس پر بعد میں ایک عورت حکمران بنی جس کا ذکر قرآن میں ہے جو ایمان لے آئی تھی جسے ملکہ سبا کہا جاتا ہے۔درج ذیل تصاویر میں قوم عاد اور قوم ثمود کے آثار واضح ہیں۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ. الحاقہ ۴

تکذیب کی تھی قوم عاد اور قوم ثمود نے قارعہ سے۔

قوم عاد کے آثار یہ غیر معمولی اور عجیب وغریب عمارتیں ایٹمی حملوں کی وجہ سے تباہ ہوئیں جو آج بھی عبرت کا نشان بنی گزشتہ قوموں کی یاد دلاتی ہیں۔

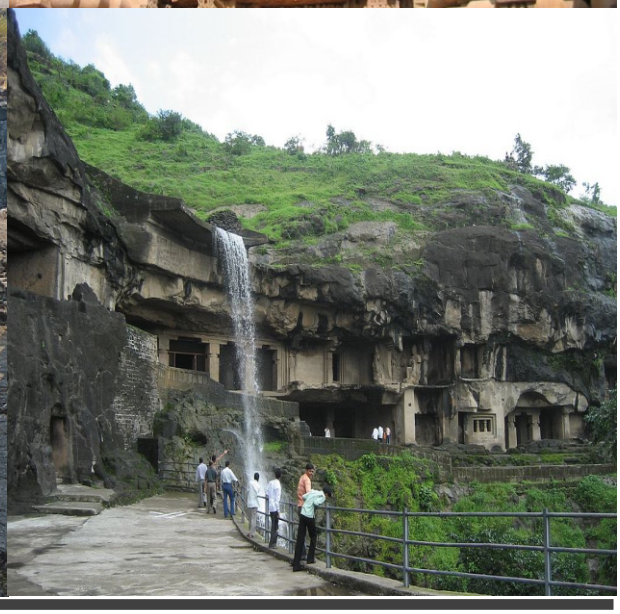

درج ذیل تصویر مہاراشٹرا انڈیا میں ایک مقام کی ہے جسے لونر جھیل کہا جاتا ہے اسے ایک برطانوی فوجی افسر الیکسنڈ رلونر کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے اور وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ سب سے پہلے ۱۸۲۳ میں اسی شخص نے اسے دریافت کیا تھا اور اسی کے نام سے یہاں ایک شہر بھی آباد ہے۔ یہ جھیل ایک گھڑا ہے جو قوم عاد پر پھینکے گئے ایک ایٹم بم کی وجہ سے وجود میں آیا۔ اس کی لمبائی ۱۹۸۰ میٹر، چوڑائی ۱۸۴۰ میٹر اور گہرائی ۱۵۰ میٹر ہے اور کنارے سطح زمین سے ۲۰ میٹر بلند ہیں۔ جس سے اس بم کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے جو اس وقت کی قوموں کے پاس تھا جس سے ان کی طاقت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا کہ وہ ہم سے کس قدر قوت میں بڑھ کر تھیں۔ اور آج ایسی ہی ایک عظیم تباہی ہمارے سر پر آچکی ہے لیکن سب ہی غافل ہیں۔

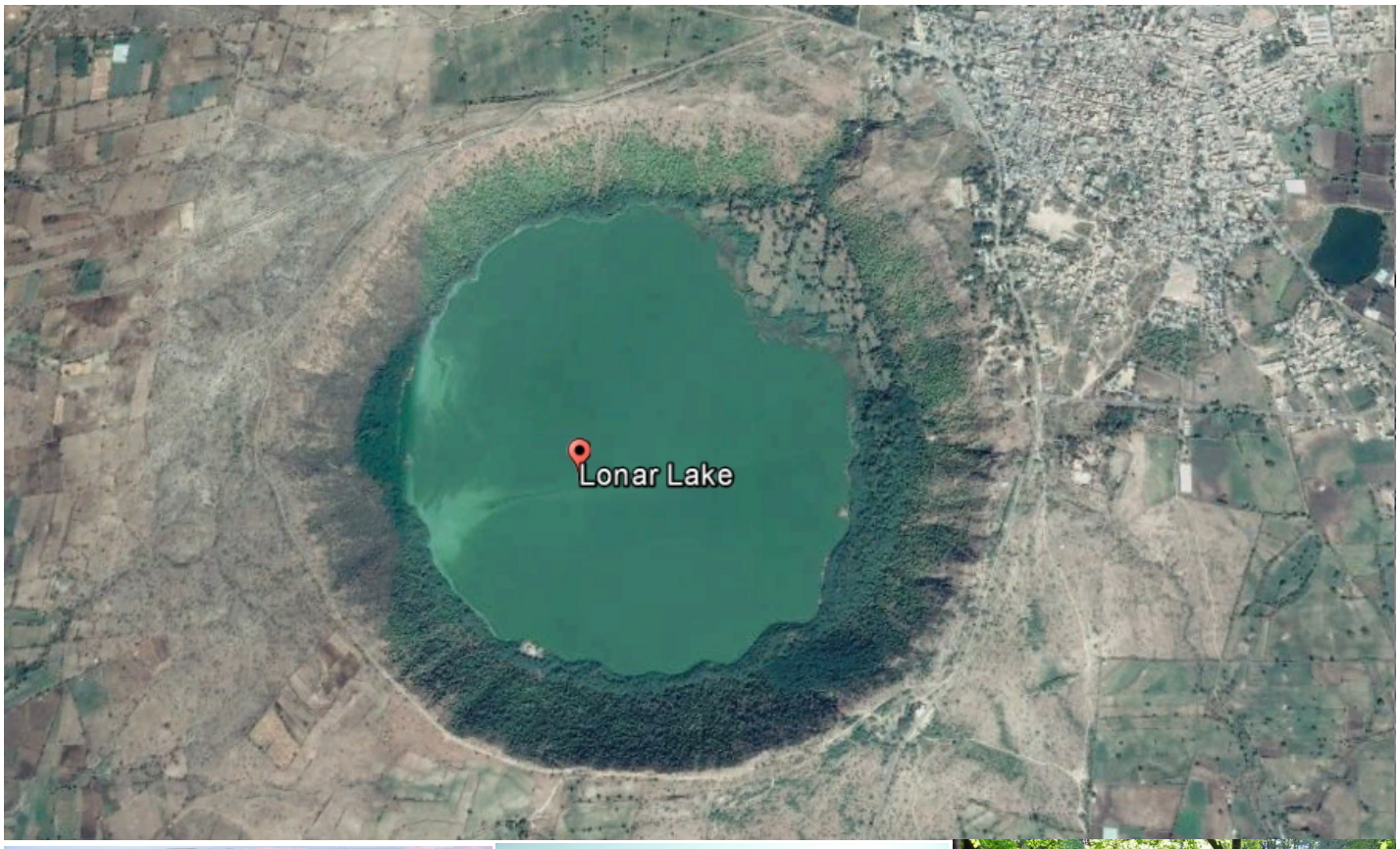

قوم ثمود جو کہ زمین کا سینہ چیر پھاڑ کر اللہ کے غیب میں سے نکالتی اور زمین کو کھوکھلا کر دیا جس کی وجہ سے زلزلے آتے ان سے بچاو کے لیے اللہ سے رجوع کرنے کی بجائے یعنی اپنے مفسد اعمال کو ترک کرنے کی بجائے سرکشی میں مزید بڑھتے ہوئے ان زلزلوں سے بچاو کے لیے چٹانوں کو تراش کر گھر بناتی لیکن وہ گھر بھی اسے محفوظ نہ رکھ سکے۔ ایٹمی حملوں کی وجہ سے درجہ حرارت بڑھنے سے انہی مکانات میں ذلت کی ہلاکت سے دوچار ہوئی۔

آج موجودہ دور میں انسان اپنی ترقی کے بڑے بڑے دعوے کرتا ہے لیکن اس کے باوجود چٹانوں کو اس طرح تراش کر گھر اخذ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا جس سے با آسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گزشتہ قومیں قوت میں کس قدر ہم سے بڑھ کر تھیں اس کے باوجود جب ہلاکت آئی تو کچھ بھی ان کے کام نہ آیا اور آج ہم انہیں کے عین نقش قدم پر چل رہے ہیں تو ہمارا انجام کیا ہے اس کا اندازہ لگانا بھی کوئی مشکل نہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے واضع کر دیا کہ وہی انجام موجودہ انسانوں کا بھی ہونے ہی والا ہے۔

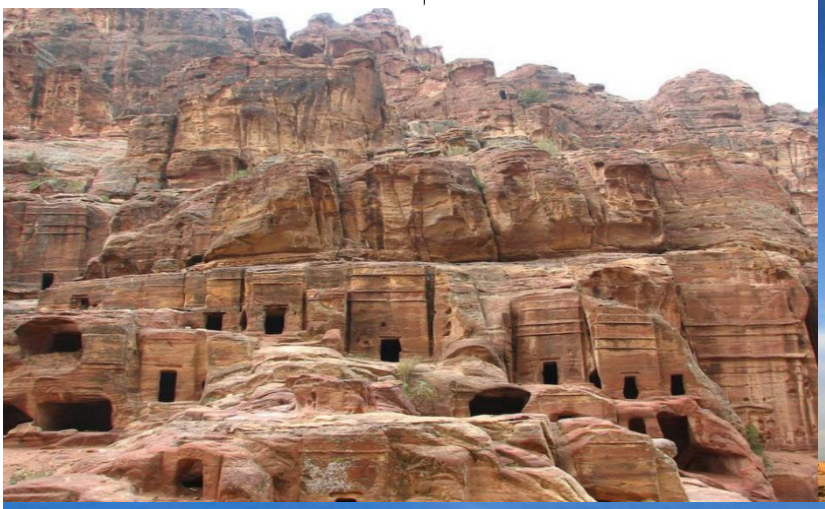

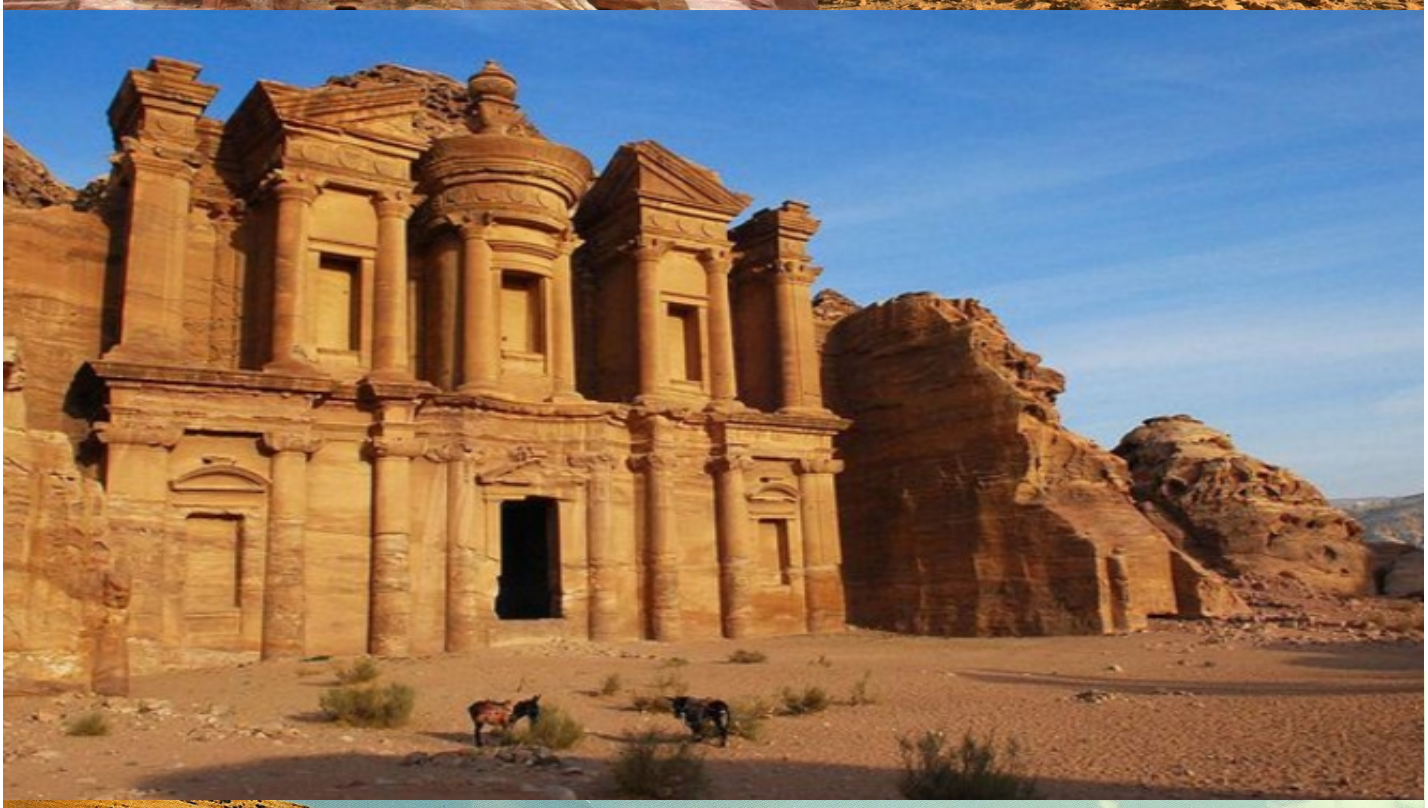

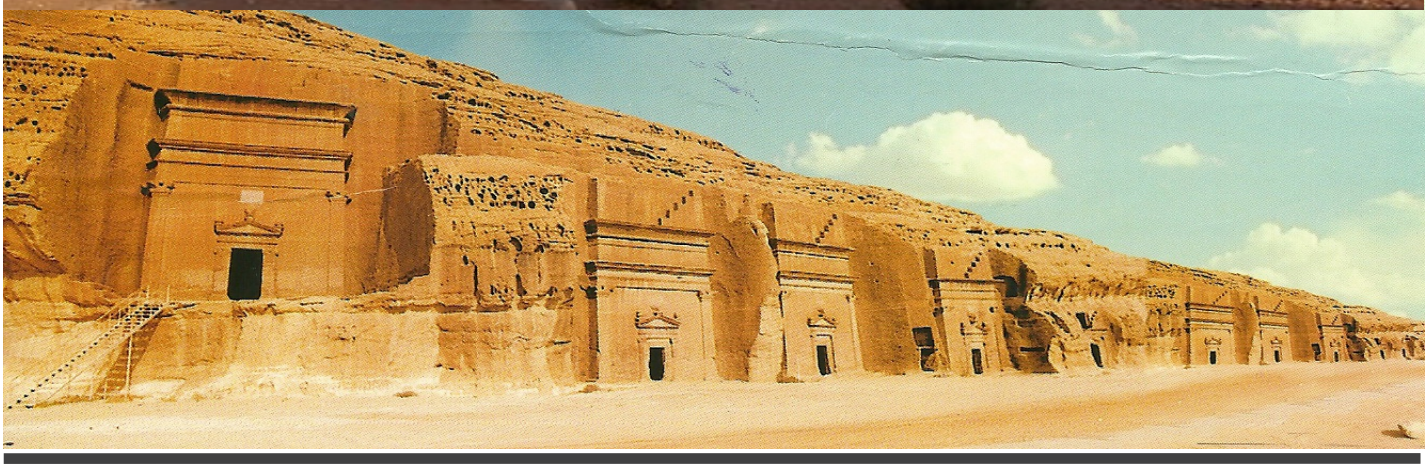

درج ذیل تصاویر میں قوم لوط کے آثار ہیں۔قوم لوط کی بے حیائی وفحاشی اور مردوں سے بدفعلی کی وجہ سے اس قوم پر جلتی ہوئی گندھک کی بارش ہوئی اور کئی میٹر کی تہہ تلے یہ قوم دب گئی جس کے بعد موجودہ دور میں اس قوم کے شہر سدوم اور عمورہ دریافت ہوئے۔ آج بھی بحیرہ مردار کے پاس ان جگہوں میں گندھک کے ٹکڑے ملتے ہیں جیسا کہ درج ذیل تصاویر میں واضح ہیں۔

درج ذیل تصاویر اٹلی کے شہر پومپئی کی ہیں جو حال ہی میں کھدائی کے دوران دریافت ہوا یہ پورا شہر اچانک پھٹنے والے لاوے سے ایسی تباہی کا شکار ہوا کہ ۴ سے ۶ میٹر راکھ تلے دب گیا۔ درجہ حرارت انتہائی شدید ہونے اور راکھ میں دبنے کی وجہ سے انسانوں و جانوروں کے اجسام اسی حالت میں محفوظ ہو گئے جس حالت میں وہ اس وقت تھے۔ کوئی کام کر رہا تھا تو کوئی کھا رہا تھا تو کوئی جنسی حاجت پوری کرنے میں مصروف تھا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں انہیں اخوان لوط کہا یعنی قوم لوط کے بھائی۔ انہیں اخوان لوط اس لیے کہا گیا کیونکہ یہ بھی وہی افعال انجام دے رہے تھے جو قوم لوط انجام دے رہی تھی یہ ایسا بے حیا ننگا معاشرہ تھا کہ جس کا اندازہ اس شہر کے در و دیوار پر نگاہ دوڑانے سے ہوتا ہے۔ جگہ جگہ دیواروں پر ایسی جنسی تصاویر نقش و نگار کی صورت میں نظر آئیں گی جن سے اس قوم کی بے حیائی کا اندازہ خود بخود ہو جاتا ہے اور نہ صرف ایسی تصاویر نظر آئیں گی بلکہ جنسی اعضاء کے مجسمے بنے ہوئے بھی نظر آئیں گے۔

دوسری حیران کن بات یہ ہے کہ یہ شہر انتہائی جدید شہر تھا اس شہر کی طرز تعمیرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ باقاعدہ منظّم قانون کے تحت تعمیرات ہوئیں اور جن رنگوں یعنی پینٹ سے دیواروں پر نقش و نگار کیے گئے وہ خام تیل کے بغیر حاصل کرنا ممکن ہے کیونکہ وہ پینٹ بنتا ہی خام تیل سے ہے جو زمین سے نکالا جاتا ہے۔ اور پھر جس مواد سے تعمیرات کی گئیں وہ مواد یعنی سیمنٹ تیار کرنے کے لیے بھی ایسے کیمیکلز ناگزیر ہوتے ہوتے ہیں جو خام تیل سے حاصل کیے جاتے ہیں اور جیسے تعمیرات کی گئیں وہ اس مشینری کے بغیر ناممکن ہیں جو مشینری آج تعمیرات کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ بغیر کسی شک و شبے کے جب یہ قوم ہلاک ہوئی تو اس وقت دنیا میں خام تیل سمیت وہ سب کچھ موجود تھا جو آج موجود ہے۔ درج ذیل تصاویر دیکھیں۔

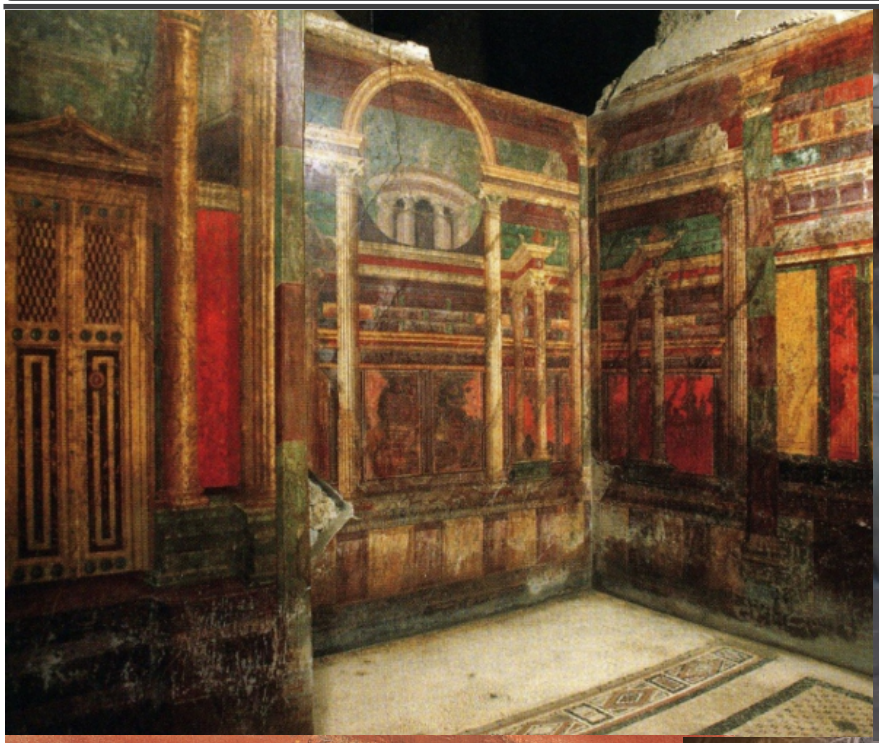

آل فرعون کے آثار۔ فرعون جو زمین پر سب سے اوپر والا ربّ ہونے کا دعویدار تھا یعنی وہ زمین سے اگاتا تھا، تمام فصلوں، سبزیوں، پھلوں وغیرہ کے بیجوں سے دوبارہ پیدا کرنے کی صلاحیت ختم کر کے بیج اس نے اپنے قبضے میں لیے ہوئے تھے۔ بادلوں کا نظام اس کے زیر تسلط تھا، نہری نظام اس کے زیر تسلط تھا۔ دنیا کی تاریخ میں ٹیکنالوجی کے لحاظ سے فرعون سے بڑھ کر کوئی نہیں گزرا سوائے ذالقرنین سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے۔

تصاویر میں فرعن کے تعمیر کردہ اہراموں کو بھی درج ذیل تصاویر میں دیکھا جا سکتا ہے ان اہراموں کو کیسے اور کس مقصد کے لیے تعمیر کیا گیا اس کی وضاحت کتاب کے آخری حصہ میں آئے گی مکمل تفصیل کیساتھ۔ فرعون کے پاس جو ٹیکنالوجی تھی اس میں سے آج جو چند آثار دریافت ہوئے ان سے اس کے پاس ٹیکنالوجی کا کسی حد تک اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ درج ذیل تصاویر میں دیکھیں۔

فرعون کی ان تعمیرات کے بارے میں آج تک دنیا کے بہت سے بڑے بڑے نامور سائنسدانوں نے تحقیقات کیں لیکن سب کے سب یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ آیا ان کی تعمیر کیسے کی گئی۔ یہ بڑے بڑے پتھر یہاں کہاں سے اور کس طرح لائے گئے اور انہیں کیسے اٹھا کر اتنی بلند پر ریاضی کے پیچیدہ ترین حساب سے رکھا گیا ان پتھروں کو تراشا کیسے گیا۔ اس لیے ان تمام سوالات کے جوابات دینے سے قاصر رہے کیونکہ آج موجودہ ٹیکنالوجی سے بھی نہ تو ایسے پتھر تراشنا ممکن ہیں اور نہ ہی ایسے اہراموں کی کسی قیمت تعمیر ممکن ہے۔ اس سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فرعون ٹیکنالوجی میں کس قدر بڑھ کر تھا۔ اللہ کے فضل سے ہم ان تمام تر سوالات کے جواب اللہ کی کتاب قرآن سے دیں گے جن کا دنیا کی کوئی طاقت انکار نہیں کر سکتی البتہ ان کی تصدیق ہی کی جا سکے گی۔ جس کی تفصیل کتاب کے آخری حصے میں آئے گی۔

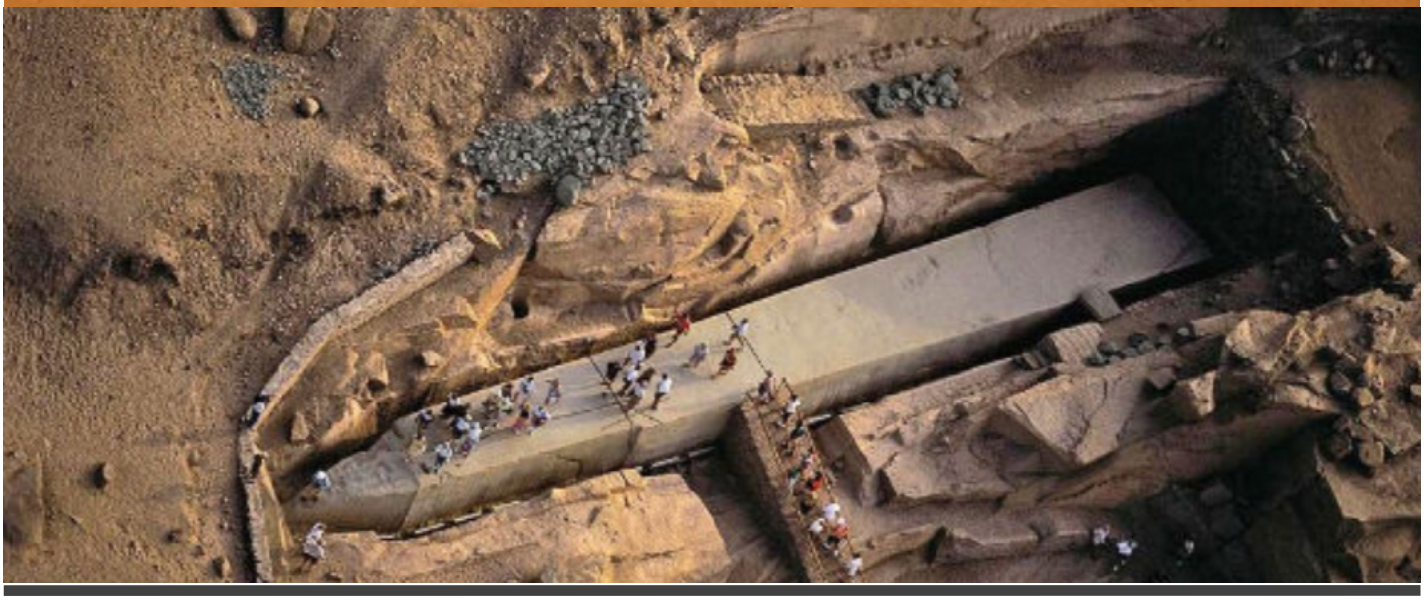

Cult Of The Ancient Gods

سب کی سب ہلاک شدہ قوموں میں جو مشترکات پائی جاتی ہیں ان میں ٹیکنالوجی سب کے پاس ایک جیسی تھی مگر کسی کے پاس زیادہ اور کسی کے پاس کم یہ بات الگ ہے۔ اور دوسری شئے جو مشترک تھی وہ اہرام ہیں یعنی پیرامیڈ اور ابلیس کا نشان، حیران کن طور پر یہ وہی نشان ہے جو مکہ میں منا میں واقع ہے جسے رجم کیا جاتا ہے یعنی پتھر مارے جاتے ہیں اور پھر اس سے بھی حیران کن بات یہ کہ قرآن میں بھی اسے ابلیس کہا گیا ہے اور آج بھی اسے انگلش میں اُبلس یعنی ابلیس کہا جاتا ہے۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ. ص ۷۷

اللہ نے کہا (اے ابلیس) پس نکل جا اس سے پس اس میں کچھ شک نہیں تجھے پتھروں سے مارا جاتا رہے گا۔

ایک طرف اسی ابلیس کے بت کو دوران حج منا میں پتھر مار کر اللہ کے سامنے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اے اللہ حج کے بعد ہماری عملی زندگی میں بھی اگر شیطان ہمارے سامنے آیا تو ہم اسے اسی طرح رجم کریں گے کیوں کہ وہ تیرے نزدیک رجیم ہے لیکن دوسری طرف پوری دنیا اس وقت اسی ابلیس کے نظام کے سائے تلے چل رہی ہے اور ابلیس کے اسی بت کو پوری دنیا کے ہر ملک میں سجایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جہاں عیسائیوں کا پیشوا پوپ بیٹھتا ہے اٹلی کے اندر ایک چھوٹی سی آزاد ریاست ویٹیکن میں وہاں بھی آپ کو یہ نظر آئے گا۔ پوری دنیا پر قابض امریکہ کے صدارتی محل وائٹ ہاؤس کے عین سامنے بھی یہی نظر آئے گا اور صرف یہی نہیں بلکہ آپ کو دنیا کے تمام ان ممالک میں بھی نظر آئے گا جو خود کو مسلم کہلواتے ہیں۔ تصاویر میں آپ دیکھ سکتے ہیں پاکستان کے شہر لاہور میں بھی یہی نصب ہے اور ترک کے دارالخلافہ استنبول کی ایک بڑی مسجد کہ باہر اور عین سامنے یہ نصب ہوا یہ کہتا نظر آتا ہے کہ اس مسجد کے اندر زبان سے لاکھ دعوے کرو کہ تمہارا ربّ اللہ ہے لیکن اس مسجد نامی عمارت سے باہر میں ہی تمہارا الٰہ ہوں۔ ویسے تو آج یہ مساجد بھی اسی کی ہیں نہ کہ اللہ کی۔

اہرام یعنی پیرامیڈ ایک عالمی نظام کی عکاسی کرتے ہیں۔اور ابلیس کا نشان اس نظام کے سربراہ کی عکاسی کرتا ہے اور ٹیکنالوجی وہ دجل ہے جس کی بنیاد پر انسان اللہ کے علاوہ اسے اپنا رب بناتا ہے یعنی ہر وہ کام جو اللہ سبحان وتعالیٰ کے کرنے والا ہے انسان اسی ٹیکنالوجی کے ساتھ خود کرتا ہے یعنی اللہ کا شریک بن جاتا ہے۔اور اس یعنی ٹیکنالوجی کے پیچھے یاجوج اور ماجوج ہیں جیسے اللہ سبحان وتعالیٰ کی کائنات میں نظام کو چلانے والی فوجیں اللہ کے ملائکہ ہیں۔

ان مشترکات سے جو چونکا دینے والی بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ پچھلی چھ ہلاک شدہ اقوام اور آج کے انسان کا ان کے نقش قدم پر جن ذرائع سے چلنا یعنی ٹیکنالوجی، اس کے پیچھے ایک ہی مشترکہ علم ہے۔یعنی جیسے اللہ کے ملائکہ ہیں اسی طرح اس دجل کے پیچھے جنات میں سے شیاطین کا ایک مخصوص گروہ ہے جسے پہلی قوم سے اب تک ابلیس اپنے ان مخصوص مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔اور جنات کا یہ وہی گروہ ہے جو یاجوج ہیں جنہیں ذالقرنین سلیمان علیہ السلام نے قید کیا تھا اور یہ کھلے محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت۔اور انسانوں میں سے شیاطین یاجوج کے اولیا ہیں یعنی اس مشن میں یاجوج کے معاون ہیں۔انسانوں میں یہی شیاطین موجود ہیں۔ماجوج یعنی مفسد جنات کے اس مخصوص گروہ کے علم کو عملی پائجامہ پہنا کر اس دجل کو تخلیق کرتے ہیں۔یاجوج کا تو شروع سے ایک ہی گروہ ہے لیکن ماجوج یعنی مفسد انسانوں کا گروہ ہر دور کا الگ تھا اور ہے کیونکہ جنات کے مقابلے انسان کی عمر بہت کم ہے۔اور جب بھی زمین پر اس دجل کے نتیجے میں تباہی آتی ہے تو اس کا شکار انسان ہی ہوتے ہیں نہ کہ جنات۔

یہ وہ ٹیکنالوجی تھی جس کے دھوکے میں آ کر انسان اللہ کا شریک بن بیٹھا اور یہ دعویٰ کر دیا کہ کون ہے جو اس سے قوت میں بڑھ کر ہے،اور اسے کوئی زوال نہیں پھر اس کا انجام کیا ہوا۔اور کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ انسان نے ایسا دعویٰ اپنی زبان سے کیا ہوا بلکہ قرآن اعمال کی زبان کی بات کرتا ہے۔انسان اپنے اعمال سے دعوے کرتا رہا اور آج بھی کر رہا ہے۔یہ سب اسی ٹیکنالوجی کی وجہ سے ہوا انسان اس دجل کا شکار ہو گیا۔جس کا جواب اللہ سبحان وتعالیٰ درج ذیل آیات میں اس طرح دیتے ہیں کہ پیچھے کسی بھی قسم کے شک وشبے کی گنجائش نہیں رہتی۔

پچھلی قوموں کیساتھ یہ جو سب کچھ ہوا کیوں ہوا اس کا اللہ سبحان وتعالیٰ ایک اور زاویے سے بھی بیان کرتے ہیں

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ج اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ.

السجدہ / فصلت ۲۵

اور مقرر کر دیئے ہم نے ان کے لیے ساتھی پس مزین کرتے تھے ان کے لیے جو کچھ ان کے درمیان ہاتھ کے اور جو ان کے پیچھے تھا اور حق ہو گیا ان پر قول امتوں میں تحقیق گزر چکیں ان سے پہلے جنوں اور انسانوں سے، اس میں کچھ شک نہیں تھے وہ خسارے والے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ . الاحقاف ۱۸

یہی ہیں جن پر حق ہو گیا قول امتوں میں تحقیق گزر چکیں ان سے پہلے جنوں اور انسانوں سے۔ اس میں کچھ شک نہیں تھے خسارے والے۔

ان کو بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہی کہا کہ اللہ نے آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے حق کیساتھ خلق کیا ان میں چھیڑ چھاڑ نہ کرو۔ اللہ کی آیات کے پیچھے نہ پڑو ورنہ تباہی آئے گی لیکن وہ نہ مانے اور جب انہوں نے اللہ کی ہدایات کے خلاف اللہ کے ساتھ شرک کیا۔ ٹیکنالوجی خلق کی جس سے ان کے لیے دنیا مزین ہو گئی اور پھر اس کے ردعمل میں ان پر ایسی تباہی آئی کہ وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔

احادیث کی روشنی میں دجّال کون ہے

احادیث کی روشنی میں دجّال کو سمجھنے اور اس کے علاوہ کتاب میں آگے آنے والے ابواب سے پہلے ہمارے لیے عربی کے بارے میں جاننا بہت ضروری ہے کیونکہ اگر ہم نے عربی کی اہمیت، اصولوں، قواعد وضوابط کو نہ جانا تو ہم کبھی بھی قرب قیامت کے حالات وواقعات اور فتنوں کے بارے میں نہیں جان سکیں گے۔ اور ہم احادیث کو اپنے ظن اور اندازوں سے سمجھنے کی کوشش کرتے رہیں گے جس سے نہ صرف خود گمراہ ہوں گے بلکہ دوسروں کی بھی گمراہی کا سبب بنیں گے۔ اس لیے آگے بڑھنے سے پہلے عربی کے بارے میں چند بنیادی باتیں سمجھ لیں۔

عربی اور دنیا کی باقی تمام زبانوں میں فرق

دین کو سمجھنے اور بلخصوص فتنہ دجّال سمیت قیامت سے متعلق تمام معاملات کو سمجھنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے عربی کی اہمیت کو جان لیں۔ عربی دنیا کی واحد ایسی زبان ہے جس کا ترجمہ دنیا کی کسی بھی زبان میں نہیں کیا جا سکتا۔ عربی دنیا کی واحد زبان ہے جو ہر وقت اور ہر شئے کا احاطہ کرتی ہے۔ یعنی مثال کے طور پر آج کوئی ایسی شئے جس کا وجود نہیں ہے اور کل کو وہ وجود میں آتی ہے تو اس شئے کا کوئی نہ کوئی نام تجویز کیا جائے گا جو پہلے سے اس زبان میں موجود نہیں ہوگا۔ جیسے کہ ہم گاڑی کو ہی لے لیں۔ اردو میں لفظ گاڑی، گاڑی کے وجود سے پہلے کوئی وجود نہیں رکھتا تھا۔ جیسے انگلش میں کار کا لفظ کار کی تخلیق سے پہلے اپنا کوئی وجود نہیں رکھتا تھا۔ جب شئے وجود میں آئی اس کے بعد یہ لفظ بھی وجود میں آیا۔

لیکن عربی اس خامی سے بلکل پاک ہے۔عربی دنیا کی واحد ایسی زبان ہے جس کا ہر لفظ بہت ہی وسعتوں کا حامل ہے۔کوئی بھی شئے جو پہلے وجود نہیں رکھتی تھی اور بعد میں وجود میں آئے عربی میں اس کا نام پہلے سے ہی طے کر دیا ہے۔یعنی عربی میں آپ کسی بھی لفظ کا اضافہ نہیں کر سکتے۔جو بھی نئی ایجاد آپ کریں گے اس کے لیے پہلے سے ہی عربی میں نام موجود ہوگا البتہ اس شئے کی الگ سے نشاندہی کے لیے آپ کو لفظ ایجاد کر سکتے ہیں لیکن وہ عربی زبان کا حصہ نہیں ہوگا نہ ہی وہ عربی کا لفظ کہلائے گا بلکہ وہ کسی اور زبان کا لفظ عربی لہجے کیساتھ روزمرہ کے استعمال میں لایا جائے گا۔ جیسے لفظ فیس بک یا ٹویٹر کو ہی لے لیا جائے جب عربی کے اصل سے ان کے لیے کوئی لفظ استعمال کیا جائے گا تو وہ لفظ استعمال کیا جائے گا جو فیس بک اور ٹویٹر وغیرہ کی صفات کا احاطہ کرے لیکن موجودہ دور کے تقاضے کو سامنے رکھتے ہوئے یہی الفاظ عربی لہجے کیساتھ استعمال کئے جائیں گے جو کہ وقت کی ضرورت ہے جیسے فیس بک اور تویتر، لیکن یہ عربی زبان میں داخل نہیں ہو سکتے نہ ہی یہ عربی کا حصہ بن سکتے ہیں۔

عربی کو سمجھنے کے لیے ہم چند الفاظ کو سامنے رکھ کر سمجھ لیتے ہیں۔

مثلا لفظ ''راس'' کو لے لیں۔جس کا ترجمہ ''سر'' کیا جاتا ہے جسے انگلش میں ہیڈ کہا جاتا ہے۔اب جب ہم نے عربی کے لفظ راس کا ترجمہ سر کر دیا تو اس کا نقصان کیا ہوگا ہم اسے سمجھ لیتے ہیں۔

مثال کے طور پر اگر آپ کے سامنے آپ کا دشمن موجود ہو اور آپ اپنے بھائی کو کہیں کہ وہ سامنے موجود دشمن کے راس پر گولی مارے۔تو وہ اس کے سر میں گولی مارے گا۔لیکن اگر آپ کے سامنے اونٹ ہو اور آپ اپنے بھائی کو کہیں کہ وہ اونٹ کے راس میں گولی مارے تو وہ اونٹ کے سر میں گولی مارے گا۔کیونکہ اس کو بتایا گیا کہ راس کا اردو ترجمہ سر ہے۔

لیکن اگر آپ کسی عرب کو یہ کہیں کہ وہ اس دشمن کے راس میں گولی مارے تو وہ اس کے سر میں گولی مارے گا لیکن جب آپ اسے کہیں گے کہ اونٹ کے راس میں گولی مارے تو وہ اونٹ کے سر میں نہیں بلکہ اونٹ کی کوہان یعنی جو اونٹ کی اوپر چوٹی نکلی ہوتی ہے اس میں گولی مارے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ نے اپنے بھائی کو حکم دیا کہ اونٹ کے راس میں گولی مارے تو اس نے اس کے سر میں گولی ماری لیکن جب وہی حکم آپ نے ایک عرب کو دیا تو اس نے اونٹ کے سر کی بجائے اس کی کوہان میں گولی ماری۔ایسا کیوں؟

کیا وہ عرب آپ کی بات نہیں سمجھ پایا؟ یا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ بنی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہم نے راس کا ترجمہ سر کر دیا تو اس سے مراد سر ہی ہوگا خواہ وہ کسی کا بھی ہو۔لیکن عربی میں راس سر کو نہیں کہتے بلکہ عربی میں راس کہتے ہیں کسی بھی شئے کے بلند مقام یعنی اس کی جو چوٹی ہوتی ہے اسے راس کہتے ہیں۔جب یہ لفظ کسی انسان کے لیے استعمال کیا جائے گا تو اس سے مراد انسان کی بلند ترین چوٹی ہوگا۔انسان کے جسم کی سب سے بلند چوٹی اس کا سر ہوتا ہے اس لیے اسے راس کہا جاتا ہے۔

اسی طرح انسان کے برعکس اونٹ کی چوٹی اس کا سر نہیں بلکہ اس کی کوہان ہوتی ہے اس لیے اسے راس کہتے ہیں نہ کہ اونٹ کے سر کو۔

اب ذرا تصور کریں کہ انسان یا ایسے جانوار موجود نہ ہوں جن کے سر ہوتے ہیں اس کے علاوہ باقی مخلوقات ہوں تو بھی عربی کے لفظ راس کا وجود ہے لیکن سر کا کوئی وجود نہیں۔جب کوئی ایسی مخلوق خلق کی گئی جس کا سر ہے تو اس کا الگ سے کوئی نام نہیں رکھا گیا یا رکھا جائے گا بلکہ اس کو راس کہا جائے گا۔راس کہتے ہیں کسی بھی شئے کی چوٹی والے مقام کو۔

اسی وجہ سے عربی کا ہر لفظ تمام کی تمام مخلوقات کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔عربی کے علاوہ دنیا کی کوئی بھی زبان ایسی نہیں جس کے ایک ہی لفظ کو تمام مخلوقات کے لیے استعمال کیا جا سکے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ عربی کا جو لفظ جس وقت اور جس شئے کے لیے استعمال کیا جائے گا وہ اسی وقت کا آحاطہ کرے گا اور اس شئے کی صفات کے مطابق ڈھل جائے گا۔

جیسے اگر لفظ راس کو ہم مخلوقات میں سے کسی بھی شئے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔مثلاً اگر ہم اسے درخت کے لیے استعمال کریں گے تو اس کا مطلب ہوگا درخت کا بلند ترین مقام یعنی درخت کی چوٹی۔اسی طرح پہاڑ کے لیے یا کسی بھی شئے کے لیے۔لیکن جب اس کا ترجمہ کر دیا جائے۔کہ اس کا ترجمہ سر ہے تو نہ صرف اس کا استعمال محدود ہو جائے گا یعنی صرف انہی مخلوقات کے لیے استعمال کیا جا سکے گا جن کا سر ہوتا ہے بلکہ اس سے نقصان یہ ہوگا کہ جیسے اگر اونٹ کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جائے تو اس سے مراد اس کی چوٹی ہوگا مگر ترجمہ کی رو سے اس سے مراد اس کا سر لے لیا جائے گا۔

اسی طرح لفظ " **ید** " کو لے لیں۔جس کا ترجمہ ہاتھ کیا جاتا ہے۔جب اس کا ترجمہ ہاتھ کر دیا جائے تو یہ لفظ صرف انہیں مخلوقات کے لیے استعمال کیا جا سکے گا جن کے ہاتھ ہوتے ہیں۔اور اگر جب یہ لفظ کسی ایسی مخلوق کے لیے استعمال کیا جائے گا جس کے ہاتھ ہوتے ہی نہیں تو بات سمجھ نہیں آئے گی۔

"**ید**" کہتے ہیں اس کو جس میں قوت ہوتی ہے جس سے کوئی کام کیا جا سکے۔یعنی اگر یہ لفظ عالم مادہ یعنی مادی دنیا کی اشیاء

کے لیے استعمال کیا جائے گا تو اس سے مراد کوئی ایسا آلہ ہوگا جس میں قوت ہوتی ہے جس سے کچھ کیا جا سکتا ہے، پکڑا جا سکتا ہے، اٹھایا جا سکتا ہے، کچھ بنایا جا سکتا ہے، کوئی بھی کام کیا جا سکتا ہے۔

انسان کے جسم میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے خصوصیات کے حامل جو اعضاء خلق کیے وہ ہاتھ ہیں اس لیے ہاتھوں کو بھی ید کہا جاتا ہے۔ جب یہ لفظ مادی اشیاء کے لیے بولا جائے گا تو اس سے مراد مادے کا کوئی ایسا آلہ ہوگا جس سے پکڑا جا سکے، کوئی کام کیا جا سکے، وزن اٹھایا جا سکے وغیرہ یعنی جو صفات ہاتھ میں پائی جاتی ہیں اسے عربی میں ید کہتے ہیں اور اگر یہ لفظ عالم نور میں استعمال کیا جائے تو وہاں اس سے مراد مادے کا کوئی آلہ نہیں بلکہ نور کی وہ قوت ہوگی جس میں ایسی صفات ہو پائی جائیں۔

اسی طرح لفظ **اذان** کو لے لیں۔ جس کا ترجمہ کیا جاتا ہے کان۔ عربی میں اذان کہتے ہیں لہروں کو موصول کرنے کا آلہ۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسان کو لہروں کو موصول کرنے کے لیے جو آلہ دیا اسے ہم کان کہتے ہیں۔ جب ترجمہ کان کر دیا جائے گا تو یہ محدود ہو جائے گا۔ اور جس کے لیے بھی استعمال کیا جائے گا پھر ہم اس شئے میں ایسے ہی کان تلاش کریں گے جیسے ہمارے کان ہوتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام مخلوقات کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے لہروں کو موصول کرنے کا آلہ لگایا ہے اور وہ کس کس نوعیت اور کس طرح کا ہے اس کا ہمیں تمام مخلوقات کے بارے میں شعور نہیں۔ اور نہ ہی اللہ سبحان وتعالیٰ نے تمام مخلوقات کو ہماری طرح کا آلہ یعنی کان کی شکل میں لگایا ہے۔

کان کو اذان اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ جسم میں لہروں کو موصول کرنے والا آلہ ہے۔

لسان. لہروں کو پیغام میں ڈھالنے والا آلہ

عربی میں ہر اس شئے کو جس میں لہروں کو پیغام میں ڈھالنے کی صلاحیت ہوتی ہے اسے لسان کہتے ہیں۔ اور جب ہم اس کا ترجمہ زبان کر دیں گے تو یہ نہ صرف محدود ہو جائے گا بلکہ اگر یہ کسی ایسی شئے کے لیے استعمال کیا جائے گا جس میں ہماری زبان کی طرح کی زبان نہیں ہوتی تو ہمیں اس کی کچھ سمجھ نہیں آئے گی۔

صوت. تھرتھراتی لہروں کو کہتے ہیں

جس کا ترجمہ آواز کیا جاتا ہے۔ آواز ہمارے دماغ کا ادراک ہوتا ہے آواز کا ہمارے دماغ سے باہر اپنا کوئی وجود نہیں ہوتا۔

آواز کی حقیقت لہریں ہیں جنہیں ہم اپنی زبان سے پیدا کرتے ہیں۔ جو لہریں ہمارے کانوں سے ٹکرا کر دماغ میں منتقل ہوتی ہیں اور ہمیں ان سے آواز کا ادراک ہوتا ہے۔ اور اگر ہم صوت کا ترجمہ آواز کر دیں تو نہ صرف یہ بہت محدود ہو جاتا ہے بلکہ اگر یہ لفظ درختوں، پہاڑوں وغیرہ کے لیے استعمال کیا جائے گا تو ہم سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔

الشعر. اس کا ترجمہ بال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ الشعر کہتے ہیں ان اجزاء کو جن سے بال بنتے ہیں۔ جسے آج ہم پلاسٹک، نائیلون، لک اسفلت وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔ کسی بھی شئے پر پائے جانے والے فلیکسی بل پلاسٹک یا نائیلون کو عربی میں الشعر کہتے ہیں۔ اگر یہ لفظ پرندوں کے لیے استعمال کیا جائے گا تو ان کے پروں پر موجود بالوں کو کہا جائے گا۔ اگر بھیڑ کے لیے استعمال کیا جائے تو اس سے مراد اس کے جسم پر موجود پلاسٹک، نائیلون، لک کو کہا جائے گا جسے ہم اردو میں اون کہتے ہیں۔ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے کہا کہ انسان کو طین سے خلق کیا گیا۔ طین کہتے ہیں کالے رنگ کے کیچڑ کو جو زمین میں پایا جاتا ہے۔ اس کیچڑ میں وہ تمام عناصر جن سے جسم پر بال بنتے ہیں ان عناصر کو الشعر کہا جاتا ہے۔ آج موجودہ دور میں ٹیکنالوجی نے اس سے پردہ ہٹا دیا جس سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسان کو خلق کیا جو اس سے پہلے اللہ سبحان وتعالیٰ کا غیب تھا۔ جسے آج ہم خام تیل کا نام دیتے ہیں۔ خام تیل میں تیل کے علاوہ وہ عناصر جن سے فلیکسی بل پلاسٹک اور نائیلون بنایا جاتا ہے انہیں الشعر کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس عربی میں سخت پلاسٹک کو ''ظفرۃ'' کہا جاتا ہے۔ جو کہ جانداروں میں ناخنوں، چرند، پرند وغیرہ میں پنجوں کی شکل میں پایا جاتا ہے اور کھروں والے جانوروں جیسے بکری، گائے، گدھا، گھوڑا اور سور وغیرہ کے کھروں پر موجود خول جو کہ پلاسٹک کا ہوتا ہے اسے ظفرۃ کہتے ہیں۔ یعنی کسی بھی شئے پر موجود سخت پلاسٹک کو ظفرۃ کہتے ہیں۔

اسی لیے قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بار بار انسان کو اپنی ہی ذات میں غور وفکر کرنے کا حکم دیا۔ کہ وہ یہ جانیں کہ اسے کیسے اور کس سے خلق کیا۔ اور ساتھ ہی اللہ سبحان وتعالیٰ نے مکمل راہنمائی بھی کر دی یعنی کہ کھول کر بیان کر دیا کہ اسے کیسے اور کس سے خلق کیا۔

اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا

بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ . الروم ۸

کیوں نہیں تفکر (غور وفکر، سوچ وبچار) کرتے اپنی ہی ذاتوں میں، نہیں خلق کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو بھی ان کے درمیان ہے مگر حق کیساتھ اور اجل مسمی یعنی اگر ان میں چھیڑ چھاڑ کی جائے گی تو ان میں خرابی اور تباہی آئے گی ان کا خاتمہ ہو جائے گا، اور اس میں کچھ شک نہیں اکثریت انسانوں سے اپنے رب کو اس سب کی پوچھ کچھ کیے جانے اور سزا و جزا کا انکار کرنے والی ہے۔

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا . نوح ۱۷

اور اللہ ہی ہے اگایا تم کو زمین سے نباتات کی شکل میں۔

ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا . نوح ۱۸

پھر تم واپس اسی زمین میں اسی حالت میں لوٹا دیئے جاؤ گے جیسے زمین سے نباتات کی شکل میں اگنے سے پہلے تھے اور جکالے گا تمہیں تو زمین نکال دے گی۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ . البقرة ۲۸

کیسے تم اس کا انکار کر سکتے ہو اللہ سے اور تم تھے اموات یعنی چھوٹے چھوٹے ذرات کی شکل میں پوری دنیا میں بکھرے پڑے تھے پس تمہیں حیا کیا یعنی ان ذرات کو کیسے اکٹھا کر کے تمہارے وجود کا حصہ بنا دیا پھر تمہیں موت دی جائے گی یعنی پھر اسی طرح ذرات میں تبدیل کر کے پوری دنیا میں بکھیر دیئے جاؤ گے پھر تمہیں حیا کیا جائے گا پھر اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسان کو سبزیوں، پھلوں، پھولوں، گھاس پھوس، فصلوں وغیرہ کی شکل میں زمین سے اگایا۔ گھاس پھوس کو دودھ اور گوشت وغیرہ میں تبدیل کیا۔ پھر دودھ اور گوشت وغیرہ سے ہمیں خلق کیا۔ اسی طرح پھل، سبزیوں وغیرہ کو ہمارے جسم کا حصہ بنایا۔ یہ سب زمین میں خام تیل سے ہی خلق ہوتا ہے۔ یعنی ہم جو کچھ بھی زمین پر دیکھتے ہیں، چاہے وہ رنگ ہوں، پھل، سبزیاں، پھول، جڑی بوٹیاں یعنی زمین سے نکلنی والی تمام نباتات ہوں، پرندے، کیڑے مکوڑے یعنی حشرات ہوں یا کسی بھی قسم کے جاندار سب کے سب کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے خام تیل کی شکل میں زمین کے اندر رکھ دیا۔ یہ خام تیل اُس خام مال کا ذخیرہ ہے جس سے اللہ سبحان وتعالیٰ زمین پر حیات وجود میں لاتے ہیں۔

خام تیل سے (Naphtha, Asphalt) وغیرہ نکالا جاتا ہے جسے عربی میں الشعر کہتے ہیں۔

Naphtha سے لاتعداد کیمیکلز بنتے ہیں جن سے پلاسٹک، نائیلون، ربڑ، رنگ وغیرہ سمیت لاتعداد مصنوعات بنائی جاتی ہے۔ اور اسفلت یعنی لک سے سڑکیں اور گھروں وغیرہ کی چھتیں بنائی جاتی ہیں۔

لک اور نافتھا کو عربی میں الشعر کہا گیا ہے۔ جس شئے میں بھی ان دونوں میں سے کچھ فلیکسی بل پایا جاتا ہے اسے الشعر کہتے ہیں۔

عین. عین عربی میں رنگوں کا ادراک کرنے والے آلے کو کہتے ہیں۔ یعنی ہر وہ شئے جس سے دیکھا جا سکتا ہے جو رنگوں کا ادراک کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اسے عین کہا جاتا ہے۔ انسان کے جسم میں اور مختلف جانداروں میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے دیکھنے کو جو آلہ لگایا ہے اسی وجہ سے اسے عین کہا جاتا ہے۔

عین کا ترجمہ آنکھ کیا جاتا ہے جو کہ بلکل غلط ہے۔ اس لیے کہ جب اس کا ترجمہ آنکھ کر دیا جائے گا تو آنکھ کے علاوہ ہر وہ شئے جو رنگوں کے ادراک کی خصوصیت کی حامل ہے اس پر اس کا اطلاق نہیں ہوگا۔ یعنی مختصر یہ کہ آنکھ میں جو صلاحیت وخصوصیات پائی جاتی ہیں جس شئے میں بھی وہ خصوصیات پائی جائیں اسے عربی میں عین کہا جاتا ہے

طیر. فضا میں تیرنے والی شئے۔ ہر وہ شئے جو فضا میں اڑتی ہے اسے عربی میں طیر کہا جاتا ہے۔ پرندے ہوا میں اڑتے ہیں اسی لیے انہیں بھی طیر کہا جاتا ہے۔

دجّال کا پس منظر

محمد رسول اللہ ﷺ نے دجّال کے بارے جس طرح راہنمائی کی اس کو نظر انداز کر کے اپنے اپنے ظن کے مطابق دجّال کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آج تک دجّال کے بارے میں جو عقائد و نظریات تخلیق کیے گئے ان میں حقیقت کا رائی برابر بھی عنصر شامل نہیں وہ محض ظن کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ ان کا علم سے دور دور تک کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک عقیدے کو بھی صحیح مان لیا جائے تو نہ صرف قرآن کا انکار ہوتا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی بہت سی وہ باتیں جو روایات کی صورت میں ہم تک پہنچی مشکوک بن جاتی ہے۔ جنہیں طرح طرح کی تاویلات پہنا کر، عربی متن کو چھپا کر، روایات کو من گھڑت قرار دے کر تسلی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن پھر بھی ایسا کرنے والے اپنے نظریے کو تقویت پہنچانے میں ناکام رہتے ہیں بلکہ الٹا ان کے نظریات کی بنیادیں مزید کھولی اور واضع ہو جاتی ہیں۔

ان شاء اللہ ہم ہر لحاظ سے اس موضوع کا احاطہ کریں گے تا کہ ہم پر حق واضع ہو جائے۔ کسی بھی معاملے کو سمجھنا آسان ہو جائے۔ ہمیں کسی بھی روایت جو کہ صحیح ہو جھوٹا قرار دینے کی جرأت ہو نہ ہی بے ہودہ قسم کی تاویلات کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے فتنہ دجّال کے ضمن جس حکمت کا مظاہرہ کیا وہ کسی بھی طور پر غیر معمولی معجزے سے کم نہیں۔ اور ایسا صرف اور صرف ایسا انسان ہی کر سکتا ہے جس کا براہ راست خالق و مالک والہ اللہ سبحان وتعالیٰ کے ساتھ رابطہ ہو۔ یہ صرف اور صرف اللہ سبحان وتعالیٰ کی راہنمائی ہی سے ممکن تھا اس کے علاوہ یہ ناممکن تھا۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے اس ضمن میں جو الفاظ استعمال کیے وہ بلکل ایسے ہی ہیں جیسے قرآن میں ہیں جو وقت کی قید سے آزاد اور ہر وقت کا احاطہ کرتے ہیں۔ حالانکہ محمد رسول اللہ ﷺ چاہتے تو ایسے الفاظ استعمال کرتے جو صرف اسی وقت کا احاطہ کرتے جس وقت دجّال نکلتا مگر اس کا کسی بھی سطح پر فائدہ نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ اگر محمد رسول اللہ ﷺ ایسے الفاظ استعمال کرتے تو پھر ہر ایک پر واضع ہو جاتا کہ دجّال تو تیرہ صدیوں بعد قیامت کے قریب ہی نکلنا ہے لحاظ تیرہ صدیاں تک کے ایمان لانے والے اسے نظر انداز کر دیتے اور کوئی بھی اہمیت نہ دیتے۔ کیونکہ ظاہر ہے اگر ہم آج سے ہزار سال پہلے موجود ہوتے تو ہم دجّال کے حوالے سے بلکل بے فکر ہو جاتے۔

اور دوسری بات یہ کہ آج جب دجّال موجود ہے سب پر اس کی حقیقت عیاں ہوتی اس کے باوجود اگر کوئی اس کے فتنے کا شکار ہوتا تو اس پر اتمام حجت ہو جاتی لیکن جبکہ یہ فتنہ اتنا سخت ہے کہ دنیا کا کوئی بھی انسان اس سے بچ نہیں سکتا تو پھر اس کا ذکر صرف اسی انداز میں کرنا ہی ہر صورت مفید تھا کہ کسی پر اگر اتمام حجت ہو تو صرف تب ہی جب کہ وہ اس کا حق دار ہو۔

پھر یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دجّالی قوتیں ایسے واضع علم کو دنیا کے انسانوں تک پہنچنے دیتیں؟

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں اور سب کا جواب صرف اور صرف اسی میں تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے ایسے الفاظ استعمال کیے کہ دنیا کا کوئی بھی انسان اس فتنے کے ڈر اور خوف سے خالی نہ رہے جس تک اس کی بھنک بھی پڑے۔ اور سب اپنے اپنے وقت میں اس کو سمجھنے اور اس سے بچنے کی فکر میں رہیں یوں ہر وقت کے مومن دجّال سے بچنے کے لیے حق سے چمٹے رہیں۔ دنیا میں ہر وقت کے مومن دجّال کے خروج سے پہلے تک اس وقت کے اعتبار سے ہر اس شئے کو دجّال قرار دیتے اور اس سے بچتے رہے جو شئے بھی انہیں آخرت سے غافل اور دنیاوی مال ومتاع کے قریب کرتی، ہر اس شئے کو دجّال قرار دیتے رہے جس سے دنیا مزین نظر آئے۔ جو دنیا کو مزین بنا دے جس سے انسان آخرت سے غافل ہوں جائیں۔ اور یہی وہ وجہ تھی جس وجہ سے محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسے الفاظ استعمال کیے کہ دنیا میں ہر وقت کے مومن دجّال کے فتنے کے ڈر اور خوف کی وجہ سے دنیا کو لات مارتے اور آخرت سے حب کرتے رہے۔

بلاشبہ ہر وہ شئے دجّال ہے جو ایسا دھوکہ ہو جس سے دنیا مزین ہو جائے اور انسان اس زینت کی وجہ سے دھوکے کا شکار ہو کر آخرت کا عملاً انکار کر بیٹھے خواہ زبان سے وہ لاکھوں دعوے کرتا رہے ایمان کے۔

ہر وقت کا دجّال الگ تھا یہ وہ یہ دجّال نہیں تھا جس کا خروج قیامت کے قریب ہونا تھا جو قیامت یعنی دنیا کی تباہی کا باعث بننا تھا۔ یہ دجّال نہ انسان ہے نہ جن۔ لیکن جو اس سے پہلے دجّال گزرے ہیں وہ ضرور انسانوں میں سے تھے۔ وہ کھانے پینے اور بازاروں میں چلنے کے محتاج تھے۔ جنسی حاجات کو پورا کرنے کے محتاج تھے۔ یعنی ہر اس شئے کے محتاج تھے جس کا کوئی بھی

انسان محتاج ہوسکتا ہے لیکن وہ دجّال اپنے زمانے کے لحاظ سے اس دجّال سے الگ اور مختلف تھے۔
ان تمام دجّالوں کے بارے میں محمد رسول اللہ ﷺ نے جو الفاظ استعمال کیے اس سے واضح کر دیا کہ وہ انسان ہوں گے۔
جیسا کہ ہم درج ذیل روایات میں دیکھ سکتے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: فی امتی کذابون ودجالون سبعة وعشرون، منهم اربعة نسوةٍ، وانی خاتم النبین لا نبی بعدی. مسند احمد، الضیاء، طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: میری امت میں ستائیس کذاب اور دجّال ہوں گے ان میں چار عورتیں ہوں گی اور میں خاتم النبین ہوں میری بعد نبی نہیں ہے۔

رسول الله ﷺ قال: کذابین یخرجان من بعدی، وکان احدهما العنسی والآخر مسیلمة. بخاری، ترمذی، بیهقی، ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا: میرے بعد دو کذاب نکلیں گے اور ان میں ایک عنسی اور دوسرا مسیلمہ ہوگا۔

اور محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کی صفات سے بھی آگاہ کر دیا۔ یہ دین کو بدلیں گے۔ ان دجّالوں کے بارے میں قطعاً یہ نہیں کہا کہ یہ بارش برسائیں گے، یہ زمین سے اگائیں گے یا یہ زمین کو اپنے خزانے نکالنے کا حکم دیں گے۔
لیکن ان کے برعکس جو دجّال قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اس کے بارے میں محمد رسول اللہ ﷺ نے جو ہماری رہنمائی کی ہمیں اسے الگ رکھ کر سمجھنا پڑے گا۔ قرب قیامت کا دجّال جو قیامت کا سبب بنے گا کے بارے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ روایات کو کسی بھی صورت اس سے پہلے گزرنے والے دجّالوں کے حوالے سے روایات کو خلط ملط نہیں کیا جا سکتا۔
اگر ہم ایسا کریں گے تو لامحالہ گمراہی کا شکار ہوں گے۔
ہمیں ہر بات کو سمجھنے سے پہلے یہ ضرور ذہن میں رکھنا ہوگا کہ ہمارے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان ۱۴۰۰ سالوں سے زائد مدت کا فرق ہے۔ اور جو روایات ہم سے پہلے گزرنے والے زمانوں کے لیے تھیں ہمیں ان کو الگ رکھنا پڑے گا۔ ایسا

ہرگز نہیں کہ سب کی سب روایات صرف قرب قیامت کے انسانوں کے لیے تھیں باقی جوان سے پہلے تھے ان کی راہنمائی کے لیے کچھ تھا ہی نہیں۔ ہر وقت کے تقاضے الگ الگ ہوتے ہیں۔ انہیں بھی ضرور ذہن میں رکھنا ہوگا۔

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن صیاد کے بارے میں قسم کھائی کہ یہی دجّال ہے نہ صرف عمر فاروق رضی اللہ عنہ بلکہ بہت سے اصحاب رسول رضوان اللہ اسے دجّال سمجھتے اور کہتے تھے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہی تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے دجّال کے بارے میں راہنمائی ہی اسی طرح کی جو ہر وقت کا احاطہ کرے۔ ہر وقت کا انسان خود کو قیامت کے قریب تصور کرے اور دجّال سے بچنے کے لیے فکر مند رہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے ابن صیاد کو دجّال کہا جانا اور محمد رسول اللہ ﷺ کا خاموش رہنا قطعاً اس بات کا ثبوت نہیں کہ ابن صیاد ہی وہ دجّال تھا اور خود اللہ کے نبی کو اس وقت اس کا علم نہیں تھا اور پھر اس سے یہ ثابت کیا جا سکے کہ ابن صیاد چونکہ انسان تھا تو دجّال بھی انسان ہی ہوگا۔

کسی بھی معاملے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی خاموشی اس بات کا ثبوت نہیں کہ وہ کام حلال یا جائز ہو جاتا ہے یا حلال یا جائز ہے۔ بلکہ جب ہم ایسا نظریہ قائم کریں گے تو لامحالہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار کر رہے ہوتے ہیں۔ نبی کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ سبحان وتعالیٰ کی مرضی کے مطابق گزرتا ہے۔ نبی ہر لمحے، نبوت کی پوری زندگی اللہ کی ہدایات کا محتاج اور پابند ہوتا ہے۔ نبی کو خود علم نہیں ہوتا کہ اس نے اگلے لمحے کیا کرنا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے نبی کو باقیوں کے لیے بہتر نمونہ یعنی اسوہ حسنہ بنانا ہوتا ہے۔

ہم شراب اور سود کی ہی مثال لے لیتے ہیں۔ شراب کی حرمت کا اعلان ہجرت کے چوتھے سال کیا گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا محمد رسول اللہ ﷺ کو اس سے پہلے شراب کی حرمت کا علم نہیں تھا؟

محمد رسول اللہ ﷺ کو شراب کی حرمت کا علم تھا اسی لیے تو انہوں نے خود نہ پی لیکن انہیں اس بات کا بھی علم تھا کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ بے شک شراب حرام ہے لیکن اس کی حرمت کا اعلان تب ہی کیا جائے گا جب اس کا وقت آئے گا اور وہ وقت کب آئے گا اس کا سب سے بہتر علم اللہ سبحان وتعالیٰ کو ہی ہے۔ جب اللہ سبحان وتعالیٰ نے شراب کی حرمت کا اعلان کرنے کو کہا تب اعلان کیا نہ کہ اس سے پہلے۔

لیکن اس سے پہلے محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے اللہ سبحان وتعالیٰ اس وقت کے مومنوں کو اس مقام پر لے کر آئے جہاں پر آ کر شراب کو بھی ترک کرنا تھا۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی پوری زندگی میں شراب سونگھی تک نہیں بچپن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس سے محفوظ رکھا اور

جب باشعور ہوئے تو انہیں خود اس بات کا علم تھا کہ شراب حرام ہے۔اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے بہت سے اصحاب ایسے تھے جنہوں نے پہلے بھی شراب نہ پی۔اور بہت سے ایسے تھے جو شراب کی حرمت کے اعلان سے پہلے ہی اسے ترک کر چکے تھے۔اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ اس مقام پر پہنچ چکے تھے جہاں پر شراب انسان کے لیے اس طرح حرمت والی ہو جاتی ہے کہ پھر اگر وہ فعل انجام دیا جائے گا تو سزا ملے گی۔لیکن یہ انفرادی سطح پر معاملہ تھا نہ کہ مجموعی سطح پر۔

اب ایسے ہی اصحاب رسول میں سے کچھ اگر کسی ایسے موقعہ پر سوال کرتے یعنی کہ ابھی شراب کی حرمت کا اعلان نہیں ہوا لیکن انہیں اس کا علم ہو چکا ہے کہ شراب حرام ہے لیکن جب وہ عام سطح پر لوگوں کو شراب پیتا دیکھتے تو محمد رسول اللہ ﷺ سے اگر عام لوگوں کے سامنے سوال کرتے تو محمد رسول اللہ ﷺ خاموش رہتے۔اس کی وجہ یہ ہوتی کہ وہ اللہ کے حکم کے محتاج ہیں۔اس سے پہلے اگر ہاں کریں گے تو فائدے کی بجائے الٹا نقصان ہوگا کیونکہ ابھی معاشرہ اس سطح پر نہیں پہنچا کہ شراب کی حرمت کا عام اعلان کر دیا جائے اور اگر ایسا کیا گیا تو فائدے کی بجائے نقصان، یعنی اصلاح کی بجائے الٹا فساد ہو گا اس وجہ سے محمد رسول اللہ ﷺ خاموش رہتے۔اور پھر ایسے اصحاب رسول اس خاموشی سے سمجھ جاتے اور اپنے سوال پر اصرار نہ کرتے۔

پھر نہ ہی محمد رسول اللہ ﷺ انکار کرتے کیونکہ جو شئے حرام ہے اس کو حلال کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔اس لیے اللہ سبحان وتعالیٰ کے نبی نہ ہاں اور نہ ہی ناں کرتے بلکہ خاموش رہتے۔لیکن جب ایسے کسی معاملے میں کسی ایسے شخص کی طرف سے سوال ہوتا جو براہ راست محمد رسول اللہ ﷺ کی بجائے اصحاب رسول سے ایسی بات سنتا اور یقین نہ ہونے کی وجہ سے وہ سوال کرتا اور محمد رسول اللہ ﷺ خاموش رہتے اور اس کے بار بار اصرار کرنے پر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ بھی ہو جاتا۔اور ایسا ہو بھی کیوں نہ۔

کیوں کہ جب انہیں اس بات کا علم تھا کہ دجّال مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتا اور ابن صیاد ہی دجّال ہے تو وہ دجّال کیسے ہو سکتا ہے وہ تو مدینے میں ہے۔

اس کا جواب بھی روایات کا بغور مطالعہ کرنے سے ہو جاتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو اس وقت اس بات کا علم نہیں تھا کیونکہ اگر اس وقت اس بات کا علم ہوتا تو محمد رسول اللہ ﷺ ایسا ہرگز نہ کہتے کہ اگر یہ وہی ہے تو اسے عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہی قتل ہونا ہے تم اسے نہیں پا سکتے۔اور اس سے یہ بات بھی واضع ہو جاتی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اس وقت یہ علم تھا کہ دجّال کون ہے اور کیا ہے۔اسی لیے تو محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسا کہا۔

لیکن اس علم کے باوجود جو اصحاب رسول ابن صیاد کے دجّال ہونے کی قسمیں کھاتے تو اس سے مراد وہ قرب قیامت والا

دجّال نہیں بلکہ اس وقت کا دجّال ابن صیاد تھا۔ جس کا شمار ان دجّالوں میں تھا جو قرب قیامت کے دجّال سے پہلے ظاہر ہوں گے۔ کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ اصحاب رسول ابن صیاد کو قرب قیامت والا دجّال ہی سمجھتے تھے تو کیا اس سے پہلے، تیس، ستر، چھہتر، چالیس، تین یا اس سے زائد دجّال ظاہر ہو چکے تھے؟

نہیں تو پھر وہ کیسے ابن صیاد کو قرب قیامت والا دجّال کہہ سکتے تھے؟

بات کو مختصر کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ ہر وقت کا دجّال الگ تھا۔ اس وقت کے تقاضے کے مطابق ابن صیاد دجّال تھا لیکن ابن صیاد وہ دجّال نہیں جو قرب قیامت والا دجّال اکبر ہے۔ اس وقت کے تقاضے کے مدنظر اگر کسی میں ایسی صلاحیت تھی جو انہیں آخرت سے غافل کر کے دنیا میں مگن کر دے تو وہ ابن صیاد میں بخوبی موجود تھی۔ اس پر شیاطین جنات کا غلبہ رہتا تھا۔ اس وقت کا غیر معمولی ذہانت کا حامل انسان ابن صیاد ایسی باتیں بتاتا تھا کہ سامنے والے جن کو علم نہ ہوتا ان کو بہکانا، گمراہ کرنا اس کے لیے کوئی مشکل نہیں تھا۔ ہم آج ہی کی مثال لے لیتے ہیں۔ آج جو کچھ بھی نہیں کر سکتے ان کے بارے میں یہ مشہور کر دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص بہت پہنچا ہوا ہے پیر صاحب بہت کامل ہیں تو جاہل تو دور کی بات خود کو پڑھے لکھے کہلانے والے دور جدید کے بڑے بڑے عقل مند بھی اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ تو ابن صیاد کا تو معاملہ ہی بلکل الگ تھا۔ وہ لوگوں کو ان کے اکیلے انفرادی کیے جانے والے کاموں سے آگاہ کر دیتا تھا۔ اور اگر آپ نے کوئی کام کیا ہو یا جس کا آپ کے علاوہ انسانوں میں سے کسی کو علم نہیں اور کوئی انسان آپ کو بتا دے کہ آپ نے فلاں وقت ایسا کام کیا تو یہ غیر معمولی بات ہو جاتی ہے۔ ابن صیاد کو ایسی باتوں کا علم شیاطین جنات اس کی طرف وحی کرتے تھے۔

اس وقت کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن کی یہ آیت بہت صراحت سے اس کا ذکر کرتی ہے۔

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ . الانعام ۱۲۱

اور اس میں کچھ شک نہیں شیاطین وحی کرتے ہیں اپنے اولیاء (جو ان کے مشن میں ان کے معاونین ہیں) کی طرف

☆ رسول اللہ ﷺ نے کہا: دجال کے خروج سے پہلے ستر سے اوپر دجال نکلیں گے۔ الدر المنثور، نعیم بن حماد، سنن الواردہ، ابو یعلی

☆ رسول اللہ ﷺ نے کہا: میری امت میں ستائیس کذاب اور دجال ہوں گے ان میں چار عورتیں ہوں گی۔مسند احمد، الضیاء، طبرانی، کنز العمال

☆ رسول اللہ ﷺ نے کہا: اور نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ کھڑے ہوں تیس سے قریب دجال۔مسند احمد، مسلم ، بخاری، ابو داؤد، ترمذی، کنزالعمال

☆ رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ نہ نکلیں تیس دجال کذاب۔ ابن ابی شیبہ، کنز العمال

☆ رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں کہ ساعت سے پہلے دجّال ہے اور دجّال سے پہلے کذاب ہوں گے تیس یا زیادہ۔ طبرانی، کنز العمال

☆ رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں دجال سے پہلے چھہتر دجال ہوں گے۔ الدر المنثور، ابن ابی شیبہ

اسی طرح وقت گزرتا گیا ہر وقت کے تقاضے کے مطابق دجّال بھی گزرتے رہے۔وہ چھہتر تھے،ستر تھے، چالیس تھے،تیس تھے،تین تھے،اس سے زائد یا اس سے کم وہ سب گزر چکے۔آج ہم اس وقت میں موجود ہیں جس وقت میں اس دجّال کی موجودگی ناگزیر ہے جس سے تمام کے تمام انبیاء اور محمد رسول اللہ ﷺ نے بہت شدت سے ڈرایا۔

قرب قیامت نکلنے والا دجّال

دجّال اکبر

جس کو سمجھنے کے لیے ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کی اس راہنمائی کو قبول کرنا ہوگا۔اس پر عمل کرنا ہوگا۔

☆رسول اللہ ﷺ نے کہا: تحقیق کہ دجّال کھانا کھا چکا اور بازاروں میں گھوم پھر چکا۔ مسند احمد

یعنی وہ دجّال جو کھاتے پیتے تھے پھر جب کھاتے تھے تو کھانے سے جو حاجات لاحق ہوتی ہیں انہیں بھی پورا کرتے تھے، بازاروں میں تمہاری ہی طرح گھومتے پھرتے وہ دجّال گزر چکے۔اب ایسا ہرگز نہیں کہ تم آج بھی اسی دجّال کی صفات کو سامنے رکھ کر دجّال کو سمجھنے اور پہچاننے میں لگے رہو۔جان لو اگر تم نے ایسا کیا تو تم دجّال کو نہ صرف کبھی بھی جان نہیں پاؤ گے بلکہ الٹا اس کو اپنا رب بنائے ہوئے ہوگے۔

رسول الله ﷺ قال: الدجّال لا يولد له. مسند احمد

رسول اللہ ﷺ نے کہا: دجّال ہے نہیں جنم دیا جائے گا اس کو

وہ دجّال جو کسی کی اولاد تھے اور خود ان کی بھی اولاد تھی وہ گزر چکے لیکن جو دجّال اکبر ہے جس کی وجہ سے قیامت آئے گی جو ربّ بنے گا لوگوں کو اپنی غلامی کی دعوت دے گا وہ نہ جنم دینے والا ہوگا نہ ہی اسے جنم دیا جائے گا۔

ليس الدجال انسان، انما هو شيطان. نعيم بن حماد

ہرگز نہیں دجّال انسان، اس میں کچھ شک نہیں جو دجّال ہے وہ شیطان ہے۔

ليس هو انسان، انما هو شيطان. نعيم بن حماد

وہ یعنی دجّال ہرگز انسان نہیں ہوگا، اس میں کچھ شک نہیں جو ہوگا وہ شیطان ہوگا۔

بہت سی روایات میں ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس شئے کو شیطان قرار دیا جو انسان کی ضرورت سے زائد ہے اور رسول اللہ ﷺ نے انسان کی ضرورت صرف اور صرف سر ڈھانپنے کے لیے چھت اور زندہ رہنے کے لیے یعنی زندگی گزارنے کے لیے کھانے کو قرار دیا اس کے علاوہ جو کچھ بھی انسان کے پاس ہے وہ شیطان ہے۔

رسول الله ﷺ قال: (الدجّال) مختلف الخلق. نعيم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا دجّال ہوگا مختلف الخلق یعنی دجّال کئی مختلف مخلوقات ہوں گی۔ طرح طرح کی مخلوقات دجّال ہوں گی۔

یہاں تک بلکل واضح ہو جاتا ہے کہ قرب قیامت نکلنے والا دجّال انسان نہیں ہوگا بلکہ وہ مختلف مخلوقات ہوں گی جو انسان کے لیے شیطان ہوں گی۔ اور شیطان ہر وہ شئے کہلاتی ہے جو انسان کی ضرورت سے زائد ہو۔ انسان کی ضرورت زندہ رہنے کے لیے کھانا اور سر ڈھانپنے کے لیے چھت ہے اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہوگا وہ انسان کے لیے شیطان ہوگا۔

یقول انا ربکم الاعلیٰ. ابن کثیر

دجّال کہے گا میں ربّ ہوں تمہارا سب سے اوپر۔

دجّال کہے گا کہ میں تمہارا ربّ ہوں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیسے کہے گا کہ میں تمہارا ربّ ہوں اور پھر اس پر ایمان کیسے لایا جائے گا یا اس کا کفر اور اللہ کے ربّ ہونے پر ایمان کیسے لایا جائے گا؟

اس میں سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ وہ کہے گا کہ میں تمہارا ربّ ہوں۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا ربّ کون ہے؟

ہمارا ربّ اللہ سبحان وتعالیٰ کی ذات ہے۔

ہمارا ربّ اگر اللہ سبحان وتعالیٰ کی ذات ہے تو ضرور اللہ سبحان وتعالیٰ نے بھی کہا ہوگا کہ میں تمہارا ربّ ہوں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ہمارے ربّ کس طرح ہیں۔اللہ سبحان وتعالیٰ کا یہ دعویٰ کرنا کس طرح سے ہے؟ جب تک ہمیں ان سوالات کے جوابات نہیں ملیں گے تب تک ہم دجّال کو نہیں پہچان سکتے۔تب تک ہم اللہ کے علاوہ اوروں کو جانے یا انجانے میں اپنا ربّ بنا بیٹھیں گے خواہ ہم کتنے ہی مخلص کیوں نہ ہوں۔

آپ اگر اپنی زندگی میں غور وفکر کریں کہ کبھی ایسا ہوا ہو کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے آپ کو براہ راست آپ کی زبان میں یہ کہا ہو کہ میں تمہارا ربّ ہوں؟ کبھی آپ کو ایسی آواز سنائی دی ہو؟ کیا کبھی ایسا ہو؟

ایسا کبھی نہیں ہوا۔ہمیں سب سے پہلے یہ جاننا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ہمارے ربّ کس طرح ہیں۔اللہ سبحان وتعالیٰ کا اپنے ربّ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔اس کے لیے ہم لفظ ربّ کے معنی کو جان لیتے ہیں۔

ربّ. ربّ کہتے ہیں ایسی ذات جو خلق کرے، خلق کر کے مخلوق کو اس کی تمام ضروریات بھی خلق کر کے مہیا کرے اور جس مقصد کے لیے اسے خلق کیا اس پر وہ مقصد واضع کرے اور اسے اس مقصد کو پورا کرنے کا حکم دے۔اگر مخلوق وہ مقصد پورا کرے تو اس کو اس کا بدلہ حسن دے اور اگر اس میں کوئی کمی، کوتاہی، سستی، لاپرواہی کرے یا سرے سے ہی انکار کر دے تو اس کو اس کی سزا بھی دے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے جب ہمارا وجود نہیں تھا تو ہمیں خلق کیا جس سے ہمارا وجود ممکن ہوا۔

کیسے خلق کیا؟ اس کے لیے قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بار بار غور وفکر کرنے کا حکم دیا۔ جب ہم اپنی ہی خلق میں غور وفکر کریں تو ہم پر باقاعدہ واضع ہو جاتا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایک منظّم نظام کے تحت ہمیں خلق کیا۔ یعنی اس نظام کے تحت جو نظام اللہ سبحان وتعالیٰ نے کسی بھی مخلوق کو خلق کرنے کے لیے وضع کیا اگر کوئی مخلوق اس نظام کے تحت خلق ہوگی تو اس کا ربّ اللہ سبحان وتعالیٰ کی ذات ہے۔ اور اگر اس کے علاوہ کسی اور نظام، طریقے یا ذریعے سے کوئی شئے خلق ہوتی ہے جو اللہ کا وضع کردہ نہیں تو اس کا ربّ اللہ کی بجائے کوئی اور ہوگا۔

پھر اللہ سبحان وتعالیٰ ہمیں خلق کر کے ہمیں ہماری تمام ضروریات مہیا کرتے ہیں۔ ہمیں کھانے پینے کو جو بھی چاہیے وہ اللہ سبحان وتعالیٰ خلق کر کے ہمیں مہیا کرتے ہیں جب ہم اس میں بھی غور وفکر کریں تو ہم پر واضع ہو جاتا ہے کہ کیسے اللہ سبحان وتعالیٰ ہماری ضروریات خلق کر کے ہمیں مہیا کرتے ہیں۔

اس کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایک نظام وضع کر دیا۔ جس کے مطابق زمین میں بیج بویا جاتا ہے اس میں سے فصل نکلتی ہے اور ایک نظام کے تحت ہم تک پہنچتی ہے۔ کوئی بھی شئے خلق کرنے کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے مختلف مخلوقات کو ان کی ذمہ داری سونپ دی جس میں انسان کو یہ ذمہ داری دی گئی کہ اس نے صرف اور صرف زمین میں ہل چلا کر اس میں بیج بونا ہے اور اس کے بعد جب فصل تیار ہو جائے گی تو اسے کاٹ کر محفوظ کر لینا ہے۔

اسی طرح باقی ضروریات کے لیے بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایسا ہی نظام وضع کر دیا۔ جس کے مطابق ایک لوہار اوزار بنائے، جولاہا کپڑا بنے، ترکھان لکڑی وغیرہ سے ضرورت کا سامان تیار کرے، کمہار برتن بنائے اسی طرح انسانوں کو مختلف قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہر قبیلہ اپنا اپنا کام کرے اس کے بعد وہ آپس میں ایک دوسرے سے لین دین کر کے دنیا میں جس مقصد کے لیے بھیجا اسے پورا کریں۔ کسی نے بھی اپنی حد سے تجاوز نہیں کرنا۔ اس طرح تمام انسانوں کا اپنا اپنا معاش ہوگا وہ ایک دوسرے کے محتاج ہوں گے۔ ان کا ایک دوسرا کا اس طرح محتاج ہونا ہی گویا کہ اللہ کا محتاج ہونا ہے کیونکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنے ربّ ہونے کا یہی نظام وضع کر دیا۔

اسی طرح اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہمارے سواری کے ذرائع خلق کیے۔ جن میں گدھا، گھوڑا، اونٹ وغیرہ ہیں۔

ہماری خوراک کے لیے مختلف پھل، سبزیاں، پھول وغیرہ فطرت پر اگائے۔ ہمارے رہن سہن کے طور طریقے وضع کر دیئے۔ اسی طرح اللہ سبحان وتعالیٰ نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی عذاب دیں گے ہر ایک کا حساب کتاب ہوگا۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسانوں کی راہنمائی کے لیے اپنے انبیاء بھیجے۔

انبیاء، نبی کی جمع ہے اور نبی نبا سے ہے نبا کہتے ہیں خبر کو اور نبی کہتے ہیں خبر دینے والے کو۔ کہ تمہارے لیے کیا فائدہ مند ہے کیا نقصان دہ ہے، کیا کھانا ہے اور کیا پینا ہے، کیسے کھانا ہے اور کیسے پینا ہے، کیا اگانا ہے اور کیسے اگانا ہے، معاش کیسا ہوگا اور طریقہ کیا ہوگا، حتیٰ کہ اٹھنے بیٹھنے سمیت دنیا میں کس مقصد کے لیے بھیجے گئے سب کے سب کی خبر دے۔

اب اللہ کے علاوہ کوئی بھی ایسی ذات جو ایسے کام کرتی ہے، کرے گی یا کر رہی ہے وہی دجّال اکبر ہے۔ کیونکہ جو صفات دجّال اکبر کی ہیں وہ اس کے علاوہ باقی کسی دجّال میں نہیں ہیں۔

یہ ہے اللہ سبحان وتعالیٰ کا ربّ ہونا۔

آج ہم اپنی زندگی میں نگاہ دوڑائیں اگر تو ہم ان شرائط پر پورا اترتے ہیں تو واقعتاً ہمارا ربّ اللہ سبحان وتعالیٰ ہے اور اگر نہیں تو ہمارا ربّ اللہ نہیں بلکہ ہم نے اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنا ربّ بنایا ہوا ہے خواہ ہمیں اس کا اندازہ ہو یا نہ ہو۔ خواہ ہم اسے تسلیم کریں یا نہ کریں۔ خواہ ایسا جان بوجھ کر کر رہے ہیں یا انجانے میں۔ وجہ کوئی بھی ہو زبان سے ہم بے شک رات دن ایک کیے رہیں کہ ہمارا ربّ اللہ ہے لیکن ہم اللہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے وہ سبحان ہے۔ ہم خود کو دھوکا دے سکتے ہیں اور دے رہے ہوں گے۔

رسول الله ﷺ قال: انی قد حدثتکم عن الدجّال حتی خشیت ان لا تعقلوا. ابو داؤد

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں میں نے تمہیں دجّال کے بارے میں جو بھی ایجادات، حادثات، واقعات ہوں گے سب بیان کر دیا اس کے باوجود مجھے یہ یقین ہے کہ وہ تمہاری عقلوں میں نہیں آئے گا۔

حدث. بیان کرنا، ایجادات، واقعات، حادثات، مصائب وغیرہ۔

خشی. یقینی خطرہ، یعنی جس بات کا خدشہ ہو وہ ہو پوری ہو کر رہے گی۔ جیسے یہ لفظ سورۃ الکہف میں اللہ کے غلام اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی استعمال ہوا ہے۔ جب اللہ کے غلام (روایات کے مطابق ان کا نام حضر تھا) نے ایک نابالغ

بچے کو قتل کیا اور یہ کہا کہ انہیں خشی ہوئی کہ اگر وہ بڑا ہوتا تو والدین کو کفر میں مبتلا کرتا اس لیے قتل کر دیا۔ اس موقعہ پر یہی لفظ **خشی**. آیا ہے۔جس کا مطلب ہے کہ اس بچے کے بارے میں جو خدشہ تھا وہ یقینی تھا یعنی اگر وہ بچہ بڑا ہوگا تو ضرور ایسا کرے گا۔

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کو سامنے رکھیں تو رسول اللہ ﷺ اس وقت بتا تو اپنے اصحاب کو رہے تھے جو کہ سامنے موجود تھے لیکن اصل مخاطب وہ تھے جن کی زندگیوں میں دجّال کا خروج ہونا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ دجّال جو بھی ہے یعنی جو بھی ایجادات ہیں، حادثات، واقعات ہیں ان سب سے میں نے تمہیں آگاہ کر دیا بتا دیا لیکن اس کے باوجود دجّال تمہاری عقلوں میں نہیں آئے گا اور اللہ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے بلکل سچ کہا آج تک دجّال کو کوئی نہ پہچان سکا، کسی کی عقل میں نہ آیا یہاں تک کہ وہ نہ صرف نکل چکا بلکہ جو کچھ اس نے کرنا تھا وہ کر چکا اب پیچھے صرف رہ گیا تو اس کا ابن مریم کے ہاتھوں باب لد کیساتھ قتل ہونا باقی رہ گیا۔ لیکن ہر کوئی دجّال کے بارے میں بلند و بانگ دعوے کر رہا ہے اور ہر کوئی اپنی اپنی عقل کیمطابق دجّال بنا کر بیٹھا ہوا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے مطابق دجّال کو سمجھنے اور اس سے بچنے کے لیے راتوں کی نیند حرام ہو جانی چاہیے۔ ان شاء اللہ جیسے جیسے آپ کتاب کو پڑھتے جائیں گے ویسے ویسے آپ کے پاؤں تلے سے زمین سرکتی چلی جائے گی اور واضع ہو جائے گا کہ آج ہم کس وقت میں موجود ہیں۔ اور دنیا کی کوئی طاقت ان حقائق کو جھٹلا نہیں سکتی جو آگے کتاب میں آئیں گے حتیٰ کہ کتاب کا آخری حرف آ جائے۔

دجّال

دجال آحادیث کی روشنی میں

رسول الله ﷺ قال: ما كانت فتنة ولا تكون حتى تقوم الساعة أعظم من فتنة الدجال وما من نبى الا وقد حذر قومه، ولأخبرنكم بشيء ما أخبر به نبى : انه أعور وأشهد ان الله ليس بأعور. حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں تھا فتنہ اور نہ ہوگا یہاں تک کہ قائم ہو جائے گی قیامت اعظم فتنہ دجّال سے اور نہیں کوئی نبیوں سے مگر اور تحقیق ڈرایا اپنی قوم کو اور میں خبر دیتا ہوں تمہیں ساتھ شئے کہ نہیں اس کیساتھ خبر دی کسی نبی نے، اس میں کچھ شک نہیں وہ اعور ہوگا یعنی عیب دار، خامیوں ونقائص والا ہوگا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس میں کچھ شک نہیں اللہ اعور نہیں ہے یعنی اللہ عیب دار نہیں ہے اللہ جو بھی خلق کرتا ہے وہ ہر عیب سے پاک خلق کرتا ہے۔

فتنة. اسے ایک مثال سے سمجھ لیتے ہیں مثال کے طور پر ایک ایسی شئے خلق ہوتی ہے جو اس سے پہلے موجود نہیں اور دنیا میں اس کی بہت زیادہ مانگ ہوتی ہے۔ مثلاً وہ ایک صابن ہے جو بالوں کے لیے بہت اچھا ہے اور ہر کوئی اسے استعمال کرتا ہے۔

اب کسی کے دل میں لالچ پیدا ہوتا ہے تو وہ ایسا کرتا ہے کہ اس کی نقل تیار کرتا ہے۔ جو بھی نقل تیار کیا جاتا ہے وہ ایسے بنایا جاتا ہے کہ اصلی شئے اس کے سامنے نقلی نظر آئے۔ اب جب آپ دوکان پر جاتے ہیں تو ایک ہی لیبل میں درجنوں صابن موجود ہیں لیکن ان میں سے ایک اصل ہے اور باقی سب جعلی ہیں۔ آپ خرید کر لے آئیں گے لیکن جب آپ استعمال کریں گے تب آپ کو علم ہوگا کہ یہ تو جعلی ہے۔ جب تک مارکیٹ میں ایک ہی صابن تھا جو کہ اصلی تھا تو کوئی بھی جائے خواہ اس کے پاس علم ہو یا نہ ہو، وہ بچہ ہو یا بوڑھا ہو کوئی بھی ہو اسے کوئی مسئلہ پیش نہیں آئے گا وہ اصلی صابن خرید لائے گا لیکن جب جعلی بھی آ گئے تو خواہ کتنے ہی علم والا انسان کیوں نہ ہو اس پر امتحان پیدا ہو جاتا ہے کہ آیا ان میں سے اصلی کون سا ہے۔ اس طرح کے امتحان کو عربی میں فتنہ کہتے ہیں۔

آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لیکر قیامت تک دجّال کے فتنے سے اعظم کوئی فتنہ نہیں۔

اَعظم۔ اس کا مادہ عظم ہے جس کے معنی ہڈی کے ہیں۔ ہڈی میں ایک تو سختی پائی جاتی ہے دوسرا مضبوطی تیسرا ہڈی مڑتی نہیں اور چوتھا ہڈی جسم میں پائی جاتی ہے اگر جسم سے ہڈی نکال دی جائے تو جسم کی کوئی اہمیت وحیثیت نہیں رہتی۔ جس میں بھی ایسی خصوصیات پائی جاتی ہوں اسے اعظم کہتے ہیں۔

دنیا میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسان کو جس مقصد کے لیے بھیجا اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ایک فارمولا یعنی طریقہ بتا دیا۔ صرف اور صرف وہی ایک طریقہ ہے جس پر عمل کر کے انسان دنیا میں آنے کا مقصد پورا کر کے جہنم کی آگ سے سلامتی پا سکتا ہے اسی وجہ سے اس طریقے کا نام اسلام رکھا گیا۔ جب تک دنیا میں زندگی گزارنے کا ایک ہی طریقہ ہوگا تب تک کسی کو رائی برابر بھی مشکل پیش نہیں آئے گی دنیا میں آنے کے مقصد کو جاننے اور اسے پورا کرنے کے طریقے کو جاننے میں۔ لیکن جب اس کے مقابلے پر دنیا میں آنے کے اور مقاصد بھی وضع کر دیے جائیں ایک طریقے کے مقابلے پر مزید طریقے وضع کر دیے جائیں تو وہ فتنے کہلائیں گے اس لیے کہ پھر انسانوں کو ان میں اسے دنیا میں آنے کے اصل مقصد کو پہچاننے میں مشکل پیش آئے گی اس مقصد کو پورا کیسے کرنا ہے اس کے لیے کیا طریقہ ہے جب ایک سے زائد طریقے ہوں گے تو ان میں سے اصل طریقے کو پہچاننے کے لیے انسان پر امتحان واقع ہو جائے گا کہ آیا ان میں سے اصل کونسا ہے اسے فتنہ کہتے ہیں۔

دنیا میں جتنے بھی فتنے تھے یا ہیں ان میں سے اگر دجّال کا فتنہ نکال دیا جائے تو باقی فتنوں کی بلکل ایسے ہی اہمیت وحثیت ہوگی جیسے اگر جسم سے تمام ہڈیاں نکال دینے سے جسم کی اہمیت وحثیت رہ جاتی ہے۔ دجّال کے علاوہ جتنے بھی فتنے ہیں ان کو پہچاننا

بہت آسان ہے لیکن دجّال کا فتنہ ایسا فتنہ ہے کہ بڑے سے بڑے علم والے بھی اس کو پہچاننے میں ناکام ہو جائیں یہ ایسا اعظم فتنہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ تمام کے تمام انبیاء نے اپنی قوموں کو اس سے ڈرایا۔ روایت میں لفظ **حذر** آیا ہے جس کے معنی ایسے خطرے سے ڈر کے ہیں جو خطرہ سامنے موجود ہو۔ یہ لفظ کھول کر واضع کرتا ہے کہ جتنے نبیوں نے اپنی قوموں کو دجّال کے فتنے سے ڈرایا اس وقت یہ فتنہ سامنے موجود تھا اور پھر جب ان کی قومیں نہ ڈریں تو ان کا انجام کیا ہوا اس کا اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں پھیر پھیر کر ہر لحاظ سے کھول کر بیان کر دیا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ کسی نبی نے بھی ایسی خبر نہیں دی جیسی خبر انہوں نے اپنی امت کو دی اور وہ یہ ہے کہ دجّال اعور ہوگا اور اللہ جو ہمارا ربّ ہے وہ ہرگز اعور نہیں۔ اعور کہتے ہیں عیب دار ہونے کو نامکمل کام کرنے کا، کسی بھی شئے کو ایک ہی رخ سے دیکھنے کو کہ جو بھی کام کیا جائے اس کو ایک رخ سے ہی کیا جائے دوسرا رخ نہ دیکھ پانا جس وجہ سے شئے عیب دار ہوگی۔ یہی سب سے بڑی اور آسان ترین صورت ہے دجّال کی پہچان کی۔ ہر وہ شئے جس میں عیب ہو وہ دجّال ہوگا دجّال کی خلق کردہ ہوگی۔ اللہ سبحان ہے اللہ کے لیے صرف اور صرف حمد ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ کا ہر کام ہر لحاظ سے مکمل ہوتا ہے۔ ان شاء اللہ اس کی مزید وضاحت آگے آتی جائے گی۔

رسول الله ﷺ قال: مابين خلق آدم الى قيام الساعة خلق اكبر من الدجال. مسلم

رسول اللہ ﷺ نے کہا آدم علیہ السلام کی خلق سے لیکر ساعت کے قائم ہونے تک دجال سے بڑی کوئی خلق نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ سے ایک بات واضع ہوتی ہے کہ دجّال خلق ہوگی یعنی دجّال تخلیق ہوگا۔ اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ سبحان وتعالیٰ کے قانون میں یہ ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ایسی کوئی مخلوق خلق کریں؟ کیونکہ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے کئی مقامات پر یہ بات واضع کر دی کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے سب کے سب اللہ کے عباد ہیں یعنی

اللہ کے غلام ہیں سوائے شریر جنوں اور شریر انسانوں کے۔ اور اللہ سبحان ہے یعنی اللہ پاک ہے اس سے کہ وہ کوئی ایسی خلق کرے جس میں خامیاں ہوں۔قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہ بھی واضع کر دیا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے کسی بھی شئے میں کوئی فرط نہیں کیا یعنی ہر شئے کو ہر لحاظ سے مکمل اور خامیوں ونقائص سے پاک خلق کیا رائی برابر بھی کہیں کوتاہی نہیں کی۔اور پھر اللہ سبحان وتعالیٰ اپنی کسی بھی خلق کو کوئی ایسی حکم نہیں دیتے جس میں کوئی خامی ہو۔اللہ سبحان وتعالیٰ کے لیے صرف اور صرف ہے ہی حمد۔ اور جب دجّال کے بارے میں بات کی جائے تو دجّال تو ہے ہی خامیوں، خرابیوں اور نقائص سے بھرا ہوا اور وہ تو اللہ کے مقابلے پر وہ کرے گا جو اللہ سبحان وتعالیٰ کرتے ہیں یعنی اللہ کے ساتھ شریک بنے گا۔

آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان میں صرف اور صرف دو ہی مخلوقات ایسی ہیں جو اللہ کی نافرمان ہیں اور وہ جن اور انسان ہیں۔ اس لیے کہ ان دو مخلوقات کو مرضی کا اختیار دیا گیا ہے اس لیے یہ اللہ کی نافرمانی کرتی ہیں۔ ان دونوں مخلوقات کو زمین پر بسایا گیا لیکن زمین کا اختیار انسانوں کو دیا گیا اور جنوں کو صرف اور صرف یہ اختیار حاصل ہے کہ انسانوں کو وسوسے کر کے اپنے مقصد کو پایا تکمیل تک پہنچا سکتے ہیں ورنہ جنات براہ راست زمین کے معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتے کیوں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہ اختیار صرف انسان کو دیا ہے۔

دجّال جب ایک مخلوق ہوگا تو اگر وہ جنوں یا انسانوں میں سے ہو تو اس کا خلاق بلاشبہ اللہ کی ذات ہے لیکن اگر وہ جنوں یا انسانوں میں سے نہ ہو ان کے علاوہ کوئی الگ مخلوق ہو تو اس کا خالق اللہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ کے لیے صرف حمد ہے اور اللہ اس سے پاک ہے۔تو پھر اس کا خالق صرف اور صرف انسان ہی ہوسکتا ہے۔ پیچھے گزر چکا ہے اور آگے مزید آئے گا کہ دجّال نہ تو جن ہے اور نہ ہی انسان بلکہ مختلف الخلق ہے یعنی دجّال طرح طرح کی مخلوقات ہیں۔ جو کہ ٹیکنالوجی ہے۔ ٹیکنالوجی کا خالق انسان ہے اور یہی ٹیکنالوجی دجّال ہے۔اگر ٹیکنالوجی دجّال نہیں تو پھر دجّال کا کوئی وجود نہیں ہے۔

اس کی تصدیق رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل الفاظ سے بھی ہو جاتی ہے۔

رسول الله ﷺ قال: اللهم انی اعوذبک من فتنة الدنیا یعنی فتنة الدجال. بخاری

رسول اللہ ﷺ نے کہا اے اللہ میں تیرہ پناہ میں آتا ہوں دنیا کے فتنے سے یعنی فتنہ دجال۔

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے دوٹوک دنیا کے فتنے کو فتنہ دجّال کہا۔ اور دنیا کا فتنہ کیا ہے اس پر قرآن میں بار بار آیا

ہے یعنی حیاۃ الدنیا، دنیا کا مال ومتاع، جنہیں ہم آسانیوں، سہولتوں، آسائشوں اور ترقی وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔

(رسول الله ﷺ قال) وصفته أنه افحج. نعیم بن حماد

صفة. وصف، کردار، خصوصیات، معیار، صلاحیت، جس سے نمایاں ہونا۔

افحج. کسی بھی شئے میں ٹیڑ پن کا ظاہر ہونا یا معذوری کا پیدا ہونا۔ مثلاً ہڈیوں، ہاتھ، پاؤں، ٹانگوں وغیرہ میں ٹیڑ پن ہونا یا کوئی معذوری ہونا۔ اسی طرح کسی بھی شئے میں ٹیڑ پن ہونا یا کسی بھی حوالے سے مفلوج ہونا۔

(رسول اللہ ﷺ نے کہا) اور اس کی یعنی دجّال کی صلاحیت، خصوصیات، معیار اور کردار یہ ہوگا کہ وہ ہر شئے میں ٹیڑ پن پیدا کر دے گا، ہر شئے کو مفلوج کر دے گا۔ اور یہی شئے اسے یعنی دجال کو نمایاں کرے گی یہی اس کی پہچان کا باعث ہوگی۔

افحج کو سمجھنے کے لیے درج ذیل تصاویر کو دیکھیں۔

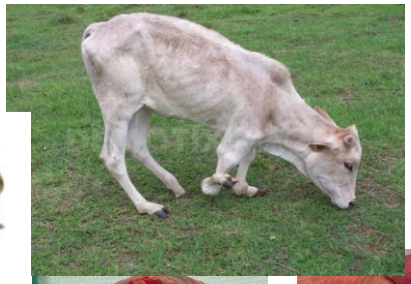

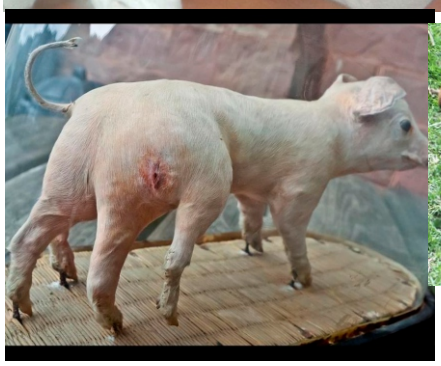
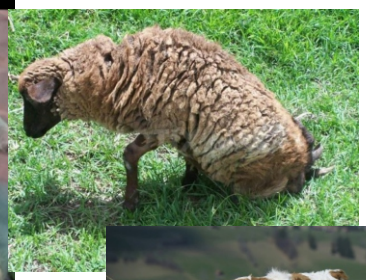

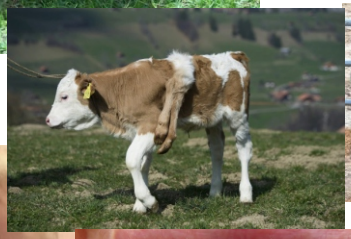

© Channel 7 Sunday Night

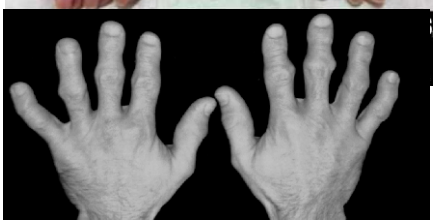

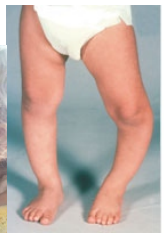

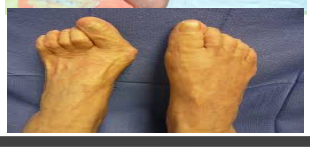

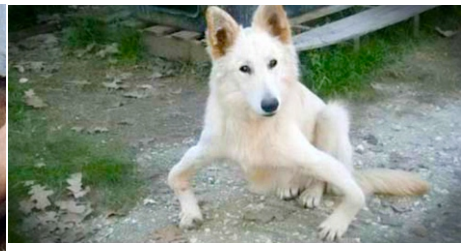

یہ چند تصاویر ہیں لفظ انفج کو سمجھنے کے لیے۔انفج کے معنی ٹیڑی ٹانگوں والے کے لیے جاتے ہیں جو کہ بلکل نامکمل معنی ہیں۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنا لازم ہے کہ اللہ سبحان ہے یعنی اللہ پاک ہے اللہ سبحان وتعالیٰ کے ہر کام میں حمد ہوتی ہے جس کام میں یا جس شئے میں بھی کوئی خامی ہو خواہ وہ رائی برابر ہی کیوں نہ ہو اس کی ذمہ داری اللہ پر عائد نہیں ہوگی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کوئی بھی ایسا کام نہیں کرتا جس میں رائی برابر بھی کوئی خامی ہو۔کائنات میں کہیں بھی کوئی نقص،خرابی یا خامی وغیرہ پیدا ہوتی ہے یا ظاہر ہوتی ہے تو اس کی ذمہ داری صرف دو ہی مخلوقات پر عائد ہوگی وہ جن اور انسان ہیں۔ نافرمان جنوں اور انسانوں کے علاوہ اس کائنات کی ہر شئے اللہ کی غلام ہے۔دجال کی سب سے بڑی شناخت ہی یہی ہوگی کہ وہ انفج یعنی مخلوقات کو مفلوج کردے گا عیب زدہ کردے گا۔ کوئی بھی مخلوق اگر عیب زدہ ہوتی ہے تو اس کی بنیادی وجہ اس کی خوراک ہوتی ہے۔مثلاً جیسا مواد ہوگا اسی معیار کی شئے بنتی ہے۔ جب یہ سب ہوگا تب دجال موجود ہوگا۔اور اس سب کی وجہ غذا بن رہی ہے موجودہ غذا ظاہراً تو بہت اچھی نظر آتی ہے لیکن اس کا باطن بیماریوں،خامیوں اور نقائص سے بھرپور ہے اس لیے یہ دجال ہے۔تمام کی تمام مصنوعی غذا جو غیر فطرتی ہے وہ دجال ہے۔

(رسول الله ﷺ قال: الدجّال) مختلف الخلق. نعیم بن حماد

(رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ دجّال) مختلف الخلق ہوگا یعنی دجّال طرح طرح کی مخلوقات ہوں گی۔

کون سی طرح طرح کی مخلوقات دجّال ہوں گی؟ جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے جائیں گے انشاءاللہ سب واضع ہوتا چلا جائے گا۔ بہرحال اگر ہم پیچھے بیان کردہ الفاظ کو ان الفاظ کے ساتھ جوڑیں تو پتہ چلے گا کہ دجّال ایسی طرح طرح کی مخلوقات ہوں گی جو اشیاء میں ٹیڑ پن پیدا کریں گے جو اشیاء کو مفلوج کر دیں گی، عیب زدہ، نقائص والا اور خامیوں والا کر دیں گی۔

(رسول الله ﷺ قال) احدی یدیه أطول من الاخری. نعیم بن حماد

(رسول اللہ ﷺ نے کہا) اس کا یعنی دجّال کا ایک ید لمبا ہوگا دوسرے سے۔

جیسا کہ پیچھے لفظ ید کے معنی گزر چکے ہیں ہم انسان ہیں تو جب لفظ ید آتا ہے تو فوراً ہمارے ذہن میں ہمارے ہاتھ کا نقشہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہاتھ کو ید کہتے ہیں۔ لیکن عربی میں ہاتھ کو ید نہیں کہتے بلکہ عربی میں ید کہتے ہیں ایسی قوت کو جس سے کچھ کیا جا سکے۔ اگر یہ لفظ عالم مادہ کے لیے استعمال ہوگا تو اس کے معنی ہوں گے کہ ایسا آلہ جس میں قوت ہوتی ہے اور جس سے کچھ کیا جا سکے، کچھ بنایا جا سکے اسی وجہ سے انسان کی ذات میں ایسے آلے کو ہاتھ کہا جاتا ہے۔ اور اگر یہی لفظ عالم نور کے لیے استعمال ہوگا یا عالم نار کے لیے استعمال ہوگا تو وہاں وہ عالم مادہ سے ماروا ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر آج ہم پہاڑوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں لیکن اگر ایسا ہوتا کہ پہاڑ اللہ کے غیب میں سے ہوتے یعنی انسان انہیں نہ دیکھ سکتا اور پہاڑوں کے لیے لفظ ید کا استعمال کیا جاتا تو انسان یہی سمجھتا کہ جبال نامی مخلوق کے بھی ایسے ہی ید یعنی ہاتھ ہوتے ہیں جیسے ہمارے ہیں لیکن حقیقت اس کے بلکل برعکس ہے۔

لفظ ید کے سب سے آسان معنی یہ ہیں کہ جو خصوصیات انسان کے ہاتھ میں پائی جاتی ہیں۔ جیسے اس سے کچھ پکڑا جاتا ہے، اٹھایا جاتا ہے، اٹھا کر ادھر ادھر رکھا جاتا ہے، کچھ دھکیلا جا سکتا ہے وغیرہ جس شئے میں بھی یہ خصوصیات ایسی قوت پائی جائے وہ شئے ید کہلائے گی۔

تصاویر میں ہم دجّال کے ید دیکھ سکتے ہیں ان میں ایک دوسرے کی نسبت لمبا ہے یا بڑا ہے۔

ACE 15XWE
CASE
KOBELCO
CRANE HIRE

(رسول الله ﷺ قال) احدى يديه أطول من الاخرى، يغمس الطويلة منها فى البحر، فيبلغ قعره. نعيم بن حماد

(رسول اللہ ﷺ نے کہا) ایک یداس کا لمبا ہوگا دوسرے سے، ان سے جو لمبا ہوگا وہ سمندر کی گہرائی میں چلا جائے گا پس پہنچے گا کھدائی کر کے اس کی نچلی سطح میں۔

آج دجال کا یہ لمبا ''ید'' پکڑنے یا کچھ کرنے کا آلہ سمندروں کی گہرائیوں میں کھدائی کر کے نچلی سطح میں گیا ہوا ہے اور زمین میں اللہ کے چھپا کر رکھے ہوئے غیب میں سے خزانے نکال رہا ہے جسے ہم خام تیل یا سیال سونا کا نام دیتے ہیں۔ تصاویر میں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ ہزاروں میٹر گہرے سمندروں کی تہہ میں سینکڑوں میٹر سوراخ کر کے دجال کا ید زمین کے خزانے نکال رہا ہے۔

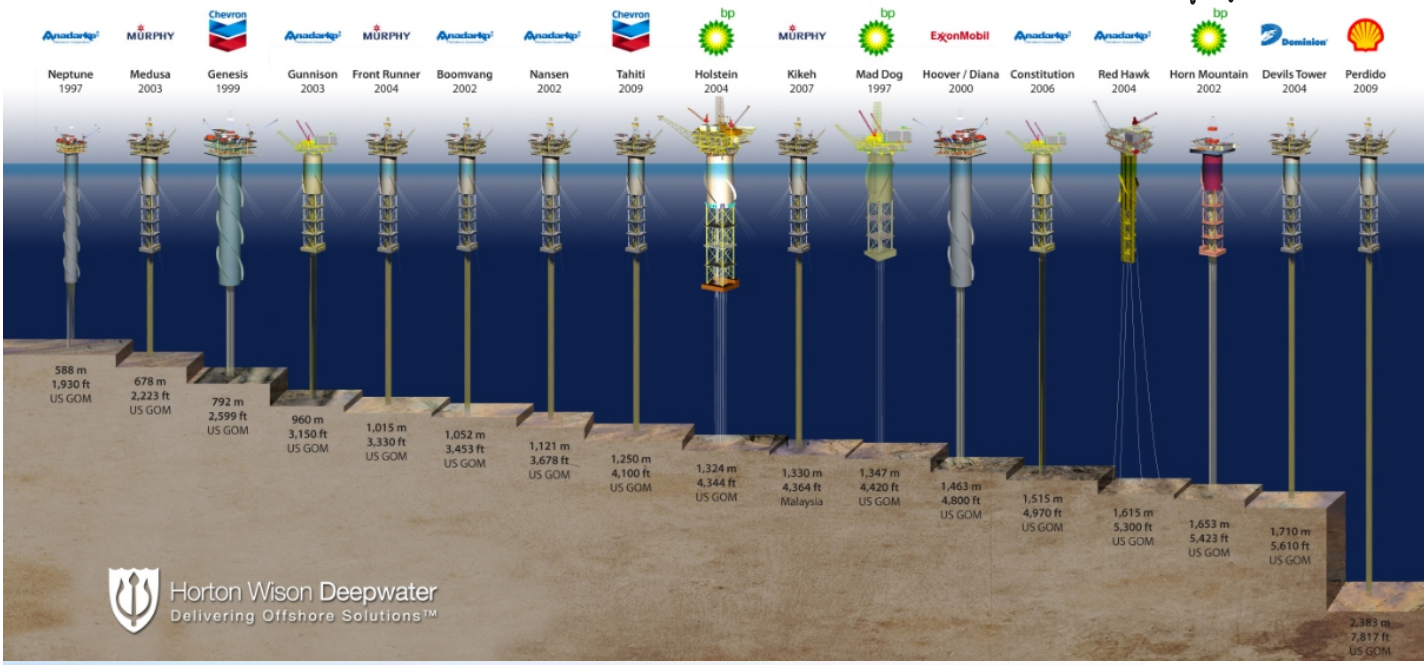

(رسول اللہ ﷺ قال)ان الدجال اعور عینه الیمینی کانها عنبة طافیة.

النهایه فی الفتن و الملاحم

(رسول اللہ ﷺ نے کہا)اس میں کچھ شک نہیں دجّال کا دیکھنے کا آلہ ایک طرف ہوگا دایاں جیسے کہ وہ ہوگا باہر نکلا ہوا پانی پر تیرتا ہوا۔

عین. دیکھنے کا آلہ

عنبة. کسی شئے کا باہر نکلے ہونا جیسے انگور کا دانہ ہو۔

طافیة. سمندر میں یا پانی کی سطح پر کسی شئے کا تیرتے رہنا۔ جیسے پانی میں کوئی شئے پھینکی جائے تو وہ پانی کی سطح پر تیرتی ہے اسے **طافیة** کہتے ہیں۔

آج سمندروں میں دیکھنے اور سمندروں کی سطح کے نیچے تک گہرائیوں میں دیکھنے کے لیے جن آلات کا استعمال کیا جاتا وہ بلکل رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ پر پورا اترتے ہیں۔ یہی دجّال کا دیکھنے کا وہ آلہ ہے جس سے زمین سمندر کی گہرائیوں حتیٰ کہ اس میں نیچے زمین کی تہوں میں دیکھا جاتا ہے کہ وہاں کیا کیا موجود ہے اور پھر انہیں دجال کے ید کیساتھ نکالا جاتا ہے۔ یہ بلکل ٹھیک رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق باہر کو نکلا ہوا سطح سمندر پر تیر رہا ہوتا ہے۔

تصاویر میں دیکھئے۔

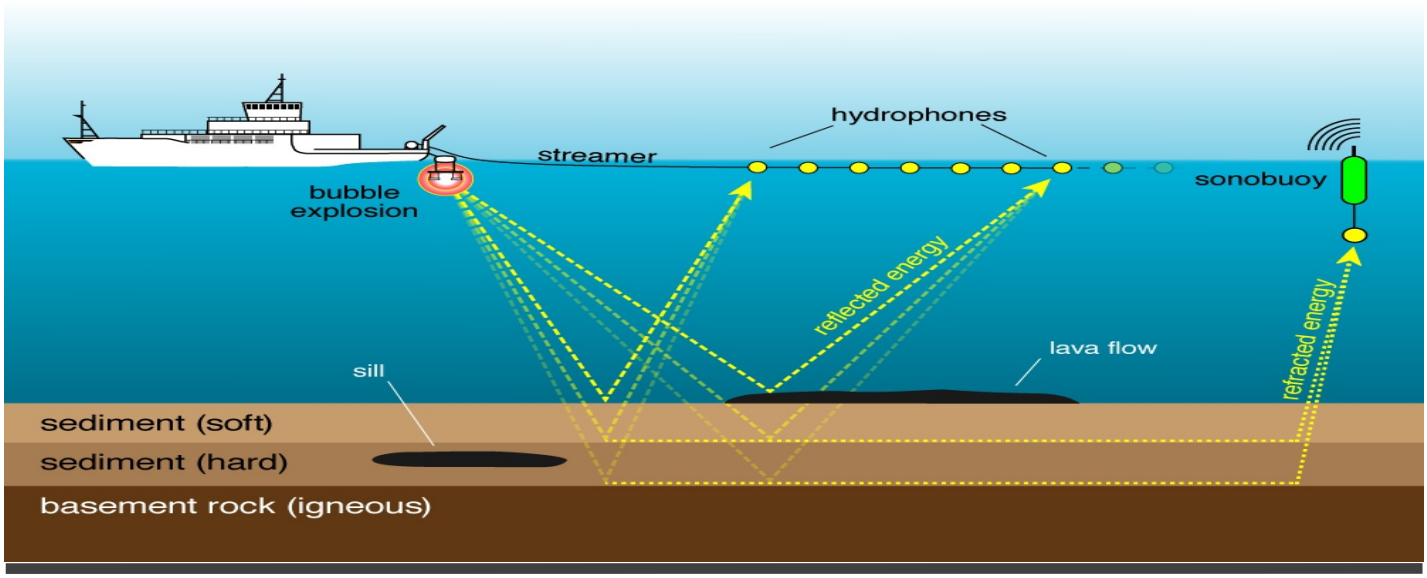

انہیں بووے کہتے ہیں ان کی مختلف اقسام ہیں جن میں سے کچھ سمندر کی تجزیاتی معلومات محفوظ کر کے بذریعہ سیٹلائیٹ ارسال کرتے ہیں۔ مثلاً یہ لمحہ بہ لمحہ سمندر میں پیدا ہونے والی لہروں، ہوا، شدت وغیرہ کی تمام معلومات بھیجتے ہیں اور انہیں معلومات کی بنیاد پر موسموں میں تغیر و تبدل کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور سمندروں میں پیدا ہونے والے طوفانوں وغیرہ کی بھی معلومات اسی ذریعے سے حاصل کی جاتی ہیں۔

اس کے علاوہ یہ سمندر کی سطح کا معائنہ کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں یعنی سمندروں میں دیکھنے کے لیے اور سمندر کے اندر سطح زمین کی گہرائیوں میں بھی انہی کی مدد سے دیکھا جاتا ہے آواز کی لہروں اور ان لہروں کو موصول کر کے ان کا ادراک کرنے کی صلاحیت رکھنے والے آلات ان میں نصب ہوتے ہیں۔ جن کے ذریعے سمندروں کی گہرائیوں میں دیکھا جاتا ہے۔

(رسول الله ﷺ قال) وتسخر له الجبال والأنهار والسحاب. نعیم بن حماد

(رسول اللہ ﷺ نے کہا) اور مسخر ہو جائیں گے اس کے لیے پہاڑ، نہریں اور بادل۔

آج دجّال یعنی ٹیکنالوجی کی مدد سے جیسے جی چاہتا ہے پہاڑوں کو پھوڑا جاتا ہے ان میں سے جو جی چاہتا ہے نکالا جاتا ہے۔ اس ٹیکنالوجی کے ذریعے آج پہاڑ مسخر ہو چکے۔ اور اسی سے نہریں بھی مسخر ہو چکیں۔ ڈیم بنا کر جیسی جی چاہتا ہے نہریں کھودی جاتی ہیں جب جی چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ان میں پانی چھوڑا جاتا ہے اور جب جی چاہتا ہے روک لیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح بادل بھی مسخر کیے جا چکے اور وہ بھی اسی دجّال سے ہی ہوا آج اسے ہارپ کا نام دیا جاتا ہے۔

درج ذیل تصاویر میں دیکھیں۔

موجودہ دور میں ہارپ کے ذریعے بادلوں کو مسخر کیا جا چکا ہے اس کے علاوہ کلاؤڈ سیڈنگ یعنی بادلوں کی بوائی کے نام پر بھی بادلوں کو مسخر کیا جا چکا ہے۔ جہاز کے ذریعے یا ہائی پریشر پمپ مشین کے ذریعے فضاء میں تین عناصر کے مرکب سے تیار کردہ کیمیکل چھڑکا جاتا ہے جس کے ذریعے بادل وجود میں آتے اور بارش برستی ہے۔ تصاویر میں دونوں طریقوں کو وضع کیا گیا ہے۔

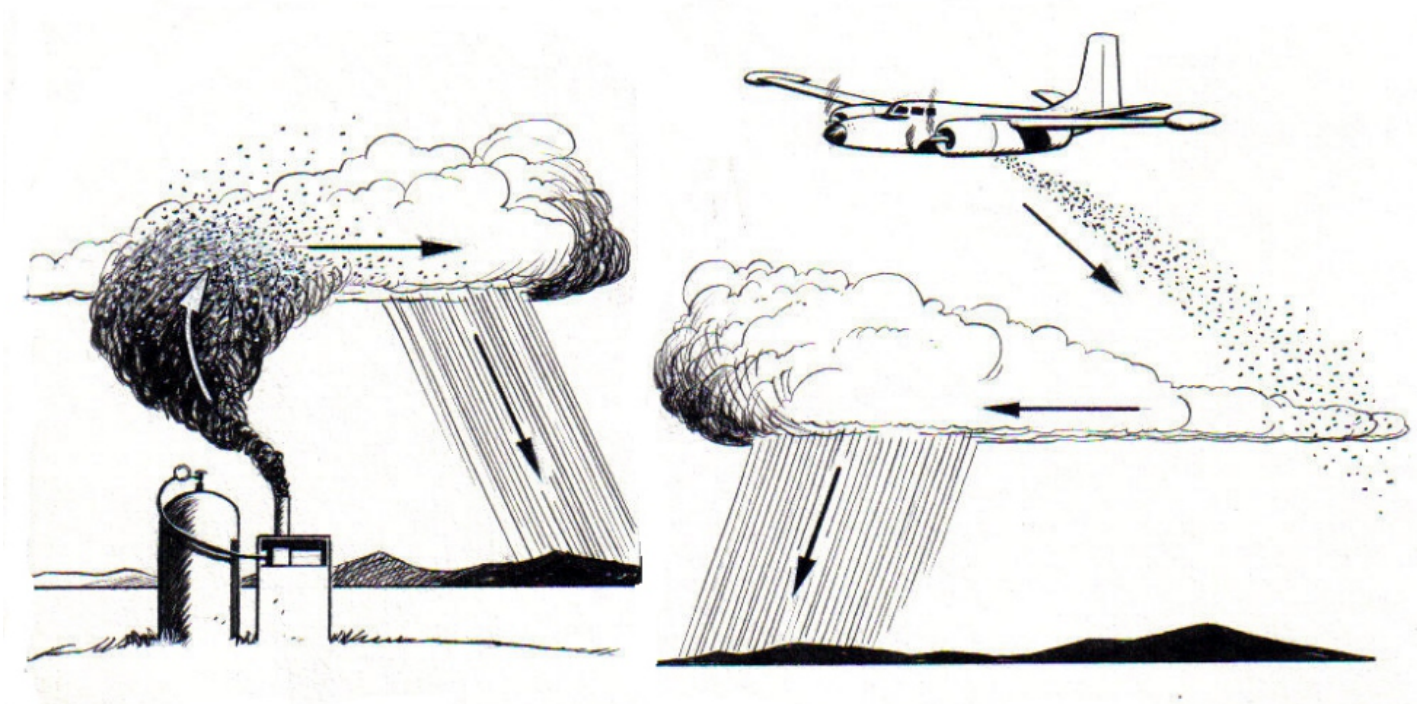

(رسول الله ﷺ قال) وياتی الجبل فيقوده يدرک زرعه فی يوم، ويقول للجبال: تنحی عن الطريق فتفعل.. نعيم بن حماد

زرع. احاطہ کرنا، پھلانگنا کرگزرنا، گزرنا، پیائش۔

(رسول اللہ ﷺ نے کہا) آئے گا پہاڑ کے پاس پس اسے جو چاہے گا حکم دے گا یعنی پہاڑ پر مکمل اختیار پالے گا اور ایک یوم میں اس کا احاطہ کرلے گا اور کہا جائے گا پہاڑوں کے لیے اس سے یعنی دجّال سے تراشوں ان سے رستے پس پہاڑوں سے رستے تراشے جائیں گے۔

دجّال کے سامنے پہاڑ بھی ایسے ہوں گے کہ ایک ہی یوم میں یعنی ایک ہی وقت میں ان کے ساتھ جو جی چاہے کیا جائے گا ان پر مکمل دسترس پالی جائے گی یعنی اگر پہاڑ کو پھاڑنا ہو، اسے بلکل ختم کرنا ہو یا اس میں سے کچھ بھی نکالنا ہو یا جو بھی کرنا ہو اسے کرنے کے لیے ایسا نہیں ہوگا کہ کئی مراحل میں کیا جائے گا یعنی آپ نے کوئی کام کرنا ہو تو شروع کریں اور کچھ دیر بعد کوئی ایسی مشکل پیش آجائے کہ اس کے حل کے لیے کچھ مزید وسائل کی ضرورت ہو تو پھر پہلے ان کو حاصل کیا جائے گا اسی طرح جیسے جیسے کام آگے بڑھتا جائے تو مزید اشیاء کی ضرورت پڑتی رہے یوں بار بار کام رکتا رہے گا اور کئی مراحل کے بعد وقفے وقفے سے لمبے وقت میں مشکل سے مکمل ہوگا دجّال کے لیے ایسا نہیں ہوگا بلکہ وہ ایک ہی مرحلے میں جو جی چاہے گا کرے گا۔ اسی طرح دجّال سے یعنی ٹیکنالوجی سے پہاڑوں کو کاٹ کر رستے بنائے جائیں گے۔ اور آج یہ سب کچھ ہماری انکھوں کے سامنے ہو رہا ہے۔ آج پہاڑوں کو کئی کئی کلومیٹر کاٹ کر وسیع و عریض اور لمبی لمبی سڑکیں اور ہر طرح کے رستے بنا دیئے گئے اور بنائے جا رہے ہیں حتیٰ کہ پہاڑوں میں لمبی لمبی سرنگیں کھود کر عالی شان سڑکیں بنالی جاتی ہیں۔ جیسا کہ نیچے تصاویر میں دیکھا جاسکتا۔

پہاڑوں میں سرنگیں کھودنے والی مشین۔

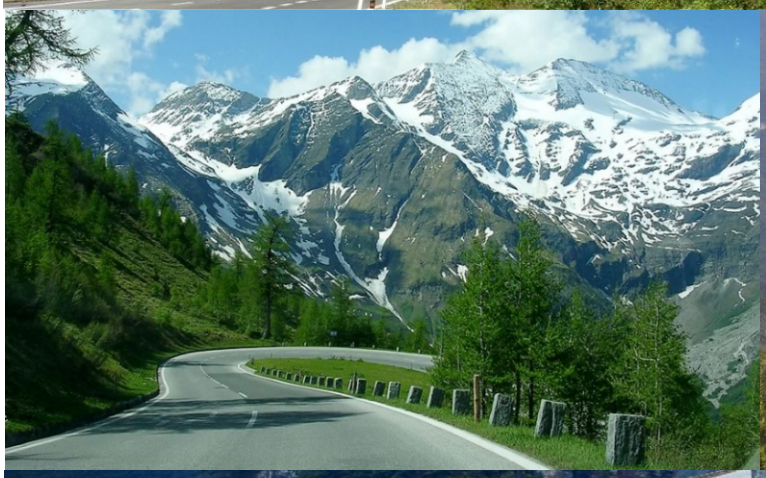

(رسول الله ﷺ قال)ویجیء الی الأرض فیقول: اخرجی ما فیک من الذهب، فتلفظه کالیعاسیب و کأعین الجراد. نعیم بن حماد

(رسول اللہ ﷺ نے کہا) اور آئے گا زمین کی طرف پس کہے گا نکال جو بھی تجھ میں ہے تیری قیمتی ترین اشیاء میں سے جن کے سامنے ہر قیمتی شئے کی قدر و قیمت ماند پڑ جائے۔ پس وہ اس (یعنی دجّال) کے ذریعے اپنے خزانے باہر نکال دے گی جیسے کھجور کی شاخیں اور ٹڈیوں کے

عاسیب. کھجور کی شاخیں۔ ذیل میں تصویری معنی دیکھیں۔

ذهب. ذھب کہتے ہیں ایسی قیمتی شئے کو جس کی موجودگی میں اس کے آس پاس موجود سب اشیاء کی چمک دھمک ماند پڑ جائے، جو سب کو ڈھانپ لے۔ یعنی وہ سب پر غالب ہو جائے۔ ایسی قیمتی ترین شئے جس کے سامنے باقی اشیاء کی قدر و قیمت ماند پڑ جائے۔ جیسے ہم اس کو قرآن کی ہی ایک مثال سے سمجھ لیتے ہیں۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ج فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَاحَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِم. البقرة ١٧

ان کی مثال اس کی سی ہے جس نے آگ جلائی پس جب روشن ہو گیا جو اس کے ارد گرد تھا اللہ نے ذھب کر دیا ان کے نور کیساتھ۔

اس آیت میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے لفظ ذھب کا استعمال کیا ہے اور اس آیت میں لفظ ذھب کی وضاحت بھی کر دی۔

مثلاً اگر آپ خود یہ تجربہ کریں کہ کسی اندھیری جگہ پر آگ جلائیں جب آگ جلے گی تو اس کے آس پاس کی اشیاء نظر آنے لگیں گی لیکن جب آگ بہت تیز بھڑک جاتی ہے اور اس کی روشنی بہت بڑھ جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کے آس پاس کی اشیاء اس آگ کی روشنی میں چھپ جاتی ہیں۔یعنی آگ کی روشنی آس پاس کی اشیاء پر ایسے غالب آجاتی ہے کہ وہ نظر ہی نہیں آتیں۔

ایسے ہی ہم سورج کی مثال لے لیں۔جب سورج طلوع نہیں ہوتا یعنی رات کے وقت آسمان پر لاتعداد ستارے اور چاند بھی نظر آرہا ہوتا ہے لیکن جب سورج نکلتا ہے تو ان کی روشنی سورج کے سامنے ماند پڑنے لگتی ہے جس وجہ سے وہ رات کی طرح نظر نہیں آتے اور جب سورج مکمل روشن ہو جاتا ہے تو نہ چاند دیکھائی دیتا ہے اور نہ ہی کوئی ستارا۔کیونکہ سورج کی روشنی ان سب پر اتنی غالب آجاتی ہے کہ انہیں ایسے ڈھانپ لیتی ہے جیسے وہ موجود ہی نہ ہوں۔اسے عربی میں ذھب کہتے ہیں۔

مال و دولت میں یہی اہمیت وحثیت سونے کی ہوتی ہے یعنی اگر کہیں بہت سا مال پڑا ہو، جانور ہوں، رزق کے پہاڑ ہوں، اور بہت سے اموال ہوں لیکن وہیں ان کے درمیان سونے کا پہاڑ ہو تو جو بھی وہاں جائے گا اس کی نظر صرف سونے کے پہاڑ پر ہی پڑے گی اسے صرف وہی نظر آئے گا۔اس وجہ سے کہ سونا ان سب کے مقابلے میں اتنا قیمتی ہوتا ہے کہ باقی سب کی قدر قیمت سونے کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔اس لیے سونے کو بھی ذھب کہا جاتا ہے۔

آج وہ قیمتی ترین شئے جس کے سامنے دنیا کی قیمتی سے قیمتی اشیاء کی قدر و قیمت ماند پڑ چکی ہے خام تیل ہے جسے سیال سونا، بلیک گولڈ کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے پوری دنیا میں جنگیں اور فتنے بپا ہیں۔اور حیران کن طور پر یہ خام تیل رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق اسی طرح زمین کی گہرائیوں کو کھجور کی شاخوں کی طرح پھاڑ کر نکالا جا رہا ہے۔خام تیل اس وقت دنیا کی وہ واحد شئے ہے جس سے کارخانے چلتے ہیں، گاڑیاں، جہاز نہ صرف بنتے ہیں بلکہ اسی سے نکلنے والے ایندھن سے چلتے ہیں۔اسی سے کپڑا بنتا ہے یہاں تک کہ اس وقت شاید ہی دنیا کی کوئی ایسی شئے ہو جس میں خام تیل کا عمل دخل نہ ہو۔جیسا کہ پہلے حصے میں خام تیل سے بننے والی اشیاء کی وضاحت کی گئی ہے۔

پہلے جگہ جگہ زمین میں ہزاروں میٹر گہرائی تک سوراخ کیے جاتے ہیں حتیٰ کہ زیر زمین ایسی چٹان کی تہہ آتی ہے جو بریڈ یا فوم کی طرح کھوکھلی ہوتی ہے اس کے سوراخوں میں خام تیل بھرا ہوا ہوتا ہے۔اس چٹان میں دائیں یا بائیں جانب ہزاروں میٹر لمبا سوراخ کیا جاتا ہے یوں یہ انگلش کے حرف ایل کی طرح کا سوراخ بن جاتا ہے اس کے بعد اس سوراخ میں پانی اور کئی ہزار زہریلے اور طاقتور کیمیکلز کا مرکب پریشر کیساتھ داخل کیا جاتا ہے جس سے زیر زمین وہ تہہ بلکل اسی طرح پھٹ جاتی ہے جیسے کھجور کی شاخ ہو اس کے بعد پمپ لگا کر زمین کے اس خزانے کو نکالا جاتا ہے جو اللہ کے غیب میں سے تھا۔

درج ذیل تصاویر میں دیکھیں کہ کس طرح یہ ذھب زمین سے رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق نکالا جاتا ہے۔

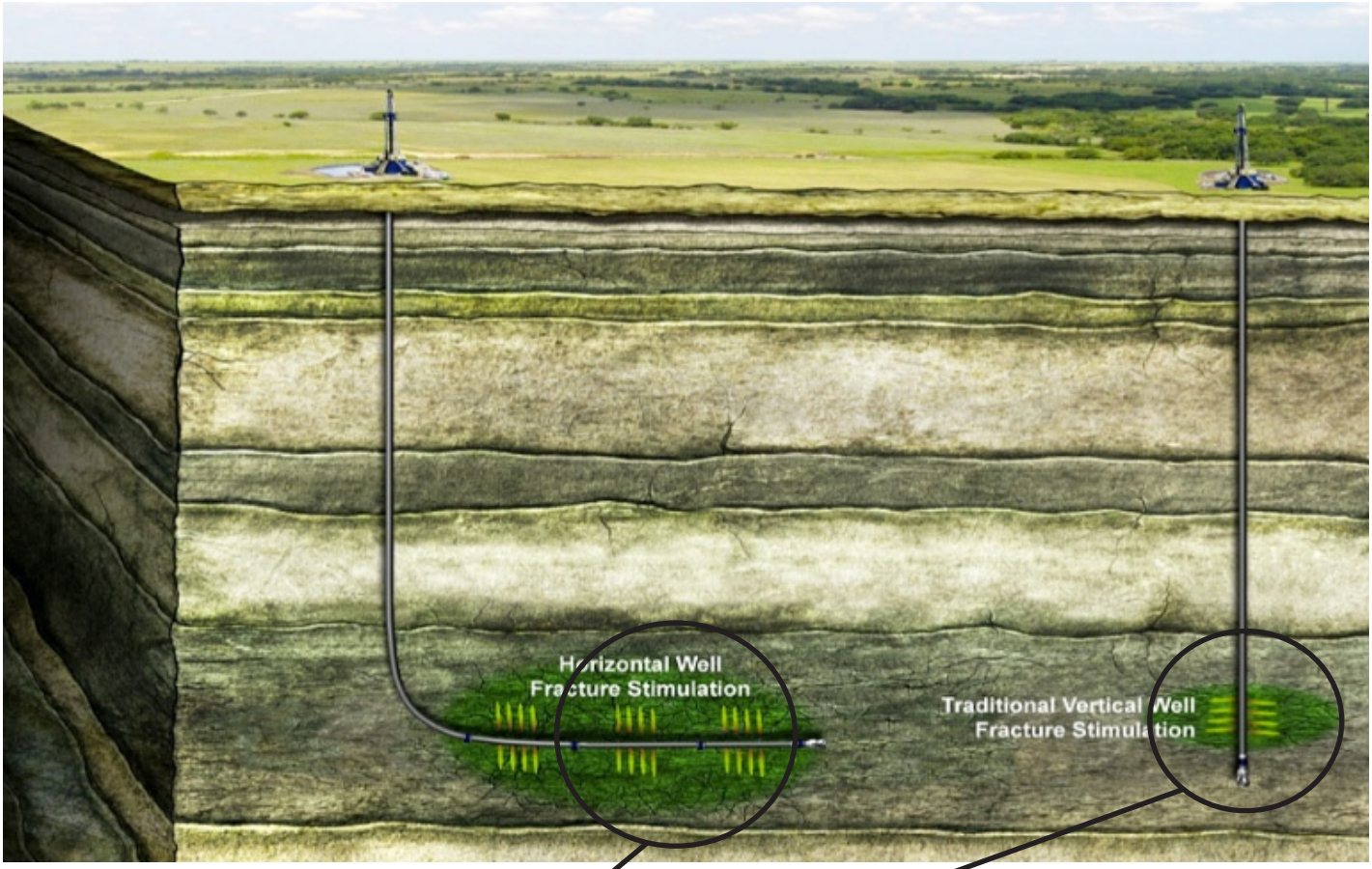

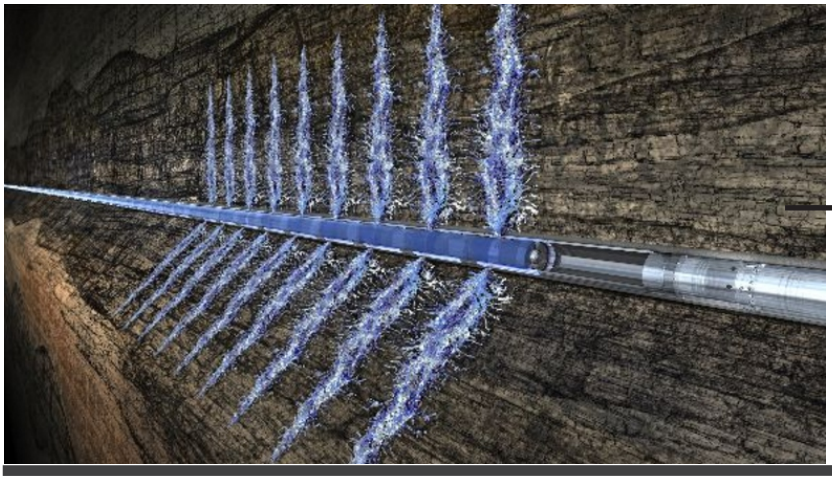

رسول الله ﷺ قال: انی قد حدثتکم عن الدجال حتی خشیت أن لا تعقلوا، ان مسیح الدجال رجل قصیر، افحج، جعد، اعور، مطموس العین، لیس بناتئةٍ ولا جحراء، فان ألبس علیکم فاعلموا أن ربکم لیس بأعور. ابو داؤد

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں تحقیق کہ میں نے تمہیں دجّال کے بارے میں تمام واقعات جو پیش آئیں گے، جو ایجادات ہوں گی جو حادثات وغیرہ ہوں گے بتا دیئے اس کے باوجود مجھے خشی ہے (خشی ایسے پیش آنے والے خطرے کو کہتے ہیں جس کے پیش آنے میں کوئی شک نہ ہو جو ضرور ہو کر رہے گا) کہ وہ تمہاری عقل میں نہ آئے یعنی ممکن ہی نہیں کہ وہ تمہاری عقل میں آئے۔ اس میں کچھ شک نہیں مسح کرے گا دجّال مرد ہوں گے قصیر، افحج، جعد، اعور، مطموس العین، نہیں ہوگا بناتئۃ اور نہ جحراء، پس اگر ألبس ہو جائے تمہارے اوپر یعنی پوری کوشش کے باوجود بھی اگر سمجھ نہ آئے یہاں تک کہ مایوسی کی حالت ہو جائے تو پس تمہیں علم ہونا چاہیے اس میں کچھ شک نہیں تمہارا ربّ اعور نہیں۔ یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ جو کچھ بھی خلق کرتے ہیں حق کیساتھ خلق کرتے ہیں اور وہ شئے کو ہر لحاظ سے مکمل خلق کرتے ہیں یعنی وہ کسی بھی شئے کو یک طرفہ رخ سے خلق نہیں کرتے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ہر لحاظ سے بے عیب خلق کرتے ہیں مگر دجّال اعور ہوگا یعنی وہ جو بھی خلق کرے گا ایک ہی رخ سے خلق کرے گا وہ شئے عیب دار ہوگی۔

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ انتہائی حیران کن اور چونکا دینے والے ہیں۔ اس روایت میں رسول اللہ ﷺ کے استعمال کیے گئے تمام الفاظ انتہائی وسیع المعنی الفاظ ہے۔ اور پھر دوسری بات جو اس سے بھی بڑھ کر چونکا دینے والی ہے وہ یہ کہ اگر ان الفاظ پر تحقیق کریں تو آپ کے سامنے جو معنی آئیں گے وہ اگر انسان میں ایمان کی رائی بھی ہو تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکال دینے والے ہیں۔ ہم ان الفاظ کے معنی اور پھر ان کی تفصیل بیان کریں گے۔

مسیح الدجّال. مسیح کے معنی ملسل مسح کرنے کے ہیں۔ مسح کہتے ہیں چھو کر اثر انداز ہونے کے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مسیح کہا گیا ہے اس وجہ سے کے وہ بھی چھو کر اثر انداز ہوتے تھے۔ یعنی ان کے مسح کرنے سے جس کو مسح کرتے اس میں

خامی دور ہو جاتی۔ مسح کیسے کیا جاتا ہے اس کو بھی کھول کر سمجھنا بہت ضروری ہے۔ مثال کے طور پر آپ کو کوئی شخص کچھ کھانے کو دے جب آپ نے وہ کھانا کھایا اس کھانے سے جو آپ کے جسم پر اثرات مرتب ہوں گے وہ اس شخص کا آپ کو مسح کرنا کہلائے گا۔ اسی طرح اگر آپ کو کوئی شخص کوئی شئے پہننے کے لیے دے اس کے پہننے سے آپ کے جسم پر جو اثرات مرتب ہوں اسی طرح آپ کو کوئی شخص کوئی بھی شئے دے جسے استعمال کرنے سے آپ پر کوئی اثرات مرتب ہوں یہ مسح کرنا کہلاتا ہے۔

دجّال کے معنی پیچھے گزر چکے اور مسیح کے بھی مزید معنی پیچھے گزر چکے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام جب کسی کو مسح کرتے تو اس میں موجود خامی و خرابی دور ہو جاتی۔ وہ جو اصل ربّ ہیں اللہ ان کے مسیح تھے لیکن ان کے برعکس اس دجّال کے مسح کرنے سے جس شئے کو بھی مسح کرے گا اس میں خامی و خرابی پیدا ہو گی کیونکہ یہ اصل ربّ نہیں یہ دجل ربّ ہے۔

رجل قصیر.

رجل. اس کے معنی مرد یا بندے کے لیے جاتے ہیں لیکن اس لفظ کے معنی صرف مرد کے نہیں ہیں بلکہ رجل ایسی شئے کو بھی کہتے ہیں جس پر چلا جائے یعنی سفر طے کیا جائے جیسے انسان میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے جو عضو لگایا ہے جس پر وہ چلتا ہے جس سے وہ سفر طے کرتا ہے اس ہم پاؤں یا ٹانگیں کہتے ہیں۔ جس مخلوق کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جائے گا اس میں ایسی شئے کو رجل کہا جائے گا جیسے گاڑیوں کے ٹائر وغیرہ۔

قصیر . یہ لفظ بہت وسیع المعنی ہے۔ اس کے چند معنی جو باقی معنوں کی وضاحت کر دیں ان کو یہاں بیان کرتے ہیں۔

کسی بھی طرح سے کسی بھی سطح پر کمی یا کم کر دینا۔ مثلاً ایک کام جو ایک دن میں ہو اس کا وقت ایک دن کی بجائے کم کر دینا، لمبا سفر چھوٹا کر دینا۔ یعنی جو سفر سال میں ہو وہی مہینے، ہفتے یا دن میں کرنا۔

پوری کوشش کے باوجود کام کا جو معیار درکار ہو کے مطابق کام نہ کر پانا، معیار میں کمی ہو جانا۔

جو بھی کام کرنا اس میں خامی، خرابی، کمی، نقص یا عیب وغیرہ کا لازم ہونا۔

کام کرنے والے حصوصاً نوجوان یعنی قوت والے مردوں کا خلاف قانون کام کرنا جس سے مالک کی املاک میں کمی، خرابی و نقصان واقع ہو۔

جس میں خامی و خرابی سے پاک خلق کرنے کی صلاحیت سرے سے ہی موجود نہ ہو۔ یعنی بغیر کسی عیب و نقص کے نہ خلق کر سکنا۔

جس شئے میں بھی چھیڑ چھاڑ کی جائے اس کو عیب، نقص، خامی وخرابی زدہ کر دینا۔
شئے کے معیار وخالص پن میں کمی کر دینا۔
کسی بھی شئے میں کسی نہ کسی سطح پر کمی کر دینا۔خرابی، نقص یا عیب وغیرہ پیدا کر دینا۔
جو بھی بنانا وہ ہر طرح سے مکمل نہ ہونا اس میں کسی نہ کسی کمی کا ضرور رہ جانا۔

دجال کے وہ اعضاء جن پر وہ سفر طے کرے گا وہ لمبے رستے کو چھوٹا کر دیں گے، لمبے سفر کو چھوٹا کر دیں گے۔مثلاً سالوں کا سفر مہینوں، دنوں میں مہینوں کا گھنٹوں میں وغیرہ۔
رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ دجال مختلف مخلوقات ہوں گی۔آج وہ تمام کی تمام مختلف مخلوقات ہمارے سامنے ہیں جنہیں ہم اپنے لیے مسیحا سمجھتے ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ہم اس کا صرف ایک پہلو دیکھتے ہیں جس کی وجہ سے ہم اس کے دجل کا شکار ہیں۔انہیں مخلوقات میں ایک سفر کے ذرائع گاڑیاں بھی ہیں جنہیں ہم اپنے لیے مسیحا سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ گاڑیاں دجال ہے یہ دجال کا دابہ ہے اس سے خارج ہونے والا دھواں وہ دخان ہے جس پر قرآن میں پوری ایک سورت موجود ہے۔ان گاڑیوں کے ٹائر لمبے سفر کو چھوٹا کر دیتے ہیں۔

افحج. کسی بھی شئے میں ٹیڑ پن کا ظاہر ہونا یا معذوری کا پیدا ہونا۔مثلاً ہڈیوں، ہاتھ، پاؤں، ٹانگوں وغیرہ میں ٹیڑ پن ہونا یا کوئی معذوری ہونا۔دجّال جسے بھی مسح کرے گا وہ **افحج** ہو جائے گی یعنی جس شئے میں بھی چھیڑ چھاڑ کرے گا اس میں معذوری یا ٹیڑ پن وغیرہ ظاہر ہوگا۔
اس کے علاوہ افحج کے ایک اور معنی ہیں ہیں جنہیں انگلش میں پاتھولوجی کہتے ہیں۔پاتھولوجی انسانوں، جانداروں، نباتات وغیرہ کی چیر پھاڑ کر کے بیماریوں کا پتہ لگانے ان کی وجہ جاننے اور پھر ان بیماریوں کے علاج کے لیے ادویات بنانے کی تحقیقات کو کہتے ہیں۔اسے رسول اللہ ﷺ نے دجال قرار دیا یعنی اس کا ظاہر تو بہت زبردست ہے کہ فطرت میں سائنسی تحقیقات کے ذریعے بیماریوں کی وجوہات کا پتہ لگا کر ان کا علاج دریافت کر کے انسانیت کی خدمت کی جا رہی ہے لیکن یہ محض دجل کے سوا کچھ نہیں۔کیونکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فطرت میں ایسی خرابیاں پیدا ہی کیوں ہوئیں جن کی وجہ سے لاتعداد بیماریاں وجود میں آ گئیں کیونکہ اللہ تو سبحان ہے اس کے کسی کام میں کوئی خامی نہیں ہوتی وہ ہر شئے کو ہر لحاظ سے مکمل اور ہر قسم کی خامی ونقص سے پاک خلق کرتا ہے وہ سبحان ہے اس کے لیے صرف تعریف ہے۔تو پھر مخلوقات میں خرابیاں جنہیں

ہم بیماریوں کا نام دیتے ہیں وہ کیسے وجود میں آ گئیں؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے دجل اس لیے قرار دیا کیونکہ انسان کے لیے ناممکن ہے کہ وہ جتنی جی چاہے تحقیقات کر لے وہ کائنات میں اللہ کی تخلیقات کی پیچیدگیوں کو جان سکے۔ اس لیے کسی ایک مرض کا علاج دریافت تو کر لیا جاتا ہے لیکن وہی علاج مزید کئی نئی بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔ یوں یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اور دن بدن بیماریاں بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس لیے یہ دجال ہے اور انسان اس دجل کا شکار ہو کر اللہ سے رجوع کرنے کی بجائے سرکشی میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

دنیا کی مجموعی آبادی کا ۹۶ فیصد سے زیادہ لوگ کسی نہ کسی بیماری کا شکار ہیں۔ دنیا کی مجموعی آبادی کا پندرہ فیصد آبادی یعنی ایک ارب سے زائد انسان کسی نہ کسی معذوری کا شکار ہیں۔ چھ ارب سے زائد انسان موٹاپے یا پیٹ بڑھنے کی بیماری کا شکار ہیں۔ اور اس سب کی وجہ دنیا میں فضاء کی آلودگی اور خوراک ہے۔

امریکہ میں مجموعی آبادی کا تقریباً ۱۹ فیصد لوگ معذور ہیں۔ اور تقریباً پوری آبادی ہی کسی نہ کسی بیماری کا شکار ہے۔

آسٹریلیا کی سرکاری دستاویزات کے مطابق آسٹریلیا میں معذور انسانوں کی تعداد چالیس لاکھ سے زیادہ ہے۔ جن میں ۳۴ لاکھ سے زیادہ جسمانی طور پر معذور ہیں۔ ہر چھ میں سے ایک آسٹریلوی شہری بہرے پن کا شکار ہے۔ اور تیس ہزار سے زیادہ شہری مکمل طور پر بہرے ہیں جو کچھ بھی نہیں سُن سکتے۔ مجموعی آبادی کا دس فیصد لوگوں کو سیکھنے، پڑھنے اور الفاظ کو سمجھنے میں مشکل کا سامنا ہے۔

جعد. جعد بہت ہی وسیع المعنی لفظ ہے۔ اس کے چند معنی درج ذیل ہیں۔

کڑکڑی اشیاء جیسے بازار سے ملنے والے مختلف چپس، سنیکس، سلانٹیز، بیکری کی کڑکڑی اشیا۔

سلوٹوں والی شئے، کسی شئے میں سلوٹیں، لہریں وغیرہ پیدا ہو جانا۔

اشیاء کا اچانک کرش ہونا جیسے آج غیر فطری طریقے سے یعنی مختلف مشینوں کے ذریعے مختلف اشیاء پیس کر سفوف بنایا جاتا ہے مشین کے تیزی سے چلنے سے اشیاء اچانک پس جاتی ہیں اس طرح کسی شئے کے پسنے سے اس کا درجہ حرارت اچانک بڑھ جاتا ہے اور اس میں موجود ایسے اجزاء جو بہت ضروری ہوتے ہیں وہ جل کر ختم ہو جاتے ہیں یا مالیکیول ٹوٹ کر واپس ذرات میں تقسیم ہو کر شئے فائدے کی بجائے نقصان کا باعث بنتی ہے جس کے استعمال سے طرح طرح کی بیماریاں وجود میں آتی ہیں۔

جیسے پانی میں کچھ گرنے سے یا وائبریشن سے پانی میں ارتعاش پیدا ہوتی ہے اس طرح ارتعاش پیدا کرنے والی شئے۔ جیسے بلند آواز اس کا سبب بنتی ہے اور جس شئے میں بھی ارتعاش پیدا ہوتی ہے اس کی ہیئت میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ جیسے میوزک بھی یہی کام کرتا جس وجہ سے حرام ہے۔ ایسا تیز میوزک جو ہر جگہ سنائی دیتا ہے اسے بھی جعد کہتے ہیں۔

گھنگریالہ پن جیسے بالوں میں ہوتا ہے۔ ایسی ہی گھنگریالی اشیاء۔ یا جلد میں گھنگریالہ پن پیدا کرنے والا۔ سکڑ پن۔

لفظ جعد کے یہ چند معنی ہیں جو اشیاء بھی اس لفظ کے معنوں کے زمرے میں آتی ہیں ان سب کو رسول اللہ ﷺ نے دجال کہا ہے یعنی ان کا ظاہر تو بہت اچھا اور فائدہ مند، دل کو لبھا دینے والا ہوگا لیکن ان کی حقیقت یعنی ان کا دوسرا پہلو جو پوشیدہ ہوگا وہ نقصان، خامیوں، نقائص سے بھرپور ہوگا۔

اعور. کسی بھی شئے کا دونوں کی بجائے ایک ہی رخ دیکھ پانا۔کوئی بھی کام ایک رُخ سے کرنا اور دوسرے رُخ سے مکمل طور پر نہ کر پانا۔جو کام بھی کرنا اس میں فائدے کی بجائے نقصان بھی ہونا۔اگر دائیں آنکھ سے اندھا ہو تو اس کے معنی جو کام کرنا اس میں فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہونا۔بائیں آنکھ سے اندھا ہونا کے معنی جو بھی کام کرنا اس میں نقصان کم اور فائدے زیادہ ہونا۔

لیس باعور. جو بھی کام کرنا وہ دونوں طرف سے مکمل کرنا۔ہر لحاظ سے فائدہ مند،نقص سے پاک،بے عیب ہو جس میں صرف حمد ہی حمد ہو۔ہر شئے کے دونوں رُخ دیکھنا وغیرہ۔

مطموس العین.

مطموس. چھاپہ سازی،کتاب سازی،پبلشنگ،پرنٹنگ،لیتھوگرافی،ویڈیوگرافی،نشر و اشاعت۔

العین. رنگوں کا ادراک کرنے والا آلہ،دیکھنے والا آلہ۔

مطموس العین. ایسے دیکھنے کے آلات جنہیں جو دیکھایا جائے اسے چھاپ دیں،مصوری کی صورت میں محفوظ کر دیں،ایسے آلات جن سے دیکھ کر جو دیکھا جائے اسے کتب کرنا یعنی اسی حالت میں چھاپ لینا۔ایسے آلات جو کسی بھی شئے کو دیکھ کر انہیں مصوری میں تبدیل کر دیں یعنی ویڈیو،تصاویر اور پرنٹنگ کی صورت میں محفوظ کر دیں۔

FRESH
EXPRESS
Nikon

رسول الله ﷺ قال: احدى عينيه مطموسة، والاخرى ممزوجة بالدم، كأنها الزهرة. نعيم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا ایک دیکھنے کا آلہ اس کا مطموسہ اور دوسرا مختلف خون مکس شدہ جیسے وہ چمکتا ہوا ستارہ۔

مطموس کی وضاحت پچھلی روایت میں گزر چکی اس روایت کے دوسرے حصے کو سمجھیں گے۔

ممزوجة. ایک سے زیادہ اشیاء کا آپس میں اختلاط ہونا، مکس ہونا

دم کہتے ہیں رنگدار محلول جیسے انسان میں جو اس طرح کا رنگدار محلول پایا جاتا ہے جس میں مختلف اجزاء موجود ہوتے ہیں اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے اسے خون کہتے ہیں اسی طرح درختوں میں مختلف رنگوں کا خون یعنی رنگ دار پانی ہوتا ہے، زمین میں کالے رنگ کا ہوتا ہے اسی طرح مختلف مخلوقات میں خون کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کا دوسرا دیکھنے کا آلہ مختلف رنگدار محلولوں والا ان کا آپس میں اختلاط کرنے والا جیسے چمکتا ہوا ستارہ ہوتا ہے ہوگا۔

اس روایت کے پہلے حصے میں **عينيه مطموسه** کا ذکر ہے اور مطموس کے معنی درج ذیل ہیں۔

مطموس. چھاپہ سازی، کتاب سازی، پبلشنگ، پرنٹنگ، لیتھوگرافی، ویڈیوگرافی، نشر و اشاعت۔

دوسری آنکھ بھی اس کی چھاپہ سازی، پرنٹنگ، لیتھوگرافی، اشاعت کی ہوگی لیکن اس میں خصوصیت یہ ہوگی کہ اس میں ایک تو مختلف رنگوں کے خون مکس شدہ موجود ہوں گے اور دوسرا وہ چمکتے ہوئے سفید ستارے کی طرح ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ سے رائی برابر بھی شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ یہ جدید الیکٹرانک پرنٹرز کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن میں بغیر کسی شک و شبے کے مختلف رنگوں کا خون ڈلتا ہے اور وہ اس میں اس وقت مکس ہوتا ہے جب وہ رات کو نظر آنے والے سفید ستاروں میں سے ستارے کی طرح چمکتا ہے۔

جب کوئی بھی کاغذ اس میں رکھا جاتا ہے فوٹو کاپی کے لیے تو اس کے نیچے سے ایکس ریز گزرتی ہیں جو بلکل چمکتے ہوئے

ستارے کی طرح نظر آتی ہیں اس کے بعد اس میں ممزوج بالدم ہوتا ہے یعنی ایک سے زیادہ خون، رنگ دار محلولوں کا آپس میں اختلاط ہوتا ہے۔

تصویری معنی۔ کأنها الزهرة. جیسے سفید چمکتا ہوا ستارہ

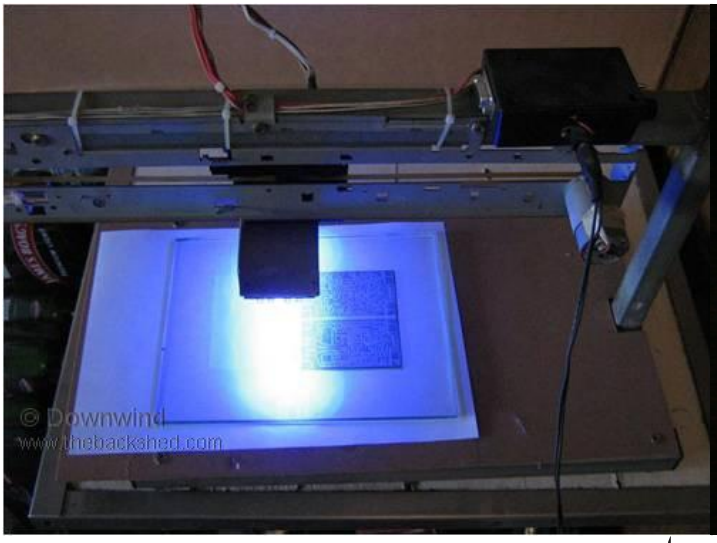

مطموس العین. چھاپہ سازی، کتاب سازی، پرنٹنگ، لیتھیوگرافی، فوٹوگرافی اور ویڈیوگرافی کے آلات

ممزوجة بالدم. مختلف رنگ دار محلولوں کا آپس میں اختلاط

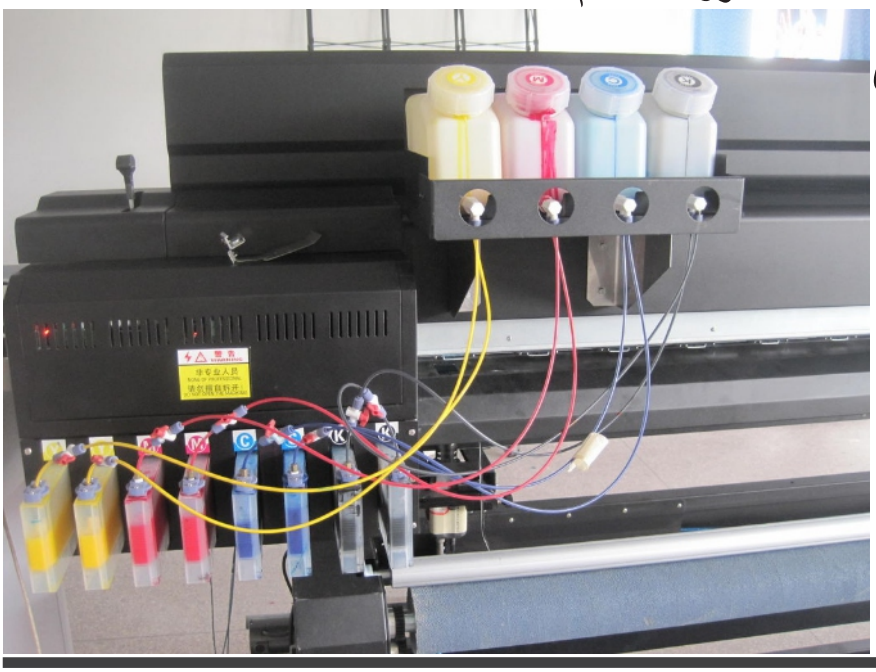

دم. رنگ دار محلول

رسول الله ﷺ قال: الدجال اعور العين اليسرى جفال الشعر معه جنة ونار ، فناره جنة وجنة نار. ابو يعلى، ابن عساكر

رسول اللہ ﷺ نے کہا دجّال ہے ایک آنکھ یعنی یک طرفہ دیکھنے والا، دیکھنے کا آلہ بائیں طرفہ، جفال الشعر دجّال ہے جفال الشعر دجّال کے ساتھ ہوگی اس کی جنت اور آگ، پس آگ اس کی جنت اور جنت آگ ہو گی۔

اس روایت کو کھول کر سمجھنے کے لیے اس کے متن میں غور کرتے ہوئے اس کو تقسیم کر کے سمجھتے ہیں۔

۱. الدجال اعور

دجال ہے کسی بھی کام کو صرف اس کے ایک ہی رُخ سے کرنا اور دوسرا رُخ ادھورا چھوڑ دینا۔ یعنی نامکمل، عیب دار، نقص والا کام کرنا۔

۲. الدجال العين اليسرى

دجّال ہے بائیں طرف یک طرفہ دیکھنے کا آلہ

۳. الدجال جفال الشعر

دجّال ہے جفال الشعر

۴. جفال الشعر معه جنة ونار

جفال الشعر کے ساتھ ہوگی جنت اس کی اور جہنم

جفال الشعر کیا ہے؟ اس کے معنی کیا ہیں؟

جفال. جس مواد سے اللہ سبحان وتعالیٰ زمین کا دابہ خلق کرتے ہیں یعنی جو کچھ اللہ سبحان وتعالیٰ نے پانی سے خلق کیا جس مواد سے جن عناصر، اجزاء سے وہ سب خلق کیا ان تمام عناصر، اجزاء ومواد کا پانی کی طرح کا غیر معمولی مقدار میں محلول۔
غیر معمولی مقدار میں ایسا محلول جس میں گیسیں اور مختلف کیمیائی عناصر پانی کی شکل میں موجود ہوں۔
جفال کو انگلش میں فروتھ (Froth) کہتے ہیں۔جس کے معنی چھوٹے چھوٹے بلبلوں، گیسوں اور کیمیکلز وغیرہ کی کثیر تعداد کا پانی کی شکل میں ہونا۔یعنی خام تیل۔

الشعر. زمین پر تمام مخلوقات کے بال، جن میں انسان ہیں، پرندے، جانور ہیں یعنی بکریاں، گھوڑے، گائے بھینسوں سمیت تمام وہ جاندار جن پر بال ہوتے ہیں۔
پہلی بات تو یہ کہ بال میں جب غور فکر کریں تو بال بنیادی طور پر ایک ایسا مواد ہوتا ہے جسے آج ہم نائیلون، پلاسٹک اور لک وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔عربی میں نائیلون اور پلاسٹک کے ترجمے کے لیے کوئی بھی لفظ موجود نہیں سوائے ان الفاظ کے جن کو ایسی فطرتی اشیاء کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جن میں نائیلون اور پلاسٹک پایا جاتا ہے۔ہم انسان ہیں اس لیے ہم یہ دیکھیں گے کہ ہمارے جسم میں نائیلون اور پلاسٹک اگر پایا جاتا ہے تو وہ کس صورت میں پایا جاتا ہے؟ جب ہم غور کریں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ نائیلون اور پلاسٹک ہمارے جسم پر صرف بالوں اور ناخنوں کی صورت میں پایا جاتا ہے اس لیے اگر نائیلون کا عربی میں کوئی نام ہوسکتا ہے تو وہ صرف اور صرف بال یا ناخن ہی ہوسکتے ہیں۔
دوسری بات یہ کہ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ نائیلون اور پلاسٹک کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنی کن کن مخلوقات میں استعمال کیا ہے۔ جب ہم یہ جان لیں گے تو نہ صرف ہمیں نائیلون اور پلاسٹک کی فطرت میں موجودگی کا علم حاصل ہوگا بلکہ یہ بھی علم حاصل ہو جائے گا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے نائیلون اور پلاسٹک کو کن مقاصد کے لیے اپنی مخلوقات میں استعمال کیا ہے۔اس سے ہمیں نائیلون اور پلاسٹک کی اہمیت اور استعمال کا علم ہو جائے گا۔
جسم میں ناخنوں کی نسبت بال زیادہ پائے جاتے ہیں یوں ناخنوں کی بجائے بال جسم پر زیادہ واضع ہوتے ہیں جنہیں دور سے بھی دیکھا جاسکتا ہے اس لیے عربی میں اگر پلاسٹک اور نائیلون وغیرہ کا نام الشعر ہی کیا جاسکتا ہے جس کے معنی بال ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال : احدی عینیہ عنبۃ یعنی الدجال کانھا زجاجۃ خضراء، و نعوذ باللہ من عذاب القبر. مسند احمد

عینیہ. اس کا دیکھنے کا آلہ

عنبۃ . یہ لفظ بہت وسیع اور بہت سے معنوں کا حامل ہے ان میں سے غالب معنوں کو ہم بیان کریں گے۔

ا۔انسانوں، جانوروں، درختوں، چرند پرند سمیت تمام جاندار مخلوقات میں مداخلت کرنے، خود خلق کرنے، پیدا کرنے کی غرض سے انہیں چیر پھاڑ کر ان کی ساخت، خلق ہونے کی معلومات سمیت زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کے لیے ان کی گہرائیوں تک دیکھنے کی صلاحیت رکھنے والا آلہ۔

درج ذیل تصویر اس کی حقیقت کی عکاسی ہے۔

۲۔ فصلوں، درختوں، پھلوں، پھولوں اور سبزیوں وغیرہ میں مداخلت کی غرض سے، خود پیدا کرنے، اگانے کی غرض سے انہیں چیر پھاڑ کر گہرائی تک علم حاصل کرنے کے لیے باریکی اور گہرائیوں تک دیکھنے کی صلاحیت رکھنے والا آلہ۔

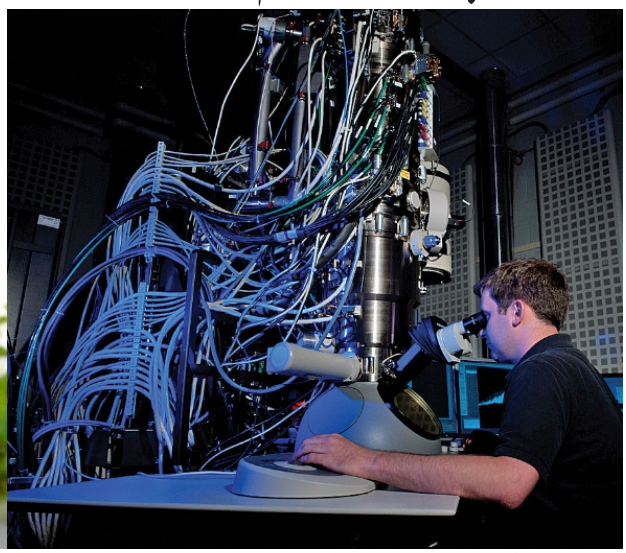

۳۔ آنکھ یعنی دیکھنے کے آلے کا ایسے باہر کو نکلے ہونا جیسے انگور کا دانہ ہوتا ہے۔

آسانی سے سمجھنے کے لیے تصاویر دیکھئے۔

رسول اللہ ﷺ قال : احدی عینیہ عنبۃ یعنی الدجال کانھا زجاجۃ خضراء، و نعوذ باللہ من عذاب القبر. مسند احمد

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس کا ایک دیکھنے کا آلہ باہر کو نکلا ہوگا یعنی دجال ہوگا جیسے کہ بلکل سبز چمکدار شیشہ اور میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں عذاب قبر سے۔

رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق ہم دیکھ سکتے ہیں دجال کی عین یعنی دجال کے دیکھنے کے آلے کو جو باہر کو نکلا ہوا اور چمکدار شیشے کا ہے اور نہ صرف وہ شیشہ سبز ہے بلکہ صرف سبزہ ہی دیکھاتا ہے دوسرا رخ نہیں دیکھاتا۔

زجاجة. سورۃ نور آیت ۳۵ میں زجاجۃ کا لفظ آیا ہے۔ صاف ستھرا چمکدار شیشہ۔

خضراء. سبز، سبزہ، خوشحالی، ترقی

احدی عینیه عنبة یعنی الدجال کانها زجاجة خضراء

اس کا دیکھنے کا ایک آلہ انگور کی طرح باہر کو نکلا ہوا یعنی دجال بلکل جیسے کہ وہ صاف ستھرا چمکدار شیشہ ہے سبز، سبزہ، ترقی وخوشحالی۔

دجال کا دیکھنے کے آلے کا وہ حصہ جو پھول کر انگور کے دانے کی طرح باہر کو نکلا ہوا ہے وہ شیشے کا ہے۔ سبز ہے، دیکھنے کا وہ آلہ جو شیشے کا ہے وہ سبزہ، ترقی وخوشحالی دیکھتا اور دیکھاتا ہے۔

تصاویر میں دیکھئے۔

آگے اللہ سے عذاب قبر کی پناہ کا ذکر ہے جس سے واضع ہوتا ہے کہ وہ آنکھ خوشحالی دیکھے گی جس سے اس کی اتباع کرنے والے وہی کچھ دیکھیں گے جو وہ آنکھ دیکھ رہی ہوگی۔ کیمرہ دجال کی آنکھ ہے وہ دیکھتی ہے اور اس کی اتباع کرنے والے دیکھتے ہیں سکرین پر وہی جو وہ آنکھ دیکھ رہی ہوتی ہے، اور وہ آنکھ جو دیکھتی ہے وہ صرف اور صرف تصویر کا ایک رخ ہوتا ہے۔ جو کہ سبز یعنی خوشحالی دیکھاتی ہے۔ نہ کہ جب سبزہ گل سڑ جاتا ہے تو پھر جو وہ نظر آتا ہے وہ دیکھاتی ہے۔ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ میں آنے کو کیوں رسول اللہ ﷺ نے دجال سے جوڑا یا مشروط کیا اس کے لیے ہمیں عذاب قبر کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ قبر سے مراد وہ گڑا لیا جاتا ہے جس میں کسی مردہ کو دفن کیا جاتا ہے لیکن قرآن نے اسی کہیں بھی قبر نہیں کہا بلکہ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بار بار غور وفکر کرنے کا حکم دیا۔ جن ذرات سے انسان کا جسم وجود میں آتا ہے ہم پیچھے تفصیل سے جان چکے کہ کیسے

جسم وجود میں آتا ہے کہ جو ہم کھاتے ہیں اسی سے ہمارا جسم بنتا ہے تو ہمارا جسم پہلے مختلف پھلوں، پھولوں، سبزیوں، گوشت اور دودھ وغیرہ سے وجود میں آیا اور یہی جسم ہر لمحے دوبارہ ذرات میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ جیسے یہ جسم وجود سے پہلے مختلف مخلوقات کی شکل میں موجود تھا تو بلکل اسی طرح موت کے بعد بھی یہ جسم اسی طرح مخلوقات میں تبدیل ہو جاتا ہے اگر تو جسم طیب تھا تو طیب مخلوقات میں تبدیل ہوتا ہے اور اگر خبیث ہو تو خبیث مخلوقات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مقت کے بعد جو جسم طیب ہوتے ہیں ان سے نکلنے والی روح کے لیے زمین کے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اس انسان کو ایک ایسا شعور حاصل ہو جاتا ہے جو وقت کی قید سے آزاد ہوتا ہے لیکن اگر کوئی جسم خبیث ہو تو اس جسم کی روح کے لیے زمین کے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے وہ دوباری زمین کی طرف لوٹا دی جاتی ہے یوں جب تک وہ روح انسانی جسم میں تھی تو انسان کو اس کا شعور تھا اسی طرح وہ موت کے بعد انہیں ذرات کو شعور دیا جاتا ہے یعنی ان میں روح داخل کر دی جاتی ہے جن خبیث ذرات سے جسم وجود میں آیا تھا۔ انسان کو جیسے ابھی اس زندگی کا شعور ہے احساسات ہیں بلکل اسی طرح وہ ذرات جس خبیث مخلوقات کا حصہ بنتے ہیں یہ شعور روح کی وجہ سے ان میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اسے قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے قبر کہا ہے یہ اس کی بہت ہی مختصر وضاحت ہے جس کا مقصد صرف اپنے موضوع کا احاطہ کرنا تھا باقی قرآن سے اس کی مکمل صراحت کیساتھ وضاحت قبر اور عذاب قبر کے الگ موضوع کے تحت آئے گی۔ یہ وہ وجہ تھی جس وجہ سے رسول اللہ ﷺ فتنہ دجّال سے نہ صرف پناہ مانگتے تھے بلکہ ساتھ ہی عذاب قبر سے بھی اور جیسا کہ اس روایت میں واضع ہے رسول اللہ ﷺ نے عذاب قبر کو فتنہ دجال سے مشروط کر دیا۔ دجال کے وقت ہر وہ شئے جو خبیث ہے اس پر دجل کا پردہ چڑھا کر ایسی خوشنما بنا کر پیش کی جائے گی کہ انسانوں کی اکثریت اسی غذا کو اپنے اجسام کا حصہ بنائیں گے جو دیکھنے میں تو بہت خوشنما تھی لیکن حقیقتاً وہ خبیث تھی یوں موت کے بعد انسان کا وہی جسم انتہائی خبیث کیڑے مکوڑوں کی شکل میں تبدیل ہو جائے گا اور جو شعور آج انسان کو حاصل ہے وہی شعور انہیں ذرات کو منتقل کر دیا جائے گا اور وہ کیفیت عذاب قبر کہلائے گی جس کے بارے میں تصور کرنے سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور انسان جب تک کے دوبارہ اٹھائے جانے کا وقت نہیں آتا اسی شکل میں زمین میں ہی رہے گا۔

رسول الله ﷺ قال: ان الدجال ممسوح العين اليسرى، عليها ظفرة، مكتوب بين عينه كافر. مسند احمد

ممسوح. بلکل سپاٹ، بلکل صاف، اتنا چمکدار کے بیچ سے عکس نظر آئے۔ گھس کر ایسے صاف کیا ہوا جیسے چمکتا ہوا شیشہ، کچھ مٹا ہوا، کسی شئے کو بہت باریک بینی سے اور اس کے چپے چپے کو دیکھ کر نقشہ بنانے کی صلاحیت ہونا، یا جو دیکھنا اسے حفظ (ریکارڈ) کرنے کی صلاحیت صلاحیت ہونا۔

پوشیدہ اشیاء یا کسی بھی شئے کی تلاش کے لیے کسی جگہ یا کسی کا بھی انگ انگ بہت ہی باریک بینی سے چھان مارنا۔

سکین کرنے والا۔

العین. رنگوں کے ادراک کرنے یعنی دیکھنے کا آلہ۔

ظفرة. ناخن، تمام کھروں والے جانوروں کے کھروں پر خول، درندوں کے پنجے، سیپ وغیرہ۔ ناخن، پنجے، کھروں کے خول، سیپ وغیرہ سمیت تمام مخلوقات میں اس طرح کی شئے کو ظفر کہا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ سخت پلاسٹک ہے اور کسی بھی شئے یا مخلوق میں اس طرح کے سخت پلاسٹک کو عربی میں ظفر کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے دجال کی عین یعنی دیکھنے کے آلے کی جو بھی خصوصیات کا ذکر کیا وہ تمام کی تمام خصوصیات ان تمام دیکھنے کے آلات یعنی کیمروں جنہیں عربی میں عین کہا جائے گا میں موجود ہیں۔ موبائلز میں جو عین یعنی دیکھنے کا آلہ نصب ہے وہ بلکل سپاٹ ہے۔ جتنے بھی ایسے آلات ہیں ان کا شیشہ ایسا چمکدار ہوتا ہے جیسے گھس کر صاف کیا ہوا ہو۔ سب میں یہ صلاحیت ہے کہ جو بھی وہ دیکھتے ہیں اسے اپنے اندر رکارڈ یعنی محفوظ کر سکیں، انہیں کیمروں کی مدد سے آج نقشے بنائے جاتے ہیں یہاں تک کہ جو دنیا کا جدید ترین نقشہ ہے جسے گوگل ارتھ کہا جاتا ہے وہ بھی دجال کی اسی عین یعنی دیکھنے کے آلے سے بنایا گیا جو سیٹیلائٹ یعنی دجال کے راس میں نصب ہے۔ یوں رسول اللہ ﷺ کے ایک ایک لفظ کی تصدیق ہوتی ہے۔

ظفر عربی میں سخت پلاسٹک کو کہتے ہیں۔ دجال پر یا دجال کی آنکھ یعنی دیکھنے والے آلے پر سخت پلاسٹک ہوگا۔

ہم تصاویر میں با آسانی یہ دیکھ سکتے ہیں۔

Canon
Nikon
HIKVISION
SONY
HDV

رسول الله ﷺ قال: الدجال لا يولد له ولا يدخل المدينة ولا مكة.

مسند احمد

رسول اللہ ﷺ نے کہا دجال ہوگا نہیں جنم دینا ہوگا اس کے لیے یعنی دجال کسی کی اولاد نہیں ہوگا اور نہ دجّال کی اولاد ہوگی اور نہ وہ مدینہ میں داخل ہو سکے گا اور نہ ہی مکہ میں۔

رسول الله ﷺ قال: وعينيه اليسرى كأنها كوكب درى. ابو يعلى، ابن عساكر

رسول اللہ ﷺ نے کہا اور اس کا دیکھنے کا بائیاں آلہ بلکل ایسا گویا کہ با اعتماد سیارہ ہوگا۔

عین. دیکھنے کا آلہ

یسری. بائیاں

کوکب. سیارہ (Planet)

کائنات میں تمام سیارے اپنے اپنے محور کے گرد گھومتے ہیں بلکہ اسی طرح دجال کا دیکھنے کا آلہ بھی زمین کے گرد گوم رہا ہے گویا کہ سیارہ ہو جس سے زمین کے چپے چپے کو دیکھا جا سکتا ہے۔

تصاویر میں دجال کا دیکھنے کا یہ آلہ واضع ہے جسے سیٹلائیٹ کہا جاتا ہے۔

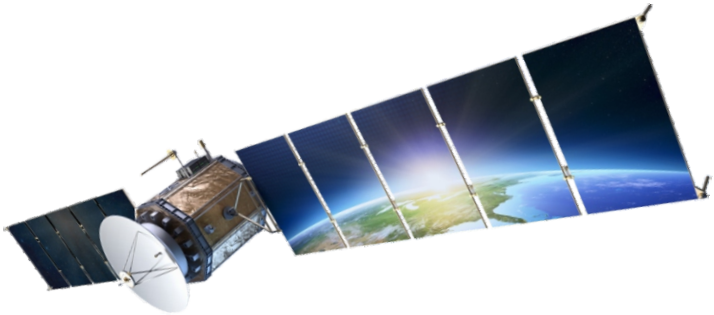

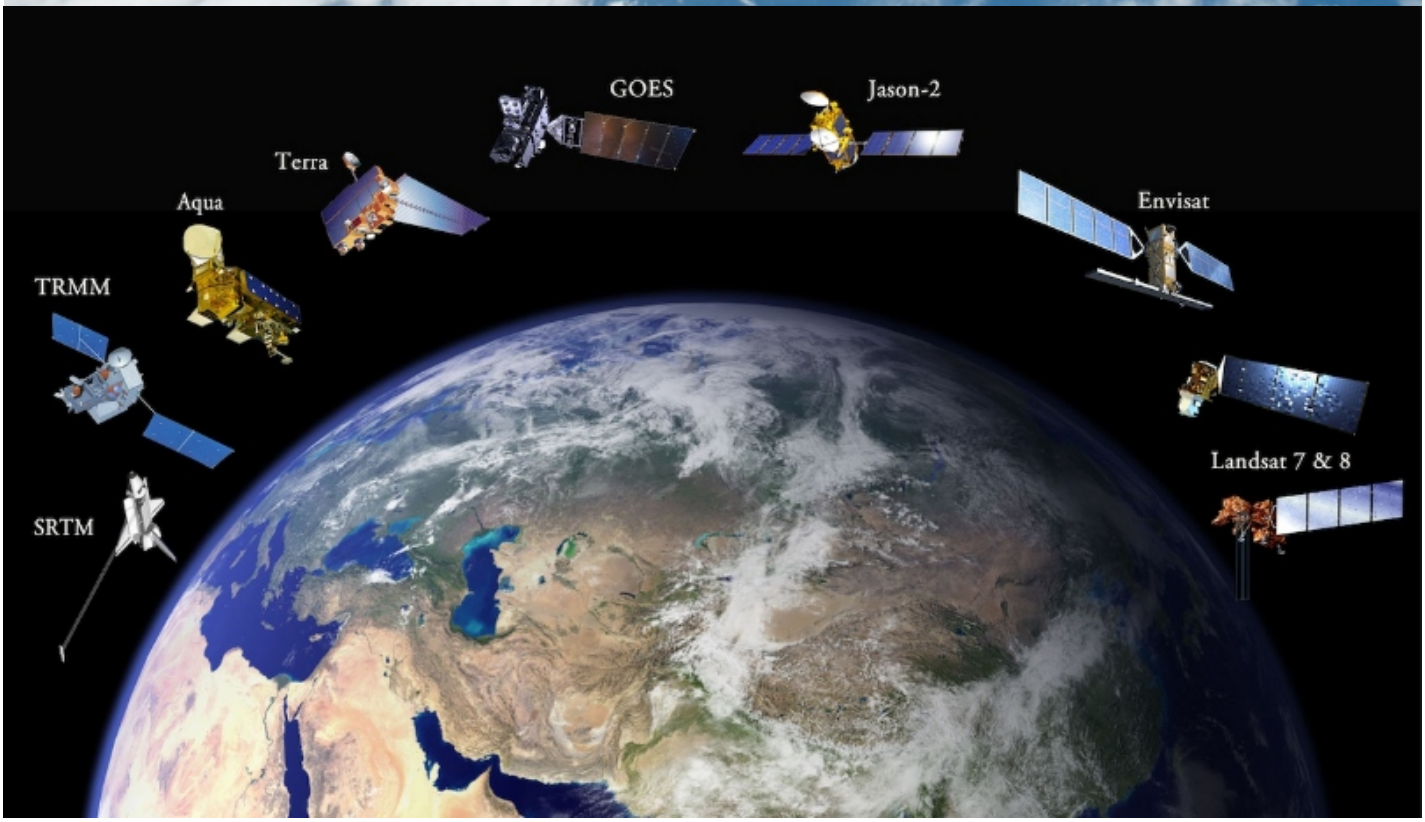
GOES
Jason-2
Terra
Aqua
Envisat
TRMM
Landsat 7 & 8
SRTM

(رسول الله ﷺ قال) ومعه مثل الجنة ومثل النار، وجنتة غبراء ذات دخان، وناره روضة خضراء. ابو يعلى، ابن عساكر

جنت. ایسا مقام جہاں سہولتیں وآسائشیں موجود ہوں جہاں انسان کو اس کی خواہشات کے مطابق اشیاء حاصل ہوں۔ جہاں آسانیاں ہی آسانیاں ہوں، آسائشیں ہی آسائشیں ہوں۔

النار. آگ، تکلیف دہ شئے، جلا کر تباہ کرنے والی شئے

غبراء. گرد وغبار سے بھری ہوئی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اور ساتھ ہوگا اس کے مثل جنت کے اومثل آگ، اور جنت ہوگی اس کی گرد وغبار سے بھری ہوئی جو دھواں ہوگا اور آگ اس سرسبز باغ۔

دجّال کیساتھ جنت اور آگ ہوگی اور جنت اس کی دھویں کے غبار والی ہوگی اور آگ اس کی سرسبز باغات ہوں گے۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ جو دجّال کی جنت میں داخل ہوگا حقیقت میں وہ آخرت میں جہنم میں ڈالا جائے گا اور جو دجّال کی آگ میں کودے گا تو آخرت میں اللہ سبحان وتعالیٰ اسے جنت میں داخل کریں گے۔ اس کا ایک پہلو تو یہ ہے لیکن اس کے علاوہ دنیا میں بھی دجّال کی جنت حقیقت میں جہنم ہوگی۔ آسائشیں، سہولتیں اور آرام تو بہت ہوگا دل لبھا دینے والے مزین اشیاء ہوں گی لیکن اس کی جنت میں دھویں کے غبار کی وجہ سے لاتعداد بیماریاں ہوں گی۔ حادثات، طافانوں، زلزلوں اور طرح طرح کی مصیبتوں کی وجہ سے دجّال کی جنت دنیا میں بھی جہنم ہی ہوگی۔ اور جو اس کی آگ ہوگی یعنی دجّال کی آگ جس کو دنیا جہنم تصور کرے گی یعنی اس آگ کے دجّل کا شکار ہو کر لوگ اس سے بچنے کی کوشش کریں گے وہ جہنم درحقیقت دنیا میں بھی سبز باغات ہوں گے کیونکہ دنیا میں واحد دشوار پہاڑی علاقے ہوں گے جو دجّال یعنی ٹیکنالوجی کی پہنچ سے دور ہوں گے جہاں اہل ایمان پناہ لیں گے وہاں ان پر آگ برسائی جائے گی لیکن وہ جگیں فطرتی سرسبز باغات ہوں گی۔

درج ذیل تصاویر میں دجّال کی جنت اور جہنم کا منظر دیکھیں۔

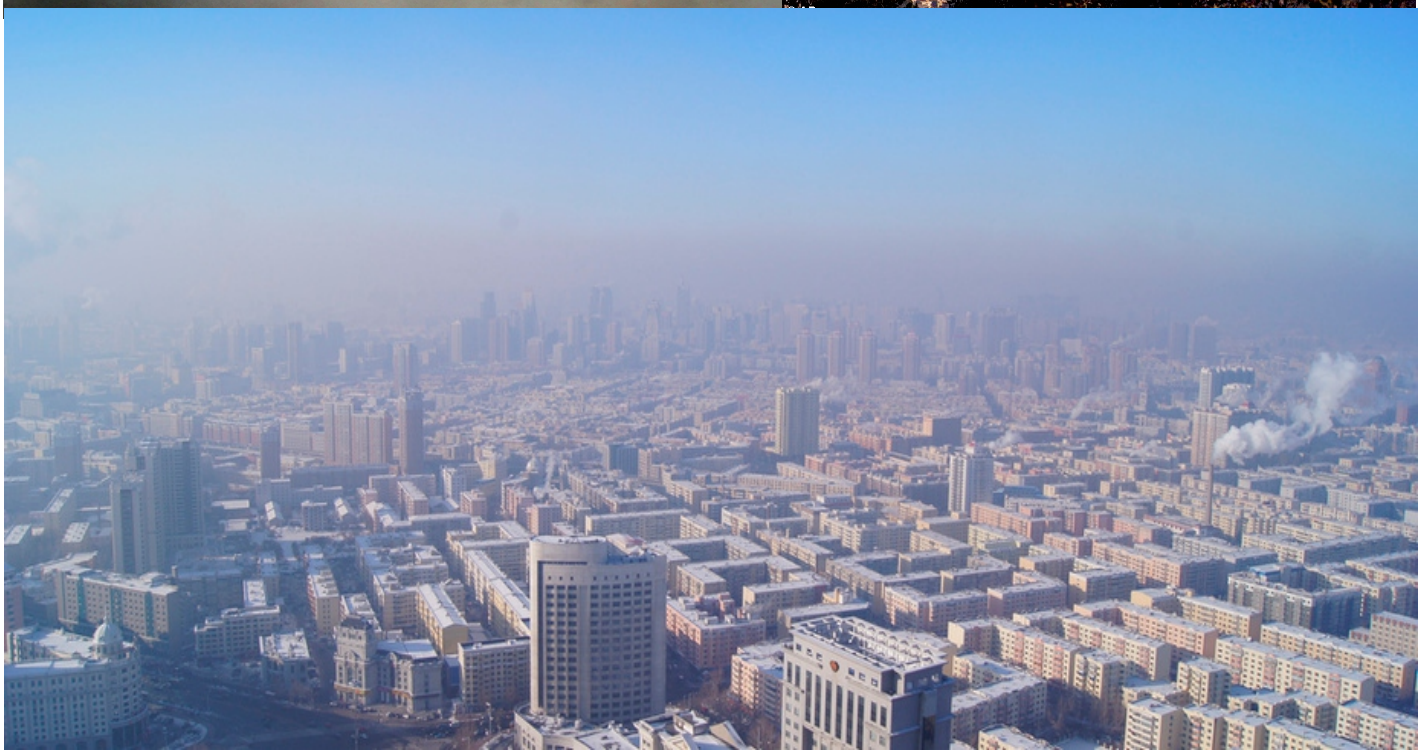

مزید تصاویر کے لیے گوگل میں سرچ کریں۔Air Pollution

''عالمی ادارہ صحت نے خبردار کیا ہے کہ شہروں میں آلودگی کی سطح زہریلی حد تک پہنچ گئی ہے۔
دو ہزار شہروں سے حاصل کردہ اعداد و شمار کے مطابق بہت سے لوگ عالمی ادارہ صحت کی مقرر کردہ حد سے کہیں زیادہ آلودگی کے ماحول میں زندگیاں گزار رہے ہیں۔
تحقیق کے مطابق یہ آلودگی دنیا میں مرنے والے ہر آٹھویں فرد کی موت کی وجہ ہے اور اس کی وجہ سے دنیا بھر میں صرف سنہ ۲۰۱۲ میں ۷۰ لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔ بی بی سی۔ ۱۷ جنوری ۲۰۱۶''

''بیجنگ فضائی آلودگی کی لپیٹ میں، الرٹ جاری۔ بی بی سی، ۲۹ نومبر ۲۰۱۵''

''نئی دہلی کی ''قاتل'' فضا سے شہری پریشان۔
پوری دنیا کی طرح نئی دہلی کے لوگ بھی سمجھتے تھے کہ بیجنگ ہی دنیا کا آلودہ ترین شہر ہے لیکن گزشتہ مئی میں عالمی ادارہ صحت نے اعلان کیا کہ نئی دہلی کی ہوا اس سے دوگناہ زیادہ زہریلی ہے۔ جس کا نتیجہ لوگوں کو پھیپھڑوں کی بیماریاں اور ہر سال ۱۳ لاکھ اموات ہیں۔
فضا میں آلودگی کی مقدار اتنی زیادہ ہے کہ بھارت میں امراض قلب کے بعد سب سے زیادہ اموات فضائی آلودگی سے ہوتی ہیں'' بی بی سی،
۱۹ اپریل ۲۰۱۵''

''چین کے دارالحکومت بیجنگ میں حکام نے ایک بار پھر سے فضائی آلودگی بڑھ جانے کے سبب 'ریڈ الرٹ' جاری کیا ہے۔ بی بی سی، ۱۸ دسمبر ۲۰۱۵''

''ایران کے دارالحکومت تہران میں فضائی آلودگی کی سطح زہریلی سطح تک پہنچ گئی۔ پریس ٹی وی ایران، ۱۹ دسمبر ۲۰۱۵''

''تہران کی کلین ائیر کمیٹی کے ڈائریکٹر محمد ہادی حیدر زادے کے مطابق تہران کی فضا میں آلودگی بہت بڑھ چکی ہے اور صرف اکتوبر کے مہینے میں اس سے ۳۶۰۰ افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ نئے اعداد و شمار کے مطابق ایران میں آلودگی کی وجہ سے ہلاکتوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے اور مارچ سنہ ۲۰۰۵ سے مارچ سنہ ۲۰۰۶ تک ۹۹۰۰ ایرانی فضائی آلودگی کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ بی بی سی، ۹ جنوری ۲۰۰۷''

''کراچی میں دن رات لاکھوں گاڑیاں اور صنعتیں دھواں اگلتی ہیں اس آلودہ فضا میں رہنے والے ڈیڑھ کروڑ انسانوں میں سے ہر سال سینکڑوں فضائی آلودگی کے سبب مارے جاتے ہیں۔ بی بی سی، ۲۰ جون ۲۰۰۷''

''عالمی موسمیاتی تنظیم نے اپنے سالانہ جائزے میں بتایا ہے کہ صنعتی انقلاب کے بعد سے فضا میں کاربن ڈائی اکسائیڈ کی

مقدار میں چالیس فیصد اضافہ ہوا ہے۔ بی بی سی، ۲۴ نومبر ۲۰۱۲"

دجال کی جنت۔ جدید سہولتوں سے مزین شہری معاشرے جو کہ دجال کی جنت ہے لیکن درحقیقت وہ جہنم ہے دھویں سے بھری ہوئی۔ جس دھویں کی وجہ سے لاتعداد بیماریاں ہیں، اچانک اموات کی شرح بہت زیادہ، بے چینی، بے سکونی، بے اطمینانی بہت زیادہ ہے، ہر طرف بھاگم بھاگ ہے، پریشانیاں ورطرح طرح کے مصائب ہیں لیکن اس کے باوجود اکثریت کو یہ سب نظر ہی نہیں آتا وہ انہیں معاشروں میں رہنے کے خواب دیکھتے ہیں انہیں یہ معاشرے جنت نظر آتے ہیں۔ حالانکہ یہ نہ صرف دھوکہ ہے بلکہ اس کی حقیقت دنیا میں بھی جہنم اور آخرت میں بھی جہنم ہے۔

دجال کی جہنم۔ ظاہراً دنیا میں دجال کی جہنم میں بہت سختیاں ہیں۔ دجال کی جہنم ہر وہ جگہ ہے جو فطرت پر ہے جہاں یہ ایجادات موجود نہیں ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کے وقت نہیں تھیں اور آج دنیا میں موجود ہیں۔ ایسی جگہ حقیقتاً سرسبز باغات اور خامیوں، نقائص اور بیماریوں سے پاک ہے یوں وہ حقیقتاً دنیا میں بھی جنت اور آخرت میں بھی جنت ہے اور اس کے علاوہ ہر وہ جگہ جہاں دین قائم ہو وہ دجال کی جہنم ہے۔ دین اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں واضع کر دیا کہ فطرت پر قائم ہونا ہے۔ جہاں دین قائم کیا جائے گا یعنی جس جگہ کو فطرت پر لایا جائے گا تو شیاطین اور اولیاء الشیاطین کو اس سے بہت تکلیف ہوگی یوں وہ علاقہ ہر لحاظ سے جہنم کا منظر پیش کرے گا اس میں سختیاں، آزمائشیں ہوں گی، آگ و بارود کی بارش ہوگی لیکن درحقیقت وہ دنیا میں ایک آزمائش ہوگی جس کے بدلے مومن درجات میں بلند ہوتا جائے گا اور وہی درجہ آخرت میں جنت میں پالے گا یوں دجال کی جہنم کی حقیقت آخرت میں جنت کے بلند درجات کا حصول ہے نہ کہ حقیقتاً جہنم ہے۔

(رسول الله ﷺ قال) ان راس الدجال من ورائه حبک حبک و انه سیقول انا ربکم، فمن قال انت ربی افتتن، و من قال کذبت، ربی الله، علیه توکلت والیه انیب، فلا یضره. مسند احمد، طبرانی، حاکم.

راس۔ کسی شئے کا بلندترین مقام، کسی شئے کی چوٹی، انسانی جسم کی چوٹی، بلندترین مقام سر ہوتا ہے اس لیے سر کو بھی راس کہتے ہیں۔

ورائه. اس کا سامنے والا حصہ

حبک. حب جمع ک۔

حب کسی شئے کو اپنے قریب کرنے یا اپنی طرف کھینچنے کو کہتے ہیں، مقناطیسی کشش کو بھی حب کہتے ہیں۔

ک. تجھے

ربّ۔ جس ذات نے خلق کیا اسے ہی علم ہے کہ کس مقصد کے لیے خلق کیا اور جس مقصد کے لیے خلق کیا اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے خلق پر اس کا مقام اور ذمہ داری واضع کرنے والی ذات۔ اور مخلوق کو اس کی تمام ضروریات خلق کر کے مہیا کرنے والی ذات۔ اسے ہی علم ہے کہ مخلوق کے لیے کیا فائدہ مند ہے اور کیا نقصان دہ ہے اس لیے جو حکم وہ ذات دے گی اسی پر عمل کیا جائے گا اور اسی کی خلق کی ہوئی ضروریات اختیار کی جائیں گی اور اگر اس کے علاوہ کسی اور کی خلق کی ہوئی ضروریات استعمال کیں یا کسی اور کی ہدایات پر عمل کیا تو وہی ذات ربّ کہلائے گی جس کی ہدایات پر عمل کیا اور جس کی خلق کردہ ضروریات استعمال کیں۔

کذبت. اللہ کی آیات (تمام مخلوقات سمیت ہر وہ شئے جس سے انسان اللہ کو جان سکے) پر ایمان لانے کی بجائے ان کا کفر کرنا ان میں چھیڑ چھاڑ کرنا ان میں فساد کرنا، انہیں اپنی مرضی کے مقاصد کے لیے استعمال کرنا جس کی اللہ سبحان وتعالیٰ نے اجازت نہیں دی بلکہ سختی سے منع کیا ہے۔

توکل. ہرلحاظ سے مکمل طور پر کسی پر انحصار کرنا۔ ہر معاملے میں یا کسی بھی معاملے میں کسی کا محتاج بننا۔

انیب۔ فتنے میں پڑنے اور اس پہچان جانے کے بعد صرف اور صرف اللہ کی طرف رجوع کرنا۔یعنی اگر ایک انسان فتنے کا شکار ہو بے شک وہ سمجھ رہا ہو کہ وہ حق پر ہے لیکن حقیقت میں حق کی بجائے باطل کا شکار ہو چکا ہوتا ہے لیکن جیسے ہی اس پر حقیقت کھلے فوراً اسے ترک کر کے اللہ کی طرف رجوع کرنا حق کی طرف رجوع کرنا۔

ان راس الدجال من ورائه حبک حبک و انه سیقول انا ربکم، فمن قال انت ربی افتتن، و من قال کذبت، ربی الله، علیه توکلت والیه انیب، فلا یضره. مسند احمد، طبرانی، حاکم

اس میں کچھ شک نہیں دجال کی چوٹی یعنی اس کا بلند ترین مقام سامنے سے تجھے اپنی طرف کھینچے گا، اپنے قریب کرے گا۔اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ قریب ہی کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔پس جس نے کہا تو میرا رب ہے وہ اس کے فتنے میں پڑ گیا۔اور جس نے کہا تو کذب کرتا ہے۔میرا رب اللہ ہے اسی پر توکل کرتا ہوں اور تیری حقیقت کھلنے پر اسی کی طرف پلٹتا ہوں۔پس (دجال) اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

دجّال یعنی ٹیکنالوجی کا راس یعنی اس کا بلند ترین مقام اس وقت سیٹلائٹ ہے جو خلاء میں زمین کے گرد گھوم رہی ہیں۔اور بلند ترین ٹاورز ہیں اور سبحان اللہ دجّال کا یہی راس انسان کے سامنے سے اسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔پوری دنیا کا مواصلاتی نظام،میڈیا ٹی وی چینلز،انٹرنیٹ،فون وغیرہ اسی سیٹلائٹس اور ٹاورز سے ہی چل رہے ہیں۔سیٹلائٹ سے بچھائے گئے نیٹ ورک کے ذریعے ٹی وی چینلز چلتے ہیں جو انسان کو طرح طرح کی کمرشلز سے اور پروگراموں کے ذریعے اللہ سے دور اور اس ٹیکنالوجی کے قریب کرتے ہیں اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

ایک طرف اللہ کی کتاب ہے جو انسان کو فطرت پر قائم ہونے کی دعوت دیتی ہے اور اللہ کے قریب کرتی ہے اور دوسری طرف یہی میڈیا جو انسان کو اللہ پر توکل کرنے کی بجائے فطرت پر قائم ہونے کی بجائے ٹیکنالوجی پر انحصار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

سب کچھ کھلم کھلا ہمارے سامنے ہے اسے سمجھنا بلکل بھی مشکل نہیں۔

یہی میڈیا انسان کو رزق کے لیے زمین سے اگانے، جسم ڈھانپنے کے لیے کپڑا بننے، رہنے کے لیے گھر بنانے، روزگار کے ذرائع کے لیے، سفر کے ذرائع کے لیے، دانتوں کی صفائی ہو یا جسم کی صفائی، برتن دھونے ہوں یا کھانا پکانا ہو، کسی سے رابطہ کرنا ہو یا کسی چھوٹی سی چھوٹی سطح پر بھی کوئی کام کرنا مقصود ہو تو اللہ پر توکل کرنے یعنی اللہ کے دیئے ہوئے ذرائع پر انحصار کرنے کی بجائے ٹیکنالوجی پر انحصار کرنے کی دعوت دیتا ہے اور انسانوں کی اکثریت اس کی طرف کھنچی چلی جاتی ہے جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے یہی تو ہے کسی کو ربّ بنانا۔

یہ میڈیا ہر معاملے میں انسان کو اللہ سے بغاوت اور دجّال کی غلامی پر ابھارتا ہے اور لوگ اسی کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنی سوچیں، کھانا پینا، رہن سہن، لباس، معاشرہ حتیٰ کہ سب کچھ طے کرتے ہیں۔ اور اسی میڈیا کی دعوت کی حقیقت کھلنے پر انسان سب سے پہلے اسی سے ہی نفرت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تُو کذاب ہے تُو ہر شئے کا صرف ایک ہی رخ دیکھاتا ہے۔ مجھ پر ہر شئے کا دوسرا رخ واضع ہو چکا جس سے تیری حقیقت مجھ پر کھل چکی ہے اس لیے میں اب اللہ ہی پر توکل کروں گا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ یہ تو بہت ہی مختصر وضاحت ہے باقی غور و فکر کرنے کے دروازے آپ پر کھلے ہیں آپ جتنا جی چاہیں گہرائی تک غور و فکر کر کے جان سکتے ہیں۔

مزید آسانی سے سمجھنے کے لیے تصاویر سے راہنمائی لیں۔ دجال کا راس یعنی دجال کی چوٹی، دجال کا بلند ترین مقام۔

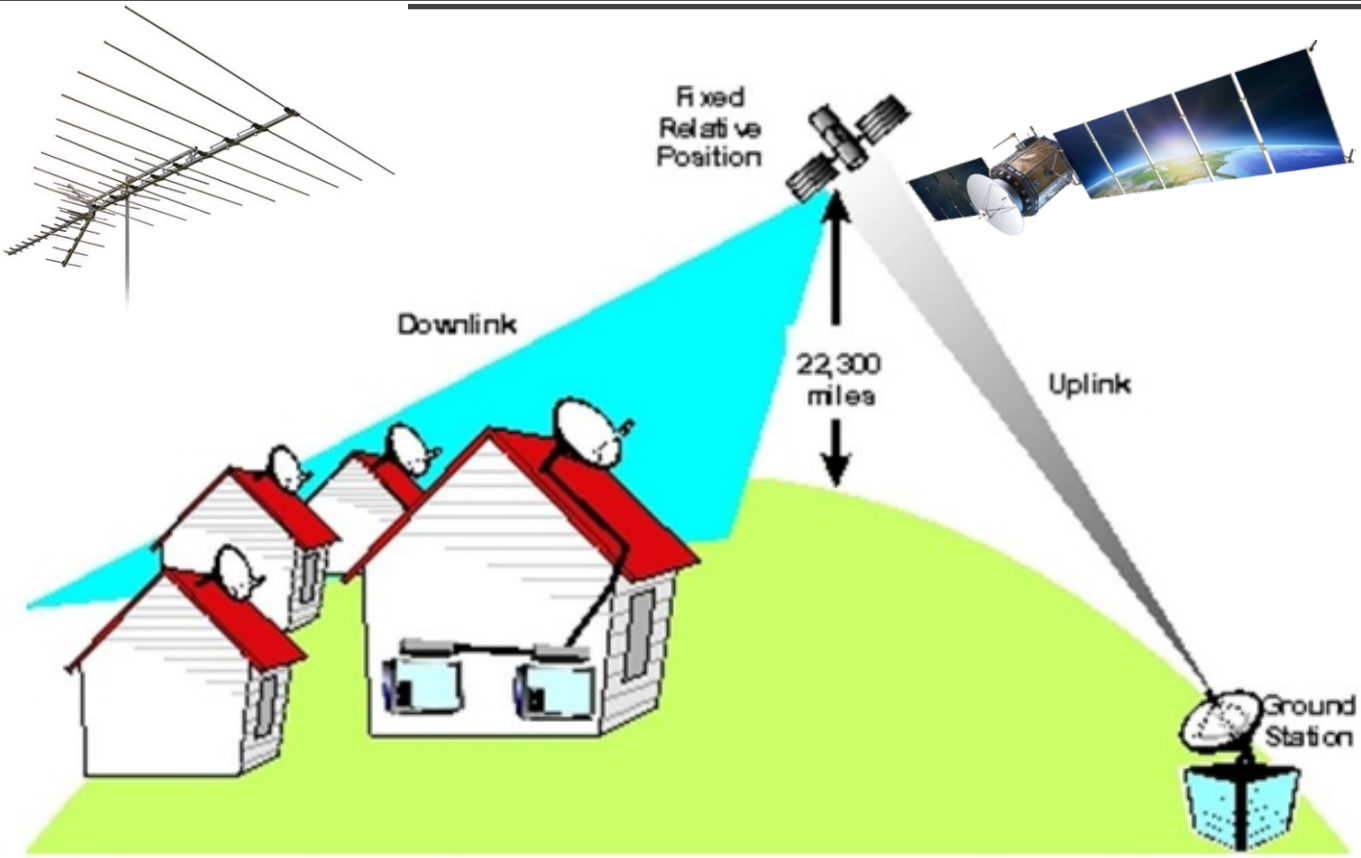

ایک طرف اللہ سبحان وتعالیٰ اپنی آیات میں رات، دن، اٹھے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں غور وفکر کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ اپنا وقت اللہ کی آیات میں غور وفکر کرنے میں گزارو اور دوسری طرف یہی دجّال کا راس انٹرنیٹ، فلموں، ڈراموں اور طرح طرح کے وقت ضائع کرنے والے پروگراموں اور گیموں وغیرہ میں مگن ہو کر اللہ کا دیا ہوا وقت ضائع کرنے کی دعوت دیتا ہے یہاں تک کہ کھانا کیا ہے، پینا کیا ہے، پہننا کیا ہے، اٹھنا، بیٹھنا کیسے ہے ماحول کیسا ہونا چاہیے، کیا فائدے مند ہے اور کیا نقصان دہ ہے سمیت ہر معاملے میں انسان کی راہنمائی کا دعویدار ہے اور انسانیت نے اس معاملے میں بھی کس کو اپنا ربّ تسلیم کیا حقیقت ہمارے سامنے ہے۔

رسول الله ﷺ قال: كأن رأسه غصن شجرة. البدايه والنهايه

رسول اللہ ﷺ نے کہا دجال کا راس ہوگا جیسے درخت کی شاخ۔

راس کہتے ہیں کسی بھی شئے کی چوٹی یا بلند ترین مقام کو۔ جیسے انسانی جسم کا بلند ترین مقام سر ہے جب یہ لفظ انسان کے لیے استعمال ہوگا تو اس کے معنی انسان کا سر کے ہوں گے۔ دجال کا راس یعنی دجّال کا بلند ترین مقام۔ جب ہم غور کریں تو بلکل واضح ہو جاتا ہے کہ دجّال جو کہ آج کا میڈیا ہے، ٹی وی ہے، ریڈیو ہے، ٹیلی فون وغیرہ ہیں۔ ان سب کا بلند ترین مقام ان کا انٹینا ہوتا ہے اور وہ بلکل ایسے ہے جیسے درخت کی شاخ ہو۔ تصاویر میں دیکھیں۔

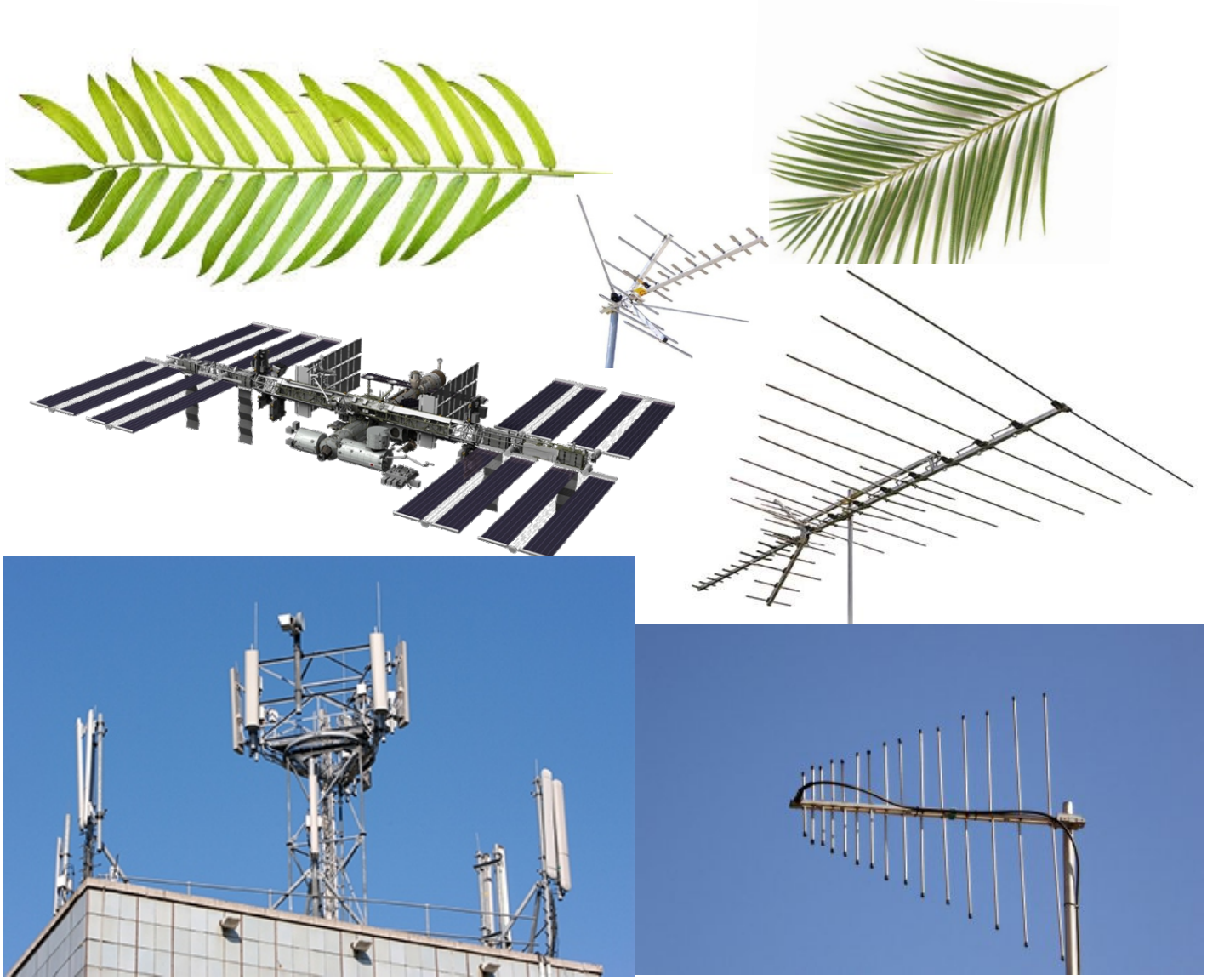

آپ ذرا تصور کریں کہ انٹینا کے بارے میں اس وقت بات کرنا مقصود ہوتا جب اس کا وجود ہی نہیں تھا، جب اس کا کوئی تصور بھی نہیں تھا تو اس سے بہتر کوئی الفاظ ہو سکتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے اس وقت استعمال کیے؟ اینٹینا زیعنی دجال کے راس جتنے بھی ہیں وہ کسی نہ کسی درخت کی شاخ سے ضرور مماثلت رکھتے ہیں۔

دجال کی انکھوں کے حوالے سے اب تک تین آنکھوں کا ذکر آیا ہے۔ **الیمینی، الیسری، الشمال** یعنی اگر انسان ہے تو دو انکھیں ہونی چاہیئں تھیں اور ان میں سے بھی اگر ایک ہے ہی کانی تو وہ تو بے کار ہوئی۔ لیکن احادیث میں اس آنکھ کی جو خصوصیات بتائی گئیں وہ تو غیر معمولی ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يميناً وعاث شمالاً، يا عباد الله! فاثبتو، قلنا: يا رسول الله ﷺ! ما لبثه فى الارض؟ قال: اربعون يوماً، يوم كسنةٍ ويوم كشهرٍ ويوم كجمعةٍ وسائر ايامه كايامكم، قلنا يا رسول الله ﷺ! فذلک اليوم كسنةٍ اتكفينا فيه صلاة يومٍ، قال: لا، اقدروا له قدره، قالوا: وما اسراعه فى الارض؟ قال: كالغيث استدبرته الريح، فياتى على القوم فيد عوهم فيومنون به ويستجيبون له، فيامر السماء فتمطر والارض فتنبت، فتروح عليهم سارحتهم اطول ما كانت ذرى واسبغه ضروعاً وامده خواصر، ثم ياتى القوم فيدعوهم فيردون عليه قوله فينصرف فيصبحون ممحلين ليس بايديهم شئى من اموالهم، ويمر بالخربة فيقول لها: اخرجى كنوزک، فتتبعه كنوزها كيعاسيب النحل. مسند احمد، مسلم، ترمذی

رسول الله ﷺ قال: انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يميناً وعاث شمالاً، يا عباد الله! فاثبتو.

عاث. جانداروں، انسانوں، پھلوں، فصلوں وغیرہ میں خرابیاں، خامیاں پیدا کر دینا، بیماریاں زدہ کر دینا، تباہی پھیلانا، ہر شئے درہم برہم کر دینا، ہر شئے میں نقص پیدا کر دینا جو نقصان و تباہی کا باعث بنے۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں وہ (دجّال) نکلے گا شام اور عراق کے درمیان خالی جگہ سے پس وہ تباہی پھیلائے گا دائیں یعنی ہر شئے میں خرابیاں کر دے گا، فصلوں میں خامیاں خرابیاں کر دے گا، جانوروں و انسانوں کو بیماریاں زدہ کر دے گا، زمین میں خامیاں کر دے گا جراثیموں و کیڑے مکوڑوں کا باعث بنے گا حتیٰ کہ ہر شئے میں خرابیاں کر کے تباہی پھیلا دے گا اور اسی طرح تباہی پھیلائے گا شمال کو بھی، اے اللہ کے غلاموں پس ثابت قدم رہنا یعنی اس وقت اللہ کو ہی اپنا ربّ بنانا اور اسی پر ڈٹ جانا۔

شام و عراق کے درمیان خالی علاقے سے جو شئے نکل رہی ہے اور اسطرح تباہی پھیلا رہی ہے وہ خام تیل ہے۔ خام تیل سے نکلنے والے مختلف ایندھنوں سے گاڑیاں، فیکٹریاں وغیرہ چلتی ہیں جن کے دھویں سے فضاء انتہائی زہریلے مادوں سے بھر چکی ہے جو طرح طرح کی بیماریوں کا باعث بن رہی ہے۔ خام تیل کے نکلنے سے پوری دنیا کے معاش میں تباہی برپا ہو چکی ہے، خام تیل سے ہی نکلنے والے طرح طرح کے کیمیائی اجزاء کو آج تمام خوراکوں میں ملا کر انہیں ظاہراً خوشنما لیکن درحقیقت زہر بنا دیا گیا ہے جسے کھانے والا ہر کوئی طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہے، خام تیل سے نکلنے والے اجزاء سے کھادیں بنتی ہیں جنہوں نے زمین کی پیدا کرنے کی صلاحیت کو تباہ برباد کر دیا ہے، خام تیل سے ہی نکلنے والے اجزاء سے طرح طرح کے کیڑے مکوڑے پیدا ہو کر مخلوقات کے لیے بیماریوں کا باعث بن رہے ہیں خام تیل سے ہی نکلنے والے کیمیائی اجزاء سے ادویات تیار کی جاتی ہیں جو دوا کے نام پر زہر ہے جو ایک بیماری سے وقتی طور نجات دلاتی ہے لیکن وہیں وہ درجنوں نئی بیماریوں کا باعث بنتی ہیں۔ خام تیل سے ہی آج ہر قسم کا کپڑا بنایا جا رہا ہے جو انتہائی نقصان دہ ہے، خام تیل سے ہی ہر طرح کا بارودی مواد بنایا جاتا ہے جس سے پوری دنیا تباہ و برباد ہو رہی ہے جس سے شہروں کے شہر کھنڈرات میں تبدیل ہو چکے ہیں، خام تیل کے نکلنے سے ہی آج دنیا میں کوئی ایک شئے بھی فطرت پر نہیں رہی ہر شئے میں فساد ہو چکا ہے، خام تیل

کے نکلنے سے ہی زمین کھوکھلی ہوکر جگہ جگہ سے دھنس رہی ہے، خام تیل کے نکلنے سے ہی آج زلزلے آرہے ہیں، یہاں تک کہ خام تیل سے ہونے والے فساد و تباہی کا اندازہ لگانا ناممکن ہو چکا ہے۔اور ایسی صورت حال میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے غلاموں کو ثابت رہنے کی تلقین کی۔ان حالات میں دین کا تھامنا اللہ کو اپنا ربّ بنانا بلکل ایسے ہی ہے جیسے کہ جلتا ہوا انگارا مٹھی میں جکڑنا ہے۔ان حالات میں دین پر ڈٹنے والے کے لیے دنیا جہنم سے کم نہیں ہے۔

قلنا: یا رسول اللہ ﷺ! ما لبثه فی الارض؟ قال: اربعون یوماً، یوم کسنةٍ ویوم کشهرٍ ویوم کجمعةٍ وسائر ایامه کایامکم، قلنا یا رسول اللہ ﷺ! فذلک الیوم کسنةٍ اتکفینا فیه صلاة یومٍ، قال: لا، اقدروا له قدره، قالوا: وما اسراعه فی الارض؟ قال: کالغیث استدبرته الریح،

کہا ہم نے اے اللہ کے رسول ﷺ کتنا عرصی زمین میں رہے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا چالیس یوم، یوم جیسے سال اور یوم جیسے مہینہ اور یوم جیسے ہفتہ اور باقی ایام جیسے تمہارے ایام، کہا ہم نے اے اللہ کے رسول ﷺ پس اس یوم جو سال جیسا ہوگا کیا ہمیں کافی ہوگی اس میں ایک یوم کی صلاۃ، رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا نہیں، قدر کر لینا اس کی جیسے اس کی قدر ہے یعنی جیسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے قدر میں کر دیا بلکل ویسے ہی ہوگا اس یوم تم پورے حساب کتاب کیساتھ صلاۃ قائم کرنا جو اس کی قدر ہے۔ جواباً پوچھا اس کی زمین میں تیز رفتاری کیا ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا جیسے غیث وہ بھی اس کے لیے ناکافی ہوگا، جیسے وہ بارش جسے دھکیلتی ہے پیچھے سے ہوا۔

اسراع. تیز رفتاری اور جلدی، سفر میں تیز رفتاری اور جلدی، کام کرنے میں تیز رفتاری اور جلدی، اشیاء کو پیک کرنے میں تیز رفتاری اور جلدی، حتیٰ کہ ہر کام میں تیز رفتاری اور جلدی۔کئی لوگوں کا کام اکیلے اور کئی گناہ کم وقت میں کرنا تیز رفتاری سے کرنا، کئی لوگوں کے اُٹھانے کا وزن اکیلے ہی بہت آسانی سے کم وقت میں اور تیز رفتاری سے اُٹھا لینا۔اشیاء کو ادھر سے اُدھر تیز رفتاری اور کم وقت میں لانا لے جانا وغیرہ۔یعنی ہر کام بہت ہی آسانی، تیز رفتاری اور کم وقت میں کرنا۔

الغیث . بہت سے انسانوں کا مجمع جو انتہائی منظّم انداز میں کوئی کام کرتا ہے۔مثال کے طور پر آپ نے کوئی کام کرنا ہے سب سے پہلے اس کام کو مختلف حصوں میں تقسیم کریں اور پھر لوگوں کے مختلف گروہ بنا کر انتہائی منظّم انداز میں ان سے کام کروائیں جس سے نہ صرف کام بہترین ہوگا بلکہ وقت بھی بچے گا اور کام بھی زیادہ ہوگا۔ بارش۔

صحابہ رضوان اللہ نے جب سوال کیا کہ وہ کتنا عرصہ رہے گا جس کا جواب ملنے کے بعد انہوں نے پھر سوال کیا کہ کیا اس یوم یعنی سال، مہینے اور ہفتے کے برابر ایام میں ایک ہی دن کی صلاۃ کافی ہوگی جس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے لیے پورا حساب کتاب لگا لینا جو قدر میں ہے۔قدر کہتے ہیں بہت باریکی سے پورے حساب کتاب، علم وحکمہ کے ساتھ کوئی کام انجام دینا۔رائی برابر بھی فرق نہ چھوڑنا۔اس جواب سے صحابہ رضی اللہ کو یہ پتہ چل گیا کہ دن رات جیسے ہیں ویسے ہی ہوں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی کوئی بھی کام کرنے کی رفتار ایسے ہوگی کہ جو کام ہم ایک سال میں انجام دیتے ہیں وہی کام وہ ایک دن میں انجام دے گا۔کہ اس کی ہر کام میں رفتار انتہائی تیز ہوگی۔جب صحابہ رضوان اللہ پر یہ بات واضح ہوئی تو تب انہوں نے دجال کی تیز رفتاری کا سوال کیا۔کہ وہ کس تیز رفتاری سے کاموں کو انجام دے گا۔

س. وما اسراعه فی الارض؟

اور کیا اسراع ہوگی اس کی زمین میں۔یہ وہ ہر کام کس تیز رفتاری سے کرے گا۔

ج.قال: کالغیث استدبرته الریح

رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا جیسے الغیث یعنی جیسے انسانوں کا مجموعہ کسی کام کو آپس میں تقسیم کر کے بہت منظّم انداز میں انجام دیتا ہے ویسے ہی کرے گا وہ بھی اس کے لیے ناکافی ہوگا، ناکافی ہوگی اس کے لیے ہوا۔یعنی وہ ہوا سے بھی تیز رفتار ہوگا۔

یوم کسنةٍ ویوم کشهرٍ ویوم کجمعةٍ وسائر ایامه کایامکم

یوم جیسے سال ہوتے ہیں اور یوم جیسے مہینے ہوتے ہیں اور یوم جیسے ہفتے ہوتے ہیں اور دیگر اس کے ایام جیسے تمہارے ایام جو کام انسان سال میں انجام دیں گے دجّال وہی کام ایک دن میں انجام دے گا۔

انسان اس کی اتباع کریں گے اسے ربّ بنالیں گے تو پھر انسان جو کام پہلے سال میں کرتے تھے وہی کام اب انسان ایک دن

میں انجام دیں گے۔یعنی اب انسانوں کا ایک دن ایک سال کے برابر ہو گیا۔

پھر انسان اس رفتار سے جو کام ایک سال میں کریں گے دجال اسی کام کو ایک مہینے میں کرے گا۔انسان اسے ربّ بنا چکے تو اس لیے پھر انسان بھی وہ کام ایک مہینے میں انجام دیں گے کہ انسانوں کی رفتار اتنی بڑھ جائے گی۔

اب انسان اس رفتار سے جو کام ایک مہینے میں کریں گے دجال وہی کام ایک ہفتے یعنی سات دن میں کرے گا۔انسان دجال کو ربّ بنا چکے تو انسان بھی پھر وہی کام ایک ہفتے میں کرنا شروع کر دیں گے۔

پھر انسان اس رفتار سے جو کام ایک ہفتے میں کرے گا دجال اسی کام کو ایک دن میں انجام دے گا۔پھر باقی دن اسی طرح گزریں گے یعنی دنیا اتنی تیز رفتار ہو چکی ہو گی کہ انسان ہر کام بہت تیز رفتاری اور انتہائی غیر معمولی کم وقت میں انجام دے گا۔

اب جب غور فکر کریں تو آج یہ سب ہو چکا اور ہو رہا ہے اور یہ کیسے ممکن ہوا؟ یہ صرف اور صرف ٹیکنالوجی سے ہی ممکن ہوا۔ سالوں کے کام مہینوں میں ہونا شروع ہوئے، پھر وہی کام ہفتوں میں اور اب وہی کام دنوں میں ہو رہے ہیں یعنی دجّال کے نکلنے سے پہلے جو کام سالوں میں بھی کرنا ناممکن تھے آج وہ دنوں میں کرنا انتہائی آسان ہو گیا بغیر قوت کے۔اور یہ سب ٹیکنالوجی سے ممکن ہوا اور ٹیکنالوجی ہی دجّال ہے۔یعنی اگر ٹیکنالوجی آج ختم ہو جائے تو دنیا پھر واپس پیچھے چلی جائے گی۔

اس کے باوجود اگر کوئی انسان ایسا عقیدہ ونظریہ رکھتا ہے کہ وقت اتنا لمبا ہو جائے گا کہ دن سال کے برابر ہو جائے گا یعنی زمین سورج کے گرد چوبیس گھنٹوں کی بجائے ایک سال میں اپنے ہی محور پر گھومیں گی۔ کہ زمین کی گردش اتنی سست ہو جائے گی کہ دن سال کے برابر ہو جائے گا اور پھر تھوڑی رفتار بڑھ کر مہینے میں چکر مکمل کرے گی کہ دن اور رات ایک مہینے جتنے لمبے ہو جائیں گے پھر اسی طرح ایک ہفتے کے برابر اور پھر آخر مین زمین پھر واپس چوبیس گھنٹوں پر آ جائے گی تو ایسا نظریہ وعقیدہ انتہائی جاہلانہ ہے جس کی کوئی بنیاد ہے ہی نہیں۔

اللہ سبحان وتعالیٰ کہتے ہیں۔

اِنَّا كُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰهُ بِقَدَرٍ . القمر ۴۹

اس میں کچھ شک نہیں ہر شئے کو خلق کیا ہم نے قدر کیساتھ یعنی بہت باریکی سے علم وحکمت کیساتھ خلق کیا۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہر شئے کو قدر کیساتھ خلق کیا ہے۔ جیسے ایک گاڑی کا انجن ہوتا ہے اگر اس میں چھیڑ چھاڑ کی جائے گی تو وہ خراب ہو جائے گا، جیسے انسان اپنی ذات کو ہی لے لے۔ انتہائی پیچیدہ تخلیق ہے۔ تمام کے تمام اعضاء کو بہت باریک بینی اور علم وحکمت سے خلق کیا گیا۔ خلق کر کے انہیں ان کے مقام پر لگا دیا گیا اگر ان کے مقام میں تبدیلی کی جائے گی یعنی اگر جسم سے خون نکال لیا جائے تو کیا ہوگا؟ دل نکال لیا جائے تو کیا ہوگا؟ اس طرح جسم میں کوئی بھی ایسی تبدیلی کی جائے جو اس نقشے میں نہ ہو جس نقشے کے مطابق انسان کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے خلق کیا تو جسم کا نظام بگڑ جائے گا اور خرابیوں یعنی بیماریوں کا شکار ہو کر بڑی تباہی یعنی موت کا شکار ہو جائے گا۔ بلکل اسی طرح اللہ سبحان وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسی طرح خلق کیا ہے، تب تک یہ سب ٹھیک رہے گا جب تک کہ ہر شئے فطرت پر رہے اگر کسی شئے کو فطرت سے ہٹا دیا جائے گا یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ کی مخلوقات میں تبدیلیاں کی جائیں گی تو نظام بگڑ جائے گا پھر تباہیاں ہی آئیں گی۔

لا تَبۡدِيۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ. الروم ۳۰

نہیں ہے تبدیلی اللہ کی خلق کے لیے۔

یعنی اللہ کا جو بھی طریقہ ہے وہ تبدیلی کا متحمل ہو ہی نہیں سکتا اگر اس میں تبدیلی کی جائے گی تو اس سے خرابیاں ہوں گی اور بالآخر تباہی آئے گی اور پھر یہ بھی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ اپنی سنت یعنی طریقے میں تبدیلی نہیں کرتا۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے تمام مخلوقات کو جیسے خلق کیا اور جس جس مقام پر رکھ دیا، جس جس لائن پر لگا دیا اس میں رائی برابر بھی تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنی خلق میں تبدیلی کی گنجائش رکھی ہی نہیں۔ اللہ کی خلق تبدیلی کی متحمل ہے ہی نہیں اور اگر تبدیلی کی جائے گی تو اللہ کی خلق پھر ٹھیک نہیں رہ سکتی اس میں خرابیاں ہوں گی اور آخر کار وہ تباہ ہو جائے گی۔

اگر زمین اپنی رفتار میں ذرہ بھی کمی کرے تو پورے آسمان دنیا کا نظام بگڑ جائے گا۔ کیونکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں واضح کر دیا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے میزان یعنی توازن قائم کیا ہوا ہے۔ جیسے گھڑی کی سیکنڈ والی سوئی کی رفتار کم یا زیادہ کر دی جائے تو اس سے منٹ اور گھنٹے کی سوئیاں بھی اسی طرح کم یا تیز رفتار ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہوتا ہے بلکل اسی طرح ہمارے نظام شمسی، اور اسکا ہماری کہکشاں پھر ہماری کہکشاں کا پورے آسمان میں ایک دوسرے سے تعلق ہے۔ اگر زمین اپنی رفتار میں کوئی ردوبدل کرتی ہے تو لامحالہ پورے آسمان دنیا جس کا ہم ادراک بھی نہیں کر سکتے کا توازن بگڑ جائے گا۔ اور ہر شئے تباہ ہو جائے گی۔ ستارے وسیارے آپس میں ٹکرا جائیں گے۔

وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ

اور سلیمان کے لیے ہو، اس کا صبح کا جانا، صبح کا کام، صبح کا سفر وغیرہ ایک مہینے کا اور واپسی، شام کا جانا یا شام کا کام وغیرہ ایک مہینے کا۔

قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کا غدو ایک مہینے کا اور رواح ایک مہینے کا تھا۔ سلیمان علیہ السلام کا دارالخلافہ بیت المقدس میں تھا۔ پوری دنیا میں غدو اور رواح کا وقت الگ الگ نکلتا ہے۔ بیت المقدس میں پورے سال کا اوسطاً اگر غدو اور رواح کا وقت حساب کتاب کر کے نکالا جائے تو غدو دو گھنٹے یا اس سے بھی کم وقت کا اور اسی طرح رواح بھی دو گھنٹے یا اس سے کم وقت کا ہی نکلتا ہے۔

یعنی سلیمان علیہ السلام کے دو گھنٹے زمین پر باقی تمام انسانوں اور ہمارے کے ایک مہینے کے برابر تھے یوں سلیمان علیہ السلام کا ایک دن ہمارے ایک سال کے برابر تھا۔ اب ایسا ہرگز نہیں تھا کہ باقی انسانوں پر ایک سال مکمل ہو جاتا تو سلیمان علیہ السلام

پر صرف ایک دن اور رات گزرتا تھا۔نہیں بلکہ سلیمان علیہ السلام کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے جو اسباب دیئے تھے جو ٹیکنالوجی ان کے پاس تھی اس ٹیکنالوجی سے سلیمان علیہ السلام ایک کام ایک دن میں مکمل کر لیتے تھے جو آج ہم ایک سال میں مکمل کر پاتے ہیں۔دن اور رات سلیمان علیہ السلام کے لیے بھی چوبیس گھنٹے کے ہی تھے۔جیسے باقیوں کے لیے تھے۔

جیسے جیسے رفتار بڑھتی جاتی ہے وقت سکڑتا جاتا ہے۔اور جیسے جیسے رفتار کم ہوتی ہے وقت لمبا ہوتا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر آپ پیدل حج کرنے جاتے ہیں اور ایک مہینے کے بعد حجاز میں پہنچتے ہیں اب ایک دوسرا انسان ہے وہ دجّال کے گدھے پر سوال ہو کر جاتا ہے اور وہ صرف دو گھنٹے میں پہنچ جاتا ہے۔تو اس کے دو گھنٹے آپ کے ایک مہینے کے برابر ہو گئے۔جو کام آپ نے ایک مہینے میں کیا وہ کام دوسرے شخص نے صرف دو ہی گھنٹے میں کر لیا۔

ایسا کیوں اور کیسے ہوا؟

آپ نے جو سفر کیا آپ کی رفتار بہت کم تھی جس کی وجہ سے آپ کو منزل تک پہنچنے میں ایک مہینے لگا اگر آپ کی رفتار جو تھی اس سے بھی کم ہو جائے تو آپ کو پھر مزید اور زیادہ وقت لگے گا۔آپ کی رفتار کم تھی جس وجہ سے آپ کو اتنا وقت لگا۔لیکن آپ کے برعکس دوسرا انسان جس نے دجّال کے گدھے پر سفر کیا اور دو گھنٹے میں پہنچ گیا۔اس لیے کیونکہ اس کی رفتار آپ سے کئی گناہ زیادہ تھی۔جیسے جیسے رفتار بڑھتی ہے وقت سکڑتا چلا جاتا ہے۔اور اگر کسی انسان کے پاس ایسی ٹیکنالوجی ہو کہ جس سے اس کی رفتار اتنی بڑھ جائے کہ جو وقت کی رفتار سے تجاوز کر جائے تو اس کے لیے وقت تھم جائے گا۔ وہ انسان کوئی بھی کام بغیر وقت کر سکے گا۔اور ایسا انسان بیک وقت دو جگہوں پر بھی موجود ہو سکتا ہے۔یعنی اگر آپ کے پاس یہ ٹیکنالوجی ہو تو آپ دنیا کے دو مختلف مقامات پر ایک ہی وقت میں موجود رہ سکتے ہیں۔ایک ہی وقت میں دو مختلف جگہوں پر کوئی کام انجام دے سکتے ہیں، ایک ہی وقت میں دو مختلف جگہوں پر انسانوں سے بات کر سکتے ہیں۔حتیٰ کہ آپ ماضی یا مستقبل میں بھی جا سکتے ہیں۔یعنی آپ جس دور میں موجود ہیں وہاں بھی موجود ہوں گے اور ماضی یا مستقبل میں بھی موجود ہو سکتے ہیں۔

فیاتی علی القوم فید عوھم فیومنون به ویستجیبون له، فیامر السماء فتمطر والارض فتنبت،

پس آئے گا ایک قوم پر یعنی لوگوں پر پس انہیں دعوت دے گا پس وہ اس کے ساتھ ایمان لائیں گے اور اس کی بات قبول کریں گے پس حکم دے گا آسمان کو پس آسمان اس کے حکم سے بارش برسائے گا اور زمین اس کے حکم سے

اُگائے گی۔

اس کی دعوت کیا ہے کیسے دیتا ہے اس کا ذکر دجال کے راس والی حدیث میں گزر چکا۔ اور جو اس کی دعوت کو قبول کرتے ہیں یعنی اللہ پر توکل کی بجائے ٹیکنالوجی پر توکل کرتے ہیں تو ان کے لیے آسمان کو کیسے حکم دیتا ہے بارش کا اور کیسے برستی ہے اس کا جواب جاننے کے لیے ہم پہلے ایک بنیادی بات کو سمجھتے ہیں۔

اللہ سبحان وتعالیٰ قرآن میں بار بار غور وفکر کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اپنی آیات میں بار بار غور وفکر کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور قرآن کھول کھول کر واضع کرتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے سب کا سب اللہ کی آیات ہیں ان سب میں غور وفکر کرنے کا حکم دیا۔ جب تک ہم غور وفکر نہیں کریں گے تب تک ہم پر یہ واضع نہیں ہوگا کہ اگر دجّال آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو کیسے دے گا۔ اور پھر جب ہمارے پاس علم نہیں ہوگا تو ہمارے لیے سوائے گمراہی کے اور کوئی رستہ نہیں ہوگا۔ ہم لاکھ یہ دعوے کریں کہ ہم دجّال کی غلامی نہیں کریں گے ہم اس کی غلامی اختیار کرلیں گے اور ہمیں اس کا علم بھی نہیں ہوگا۔ ہم میں ایمان کی رائی بھی نہیں ہوگی اور ہمیں اس کا اندازہ ہی نہیں ہوگا الٹا ہم خود کو قوی مومن سمجھ رہے ہوں گے۔ علم نہ ہونے کی وجہ سے بے بنیاد اور باطل عقائد کو اپنے دماغ میں محفوظ رکھ کر نہ صرف خود گمراہ ہوں گے بلکہ دوسروں کی گمراہی کا بھی سبب بنیں گے۔ اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم حقیقتاً ایسے اللہ پر ایمان لائیں جیسے کہ ایمان لانے کا حق ہے تو ہمیں اللہ کی آیات میں غور وفکر کرنا پڑے گا۔

ہم اپنی ہی ذات میں غور وفکر کریں اور جانیں کے اگر انسان کو کوئی حکم دیا جائے گا تو اس کا ذریعہ کیا ہوگا؟ انسان کو کوئی کام کرنے کا حکم کیسے دیا جائے گا؟

اس کے لیے جو بات کھل کر واضع ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر انسان کو کسی کام کا حکم دینے کے لیے تین طریقے ہیں۔

۱۔ زبان سے حکم دیا یعنی آواز کی صورت میں۔

۲۔ لکھ کر حکم دینا

۳۔ اشارے کے ذریعے حکم دینا۔

ان کے علاوہ کوئی چوتھا ذریعہ ایسا نہیں کہ جو تمام انسانوں میں مشترک ہو۔ چوتھا یا اس سے بھی زائد ہو تو سکتے ہیں لیکن وہ صرف انہیں کے لیے ہوں گے جن میں وہ قابلیت ہوگی اور انہوں نے محنت سے وہ قابلت حاصل کی ہوگی جیسے کہ اللہ کا قانون ہے۔

اب اگر آواز کی صورت میں یا لکھ کر کسی انسان کو کوئی حکم دیا جائے گا تو وہ بھی صرف اسی زبان میں ہی دیا جا سکتا ہے جو زبان وہ سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ آپ کو جو زبان آتی ہی نہیں جس زبان کو آپ سمجھتے ہی نہیں اس زبان میں آپ کو حکم دیا جائے۔ پھر بھی اگر ایسا کیا جائے گا تو اس حکم کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس کی حیثیت ایسے ہی ہوگی کہ گویا کوئی حکم دیا گیا ہی نہیں۔

مثال کے طور پر اگر آپ کی زبان اردو ہے تو آپ کو اردو میں ہی حکم دیا جائے گا۔ اور اگر حکم دینے والے کو اردو نہیں آتی تو پھر اس کے لیے سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ کوئی ایسا ذریعہ حاصل کرے جس میں اس کی بات سمجھ کر آپ تک پہنچانے کی صلاحیت ہو۔ کہ وہ اس کی زبان بھی سمجھتا ہو اور آپ کی بھی اور وہ انسان اس کے ذریعے آپ کو حکم دے گا۔

ایسے ہی مثال کے طور پر اگر آپ کو چائنیز نہیں آتی اور آپ کو چائنیز میں حکم دیا جائے گا تو کیا آپ سمجھ سکیں گے؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بلکل اسی طرح آپ کسی جانور کو کوئی حکم دینا چاہتے ہیں تو اسی ذریعے سے حکم دیں گے جس ذریعے سے وہ جانور آپ کا حکم سمجھ سکے۔ جب وہ آپ کا حکم سمجھے گا تو وہ اس پر عمل کر پائے گا ورنہ عمل کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسا ہرگز نہیں کہ آپ زبان سے کسی جانور کو کچھ کہیں تو وہ فوری اس پر عمل کرے گا نہیں بلکہ جو بھی جانور ہے وہ جس طرح حکم سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اسے اسی طریقے سے حکم دیا جائے گا۔ بلکہ اسی طرح اللہ کی تمام مخلوقات کا معاملہ ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہ قانون بنا دیا۔ اسی قانون کیمطابق اللہ سبحان وتعالیٰ نظام چلاتے ہیں اسی قانون کے مطابق اللہ سبحان وتعالیٰ تمام مخلوقات کو حکم دیتے ہیں۔ یہی اللہ سبحان وتعالیٰ کا قانون وطریقہ ہے اور اللہ سبحان وتعالیٰ خود بھی اپنی سنت کے خلام کام نہیں کرتا۔

دجال آسمان کو حکم دے گا تو آسمان بارش برسائیں گے۔ آسمان فضاء کو کہتے ہیں۔ اگر وہ اس فضاء کو حکم دے گا جس فضاء سے اللہ سبحان وتعالیٰ بارش برساتے ہیں تو اسے اسی طرح امر کرنا پڑے گا جیسے اللہ سبحان وتعالیٰ کرتے ہیں۔ اور اللہ سبحان وتعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی تب تک آسمان کو بارش کا حکم نہیں دے سکتا جب تک کہ اس کے پاس علم اور اسی طرح امر کرنے کی صلاحیت موجود نہ ہو۔

لیکن ایک بات جو قابل غور ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجّال امر کرے گا آسمان کو بارش برسانے کا۔ اس امر کے پیچھے کون ہوگا وہ الگ بات ہے لیکن جو براہ راست آسمان کو بارش کا امر کرے گا وہی دجّال ہوگا۔

آسمان کو بارش کا حکم دینا ہے تو پہلے وہ علم ہونا لازم ہے کہ کس طرح آسمان کو بارش کا حکم دیا جاتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے بارش برسانے کا جو قانون بنا دیا اسی کے مطابق ہی بارش برسائی جا سکتی ہے ایسا ہرگز نہیں کہ کوئی انسان یا کوئی بھی ہو وہ آسمان کو

اللہ کے قانون کے علاوہ کسی اور طریقے سے حکم دے اور آسمان بارش برسائیں ایسا ممکن ہی نہیں۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو انسان جب اس معاملے میں اللہ کا محتاج تھا وہ اللہ سے دعائیں کرنے کی بجائے خود ہی اپنی زبان سے کہتا کہ اے آسمان بارش برسا اور آسمان بارش برسانا شروع کر دیتے۔ جو کہ ہمیں علم ہے ایسا ناممکن ہے تو پھر یہ بات بلکل واضع ہو جانی چاہیئے کہ کوئی بھی ہو وہ اگر آسمان کو بارش کو حکم دے گا تو زبان سے نہیں بلکہ اسی طریقے دے دے گا جیسے اللہ نے قدر میں کر دیا۔

البتہ یہ بات الگ ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قدر میں آسمان کو کب کب اور کتنی کتنی بارش برسانے کا قانون وضع کیا جس سے کائنات میں قائم میزان برقرار رہے گا۔ اس کا علم صرف اللہ سبحان وتعالیٰ کو ہی ہے اس کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔ البتہ اس کے پاس ہو سکتا ہے جو اللہ کی خلق کی ہوئی پوری کائنات کا علم حاصل کر لے۔ اور ایسا اللہ نے قانون میں رکھا ہی نہیں۔

اب اللہ کے علاوہ جو کوئی بھی یہ صلاحیت حاصل کر لے گا جس سے بارش برسائی جائے تو جب وہ اپنی مرضی سے آسمان کو جب چاہے بارش کا حکم دے گا تو اس سے ایسا قطعاً نہیں کہ کائنات میں کوئی خرابی یا خامی نہ ہو۔ کائنات میں قائم توازن بگڑ جائے گا ۔ بادلوں کا نظام، آب وہوا اور موسموں کا نظام بگڑ جائے گا پھر طوفان، آندھیاں، بغیر وقت کے بارشیں اور موسموں میں غیر معمولی تبدیلیاں واقع ہوں گی۔

آج آسمان کو حکم دیا جا رہا ہے اور بارشیں برسائی جا رہی ہیں اور یہ کیسے ممکن ہو؟ اور کون ہے جو آسمان کو بارش برسانے کا حکم دیتا ہے؟ وہ ٹیکنالوجی ہے۔ ٹیکنالوجی ہی دجّال ہے۔ جسے آج ہارپ کا نام دیا جاتا ہے۔

کتاب کے پہلے حصے میں ہارپ کے ذریعے بارشیں برسانے کی مکمل تفصیل گزر چکی ہے ہارپ کے علاوہ ایک دوسرے طریقے سے بھی بارشیں برسائی جا رہی ہیں اس طریقے کو کاؤڈ سیڈنگ کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں بادلوں کی بوائی۔ اس طریقے سے آج پوری دنیا میں بارشیں برسائی جا رہی ہیں۔ مصنوعی طریقے سے بارش برسانے کا یہ نہایت آسان اور سستا طریقہ ہے۔ تین اشیاء (سلور آئیوڈائڈ، نمک، ڈرائی آئس یعنی جمی ہوئی کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس) کے مرکب کو بذریعہ پمپ یا جہاز فضاء میں بلندی پر بادلوں کے مقام پر چھڑکا جاتا ہے جس سے اس جگہ پر درجہ حرارت اتنا کم ہو جاتا ہے کہ وہاں بخارات پانی میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ سلور آئیوڈائڈ اور نمک ان ٹھنڈے بخارات کو ایک دوسرے سے ملاتے ہیں جن سے قطرہ وجود میں آتا ہے اور زمین اسے اپنی طرف کھینچ لیتی ہے یوں آج پوری دنیا میں بارشیں برسائی جا رہی ہیں۔

دجال یعنی ٹیکنالوجی آسمان کو بارشیں برسانے کا امر کرتی ہے جیسے اللہ نے قانون میں کر دیا۔ تصاویر میں دیکھیں۔

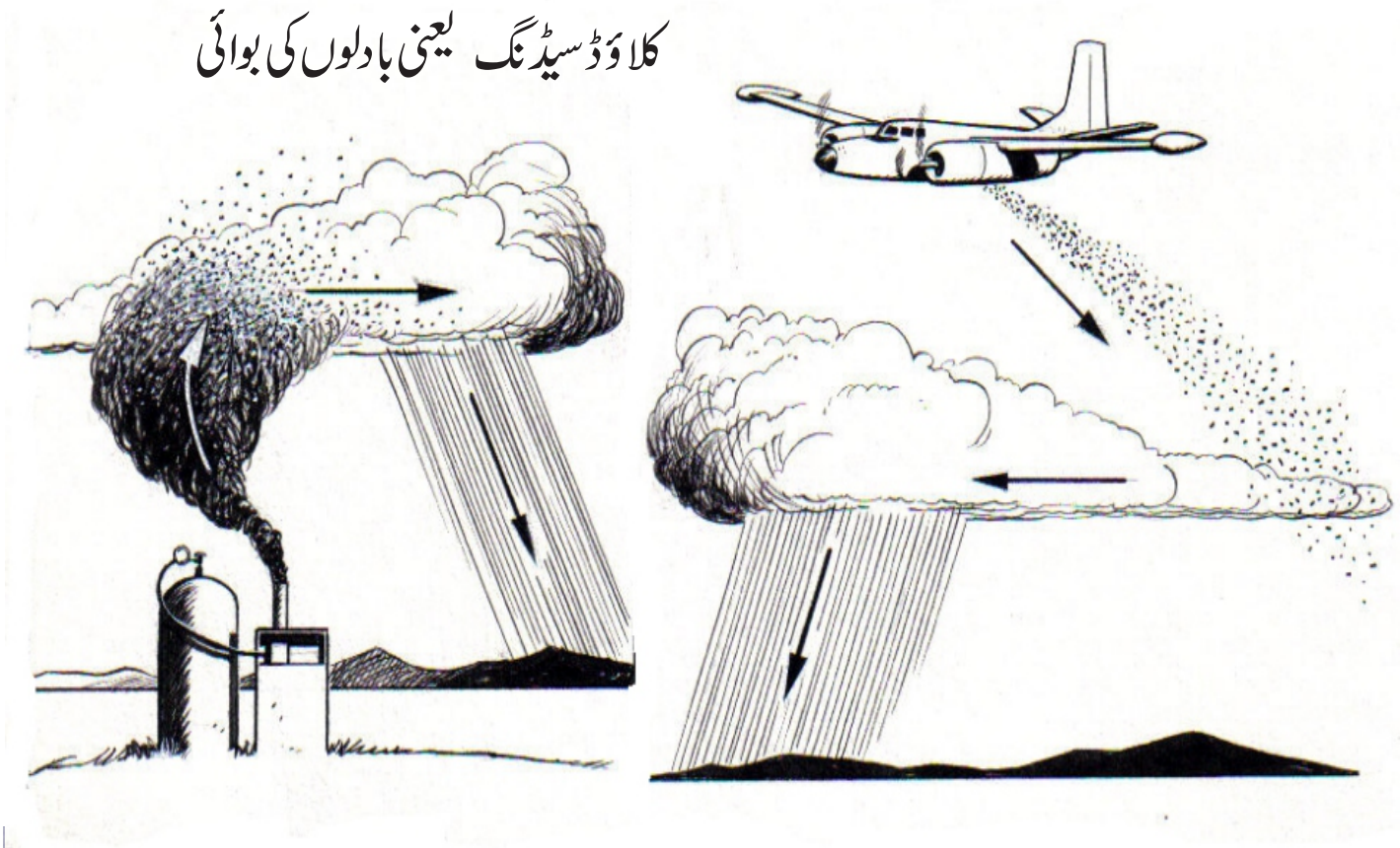
کلاؤڈ سیڈنگ یعنی بادلوں کی بوائی

والارض فتنبت

اورزمین کوامر کرے گا پس وہ اُ گائے گی۔

پیچھے الحمدللہ ہم نے جان لیا کہ اللہ کی ہر خلق کو حکم ویسے ہی دیا جائے گا جیسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے قدر میں کیا۔اس کے قانون کے خلاف کوئی کام نہیں ہوسکتا۔تو زمین کو اگر اُ گانے کا حکم دیا جائے گا تو اسی طرح جیسے اللہ سبحان وتعالیٰ حکم دیتے ہیں۔

ایک تو اللہ سبحان وتعالیٰ نے بیج کے ڈی این اے یعنی زمین کے اُ گانے کی تمام اشیاء کے بیجوں میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے زمین کے لیے وہ حکم رکھ دیا۔اور دوسرا اس کے علاوہ جو زمین میں جو ایسی صلاحیتیں رکھیں جس سے زمین اُ گانے کے قابل ہوتی ہے وہ۔

آج زمین کو نہ صرف حکم دیا جارہا ہے بلکہ زمین اُ گا بھی رہی ہے۔اور زمین کو یہ حکم فصلوں کے بیجوں میں اللہ سبحان وتعالیٰ کے رکھے ہوئے نقشے میں ردوبدل کر کے دیا جارہا ہے۔اور زمین کو اُ گانے کی صلاحیت بھی خلق کر کے دی جارہی ہے۔اور یہ سب کیسے ممکن ہوا؟

صرف اور صرف ٹیکنالوجی کی وجہ سے۔ٹیکنالوجی دجّال ہے۔

ہر شئے کو امر اسی طرح کیا جائے گا جیسے اللہ نے قدر میں کر دیا۔بلکل اسی طرح زمین کو اگانے کا امر کیا جائے گا تو ویسے ہی کیا جائے گا جیسے اللہ نے قدر میں کر دیا نہ کہ زبان سے امر کیا جائے گا۔زبان سے امر اسے کیا جائے گا جس کے لیے اللہ نے زبان سے امر کرنا قدر میں کر دیا۔ آج زمین کو نباتات اگانے کے لیے امر کیا جاتا ہے جس سے امر کیا جاتا ہے وہ ٹیکنالوجی ہے۔اسے ہم ایگریکلچر ٹیکنالوجی کا نام دیتے ہیں۔کھیتی باڑی کے لیے موجودہ اور بعد میں آنے والے وہ تمام کے تمام ذرائع جو غیر فطری ہیں۔جیسے کھادیں،کیمیکلز وغیرہ جیسا کہ درج ذیل تصاویر میں ہے۔

جینیٹکلی موڈیفائی یعنی سائنسی طریقے سے تیار کردہ جنیاتی بیج

کھادیں اور مختلف ایسے عناصر کو زمین کو اگانے کا امر کرتے ہیں۔

روایات کیمطابق رسول اللہ ﷺ نے یثرب میں کھڑے ہوکر کئی بار مشرق کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ دجال ادھر سے نکلے گا۔ مکہ ہو یا مدینہ دونوں کا مشرق ارض حجاز اور موجودہ سعودی عرب کا وہ علاقہ بنتا ہے جسے نجد کہا جاتا تھا اور آج بھی اسے نجد کہا جاتا ہے لیکن امراء کے پالتو علماء جو ان کی خواش پر حلال اور حرام کا تعین کرتے ہیں نے اپنے تراجم وتفاسیر میں یثرب کا مشرق اور نجد عراق کو قرار دیا لیکن جب ہم دنیا کا نقشہ اٹھا کر دیکھیں تو انسان ان علماء امام الدجال کے دجل پر حیران رہ جاتا ہے کہ عراق تو یثرب کے شمال میں واقع ہے نہ کہ مشرق میں۔ تو کیسے ان علماء الدجال نے عراق کو نجد اور یثرب کا مشرق قرار دیا؟ اس سے بھی بڑھ کر حیرانی والی بات تو یہ ہے کہ آج تک کوئی ایک بھی انسان ایسا نظر نہیں آیا کہ جس نے تحقیق کی ہو اور دنیا کے نقشے کو سامنے رکھ کر اس دجل کو چاک کیا ہو۔

آگے روایات آئیں گی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی کہا تھا کہ دجال اس زمین سے نکلے گا جس میں زمین سے اگانے کی صلاحیت رکھنے والے، زمین کو اگانے پر مجبور کرنے والے عناصر یعنی کھادیں اور کیمیکلز جس زمین میں ڈالے جائیں گے اس زمین سے جو نکلے گا وہ دجال ہوگا یعنی وہ فصل دجال ہوگی۔ یعنی کھادوں اور کیمیکلز سے اگائی جانے والی فصلوں کا ظاہری پہلو تو بہت زبردست اور دل کو لبھا دینے والا ہوتا ہے لیکن اس کا دوسرا باطنی پہلو بیماریوں، خامیوں، نقائص سے بھرپور ہوتا ہے۔ یہی تو دجال ہے۔ درج ذیل تصاویر میں دیکھیں کہ مکہ اور یثرب کے مشرق میں ارض حجاز سے کتنی غیر معمولی مقدار میں دجال نکل رہا ہے۔ سعودی عرب کا دو ہزار کلومیٹر سے زائد لمبائی پر مشتمل لاکھوں مربع کلومیٹر صحرا سرسبز وشاداب باغات میں تبدیل ہو چکا ہے۔ آپ کو گول دائروں میں ہزاروں کھیت نظر آئیں گے اور ہر کھیت کا قطر اوسطاً ایک کلومیٹر ہے۔ یہ سب ٹیکنالوجی سے ممکن ہوا اور اسی کو رسول اللہ ﷺ نے دجال کہا۔

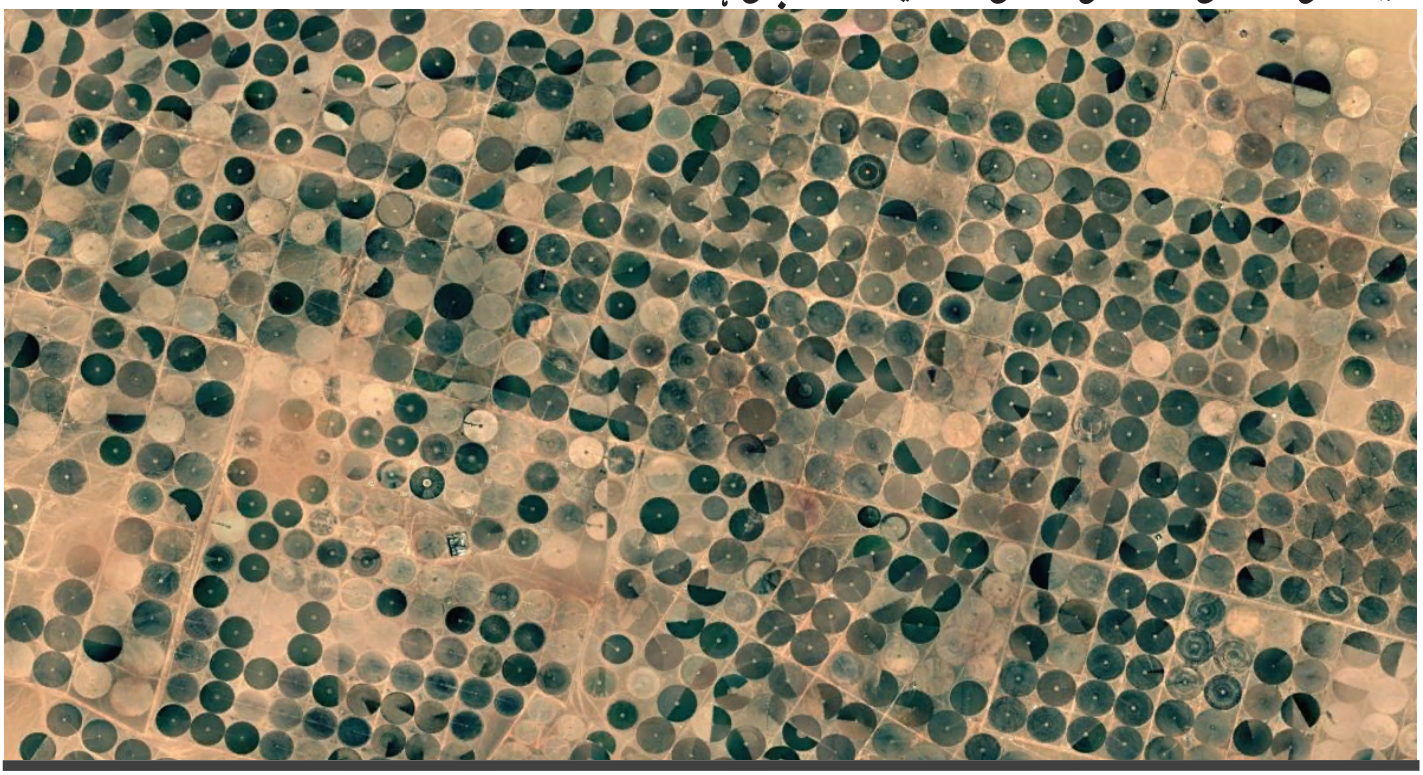

آسمانوں کے نیچے بدترین مخلوق علماء الدجال کے فریب کی حقیقت تصویر کے آئینے میں۔ آج تک شمال کو مشرق بنا کر پیش کرتے رہے۔

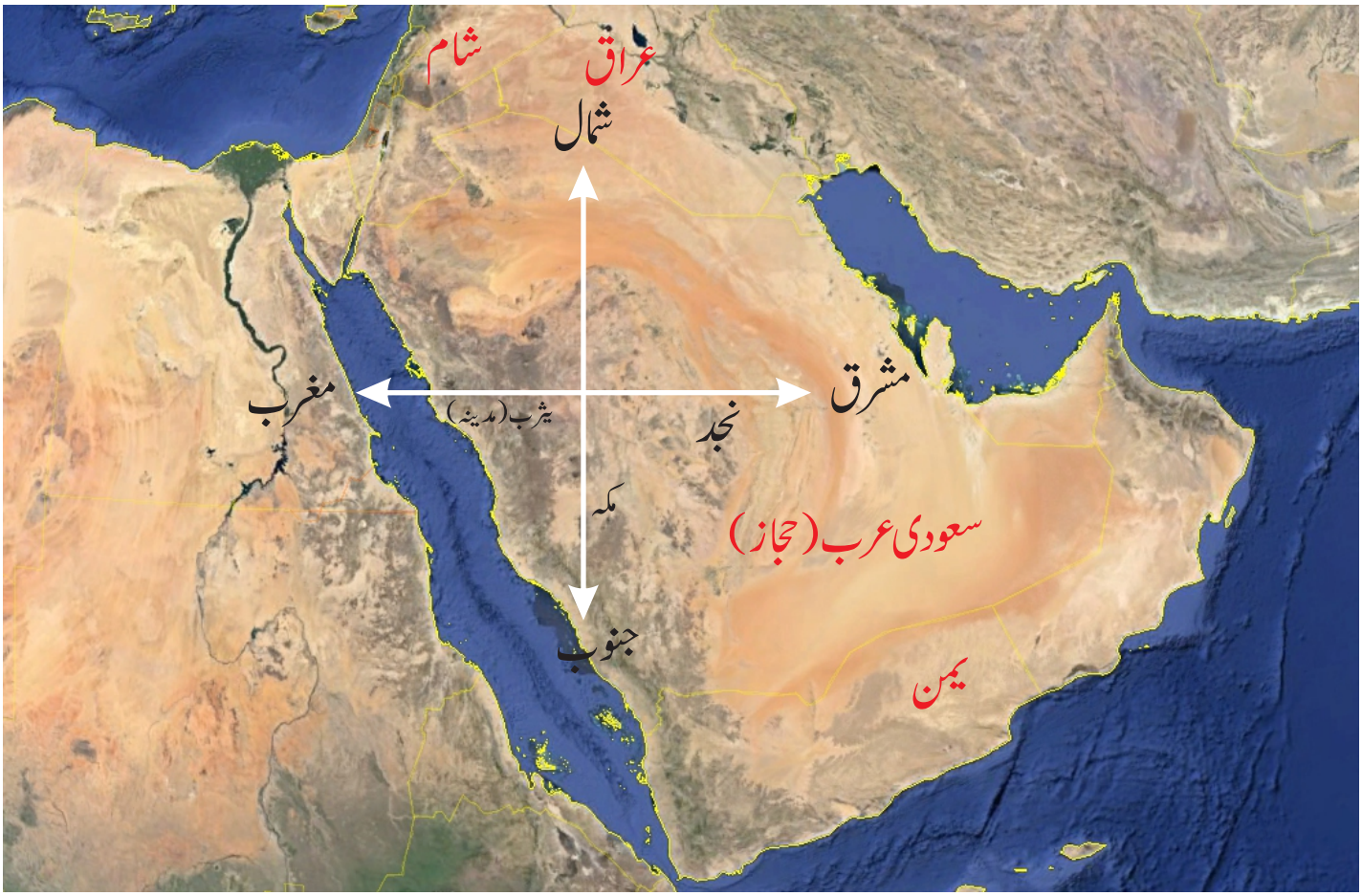

دجّال یعنی ٹیکنالوجی کے امر سے عرب کے لاکھوں مربع کلومیٹر صحرا سرسبز و شاداب ہو چکے ہیں۔ ذیل میں تصاویر دیکھیں۔

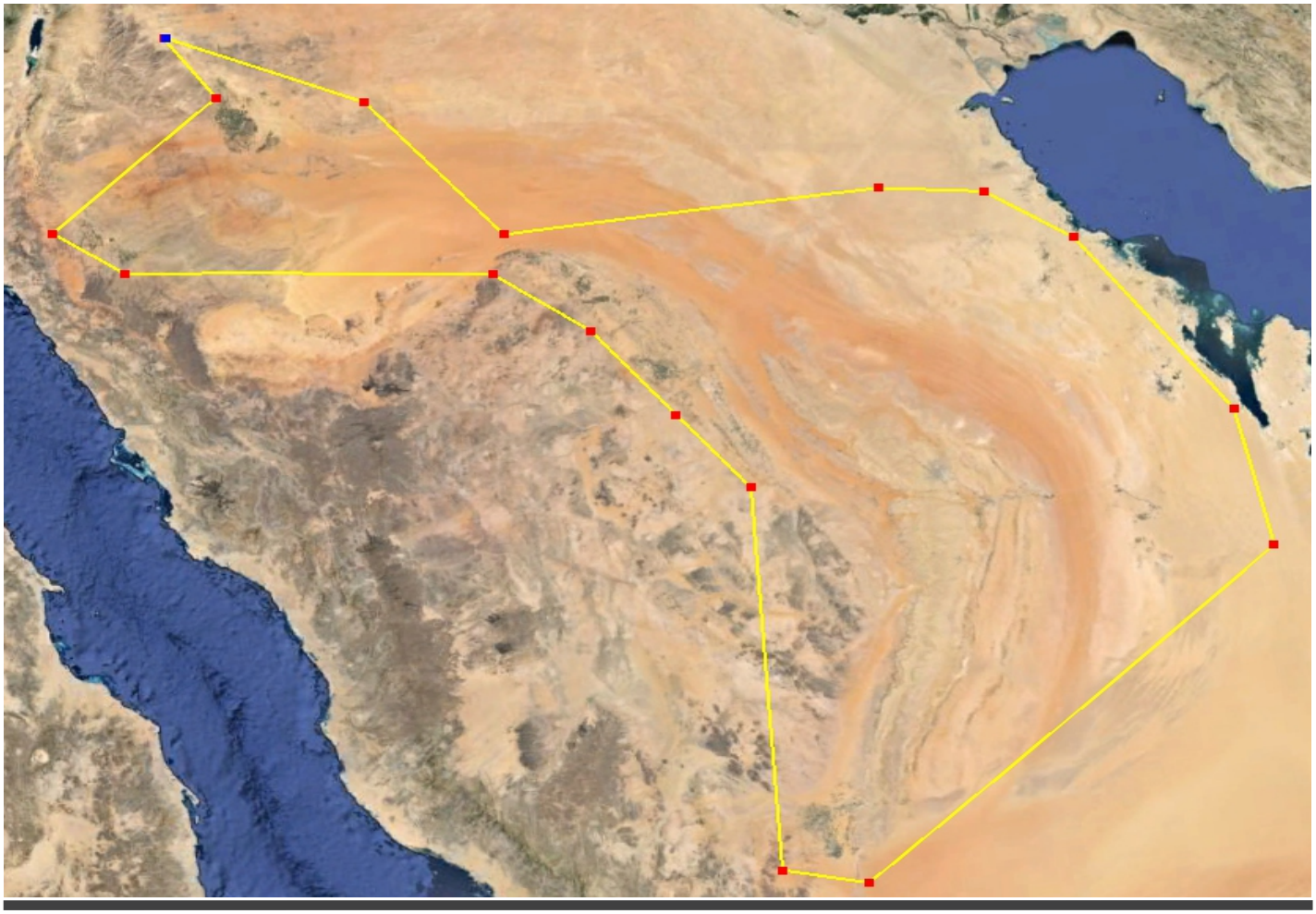

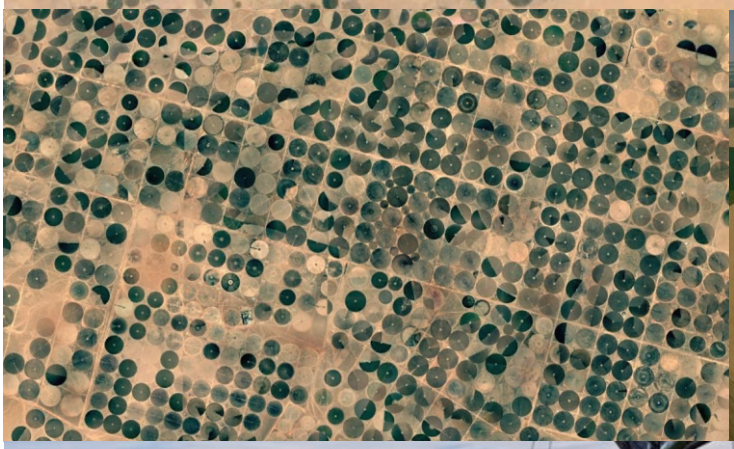

والارض فتنبت، فتروح علیھم سارحتھم اطول ما کانت ذری واسبغه ضروعاً وامده خواصر،

اورزمین کوحکم دے گا پس وہ اگائے گی پس ان پر طاقتور سپرے کرے گا وہ (فصلیں اور جانور وغیرہ) جلدی بڑے ہوجائیں گے نہیں تھا ان کے لیے کیا گیا اتنا جلدی بڑا ہونا اور ضرورت سے زیادہ ان کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے اور محدود وقت میں شکم بار ہوجائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق آج ٹیکنالوجی زمین کو حکم دیتی ہے تو زمین اُگاتی ہے اور ان فصلوں پر طرح طرح کے کیمیکلز کی سپرے کی جاتی ہے جس سے وہ فصلیں اپنے وقت سے بہت پہلے جلد بڑی ہوجاتی ہیں اور ان فصلوں اور ایسی خوراکوں اور ایسے اجزاء کو کھانے والے جانوروں کے تھن حد سے زیادہ دودھ سے بھرتے جارہے ہیں اور انہیں فصلوں کو کھا کر جانور موٹے تازے ہوجاتے ہیں۔ یہ سب کچھ آج ہم اپنی آنکھوں سے ہوتا ہوا نہ صرف دیکھ رہے ہیں بلکہ ہم خود بھی اسی ٹیکنالوجی کو اپنے ربّ بنائے ہوئے یہی سب کچھ کررہے ہیں۔

ایسی فصلیں دیکھنے میں تو بہت بھلی لگتی ہیں لیکن یہ صرف ظاہراً اچھی ہیں مگر ان کا باطن لاتعداد بیماریوں سے بھرا پڑا ہے۔ یہی تو دجّال ہے کہ ہر کوئی انہیں دیکھ کر اپناتا ہے حاصل کرتا ہے دیکھنے میں یہ سب بہت اچھا لگتا ہے لیکن جب یہی سب انسان اور جانور کھاتے ہیں تو وہ مفلوج ہو جاتے ہیں، ان کو طرح طرح کی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں، بچے وقت سے پہلے بالغ ہو جاتے ہیں، انسانوں کی عمریں کم ہو جاتی ہیں، جسم کمزور ہو جاتے ہیں طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح دودھ حاصل تو زیادہ کر لیا جاتا ہے لیکن ان غیر فطری طریقوں سے حاصل شدہ ہر شئے کا ظاہری پہلو تو بہت خوشنما ہوتا ہے لیکن اس کا باطن محض زہر ہی ہوتا ہے۔ یہی وہ دجّل ہے آج جس کا ہر کوئی شکار نظر آتا ہے اور کوئی بھی اسے پہچان نہیں پا رہا اور نہ ہی پہچاننا چاہتا ہے۔

ثم یاتی القوم فیدعوھم فیردون علیه قوله فینصرف فیصبحون ممحلین لیس بایدیھم شئی من اموالھم،

پھر آئے گا ایک قوم کے پاس پس انہیں دعوت دے گا پس وہ پھیر دیں گے اس پر اس کے قول کو پس وہ لوٹ جائے گا پس وہ بنجر ہو جائے گا کچھ بھی نہیں آئے گا ان کے اموال سے ان کے ہاتھوں میں یعنی وہ دجّال کے حکم کے بغیر اُگائیں گے تو کچھ بھی نہیں اُگے گا جیسے کہ زمین بنجر ہوتی ہے یوں انکے اموال سے کوئی شئے ان کے ہاتھ میں نہیں رہے گی۔ جب زمین دجّال کے حکم یعنی کھادوں وغیرہ اور مصنوعی بیجوں کے بغیر کچھ اُگائے گی نہیں تو پھر ظاہر ہے ان کے اموال بھی ختم ہو جائیں گے۔ جانور دودھ وغیرہ نہ ہونے کے برابر دیں گے بلکہ ان کے جانور زندہ ہی بمشکل رہیں گے۔

آج ہم یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ دجّال دعوت دیتا ہے یعنی میڈیا پر کمرشلز آتی ہیں جن میں طرح طرح کے مصنوعی بیجوں کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور زیادہ اور دل لبھا دینے والی پیداوار حاصل کرنے کے لیے کھادوں کے استعمال کی دعوت دی جاتی ہے یعنی یہ کہ ٹیکنالوجی کو اپنا ربّ بنانے کی دعوت دی جاتی ہے اور جو لوگ اس دعوت پر ایمان لائے اس کو قبول کیا یعنی ٹیکنالوجی کو اپنا ربّ بنایا تو ان کے کھیت حد سے زیادہ پیداوار دیتے ہیں ان کے جانور حد سے زیادہ دودھ دیتے

ہیں، ان کے جانوروں کی کوکھیں محدود وقت میں بھر جاتی ہیں اور وہ خوشحال نظر آتے ہیں لیکن جو لوگ جان جاتے ہیں کہ یہ سب دجّل ہے بے شک دیکھنے میں سب کچھ اچھا ہے لیکن یہ صرف اور صرف فساد ہے۔ اس طرح حاصل کر کے جو کچھ بھی استعمال کیا جائے گا اس کا انتہائی درجے نقصان ہے ہر شئے عیب دار ہو جائے گی، بیماریاں بڑھیں گی۔ بچے معذور اور مفلوج پیدا ہوں گے اسی طرح ہر شئے میں نقص و خرابیاں پیدا ہو جائیں گی تو وہ لوگ ٹیکنالوجی کو ربّ بنانے کی بجائے اللہ کو اپنا ربّ بناتے ہیں فطرت پر انحصار کرتے ہوئے جب قدرتی بیج استعمال کرتے ہیں اور کھادوں کے بغیر اس ٹیکنالوجی کے بغیر اُگاتے ہیں بارشوں پر انحصار کرتے ہیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گویا ان کی زمین بنجر ہے کچھ بھی نہیں اُگتا اور پھر ایسے حالات میں دنیا جہنم سے کم نہیں رہ جاتی ایسے حالات میں پھر ثابت قدم رہنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے اور اسی کا رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ اے اللہ کے غلام ثابت قدم رہنا، ڈٹے رہنا۔ یہ حقیقتاً ایسا فتنہ ہے کہ اس سے عظیم فتنہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اکثریت نے دجّال یعنی ٹیکنالوجی کو اپنا ربّ بنایا ہوا ہے۔

ویمر بالخربة فیقول لها: اخرجی کنوزک، فتتبعه کنوزها کیعاسیب النحل.

کنوز. خزانے، قیمتی اشیاء۔ زمین کے خزانے وہی ہیں جن سے زمین اپنی نباتات اگاتی ہے جن نباتات میں نائیلن، پلاسٹک، تیل، فائبر، کاٹن وغیرہ سمیت لاتعداد اشیاء موجود ہوتی ہیں جن سے زمین پر حیات وجود میں آتی ہے یعنی تمام جاندار وجود میں آتے ہیں انسان سمیت۔

اور امر کرے گا اسے یعنی زمین کو خربۃ کے ساتھ یعنی زمین کو پھاڑے گا، اسے کھوکھلا کرے گا، کمزور کرے گا پس کہا جائے گا اس کو نکال اپنے خزانے، پس اس سے اس کے پیچے نکال دے گی اپنے خزانے جیسے کھجور کی شاخیں۔

یہی ٹیکنالوجی سے آج زمین کو حکم دیا جاتا ہے زمین کو پھاڑا جاتا ہے ہے اسے کھوکھلا کیا جاتا ہے اور زمین کے خزانے اس ٹیکنالوجی کے پیچھے نکلتے ہیں جیسے کھجور کی شاخیں۔ سب سے پہلے کھجور کی شاخوں کو دیکھیں اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کو ذہن میں رکھتے ہوئے تصاویر کو دیکھیں تو چونک جائیں گے کہ کیسے رسول اللہ ﷺ نے آگاہ کر دیا لیکن کوئی بھی

نہیں جو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

اب نیچے تصاویر میں دیکھیں کہ بلکل کھجور کی شاخوں کی طرح زمین میں جہاں اس کے خزانے موجود ہیں وہاں سے پھاڑا جاتا ہے اور پھر زمین کے خزانے اس ٹیکنالوجی کے پیچھے پیچھے نکلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

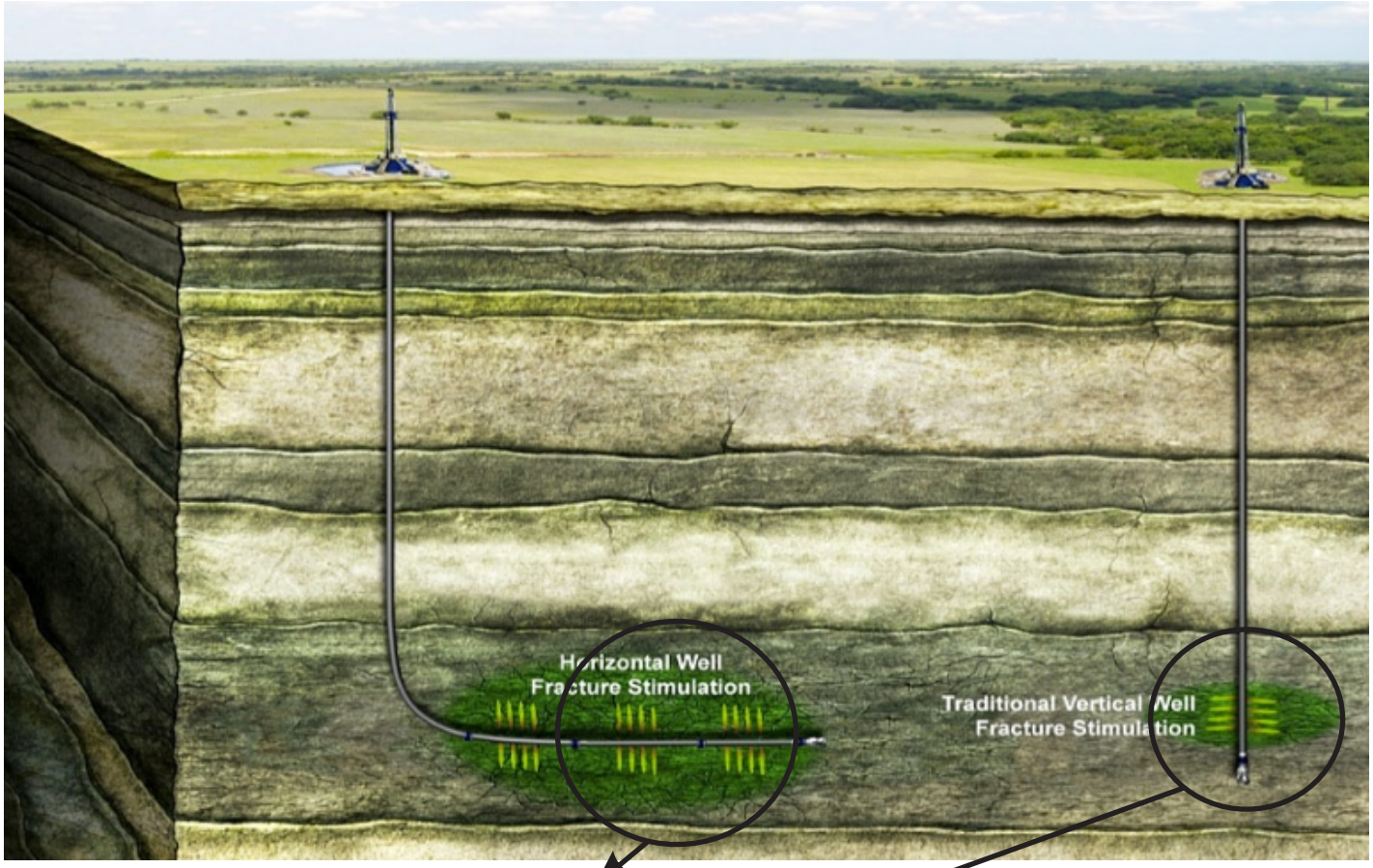

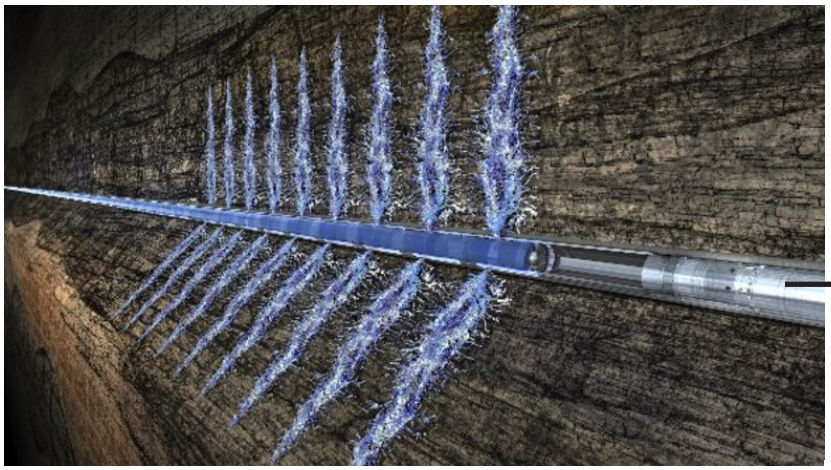

زمین کے خزانے جنہیں کالا سونا بھی کہا جاتا ہے جن کے لیے آج پوری دنیا میں جنگو جدل ہو رہا ہے اور شہروں کے شہر کھنڈرات میں بدل رہے ہیں اور عنقریب انہیں خزانوں کے حصول کی خاطر دنیا کو القارعہ یعنی آخری عالمی ایٹمی جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے ہونے والی تباہی کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گے ایسے بم پھاڑے جائیں گے۔ یہی خام تیل وہ دجّال ہے جس سے دنیا میں جنت اور جہنم دونوں موجود ہیں۔ جو ٹیکنالوجی کو ربّ بنائیں گے تو دنیا ان کے لیے جنت اور جو اسے ربّ نہیں بنائیں گے تو دنیا ان کے لیے جہنم بن جائے گی۔

دجال کا خروج

الدجال یخرج من ارض بالمشرق یقال لها خراسان، یتبعه اقوام کان وجوههم المجان المطرقة. ترمذی ، حاکم

دجال نکلے گا زمین سے مشرق کیساتھ کہا جائے گا اسے خراسان۔ یعنی مشرق میں خراسان نامی زمین کیساتھ جو علاقہ ہوگا جو خطے ہوں گے وہاں سے دجّال نکلے گا، اس کی اتباع کرنے والی اقوام کے چہرے چپٹے ہوں گے تہہ دار۔

رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق آج خراسان کی زمین کیساتھ جو علاقے ہیں جنہیں چین، جاپان وتائیوان وغیرہ کہا جاتا ہے وہیں دجّال یعنی ٹیکنالوجی تیار ہو کر نکل رہی ہے اور اس کی اتباع یعنی اس کے پیچھے بلکل وہی قومیں ہیں جن کے چہرے چپٹے ہیں جیسا کہ ہم تصاویر میں ان اقوام کے چہروں کو دیکھ سکتے ہیں اور آج ٹیکنالوجی کا ایک بڑا حصہ یہی سے تیار ہو کر نکل رہا ہے۔

دجّال یعنی ٹیکنالوجی بغیر کسی شک وشبے کے آج دنیا کے مشرق سے ہی نکل رہی ہے اور وہ قومیں اس دجّل کی اتباع میں اسے خلق کر رہی ہیں جن کی نشاندہی محمد رسول اللہ ﷺ نے کر دی۔

دنیا کے مشرق میں چین، تائیوان، جاپان وغیرہ ہیں اور انہیں ممالک سے ٹیکنالوجی وجود میں آ کر پوری دنیا میں پھیلتی ہے۔ خواہ وہ گاڑیاں ہوں، الیکٹرونکس کا سامان ہو یا آج کے دور میں جنہیں ہم مصنوعات کا نام دیتے ہیں سب کا سب آج انہیں ممالک بالخصوص چین میں خلق کیا جا رہا ہے اور ان لوگوں کے چہرے بھی بلکل رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے کے عین مطابق ہیں اور اسی طرح ان کی ناکیں بھی چپٹی ہے۔

انه خارج خلة بين شام والعراق. مسند احمد، مسلم ، ترمذی، ابن ماجه، ابن خزیمه، حاکم.

اس میں کچھ شک نہیں وہ شام اور عراق کے درمیان خالی جگہ (جہاں آبادی وغیرہ کچھ بھی نہیں، خالی میدانی یا صحرائی علاقے) سے نکلے گا۔

پیچھے صراحت کیساتھ گزر چکا ہے اور آگے بھی آئے گا کہ زمین کا خون یعنی زمین سے نکلنے والا خام تیل دجّال ہے اسی سے دنیا جنت اور جہنم بنی ہوئی ہے۔ اور خام تیل بلکل انہیں مقامات سے نکل رہا ہے جہاں سے رسول اللہ ﷺ نے کہا یعنی عراق اور شام کی خالی جگہوں سے جو کہ صحرائی علاقے ہیں۔

جیسا کہ تصاویر میں واضح ہے۔

انه فی بحر الشام أو بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما هو واومی بیده الی المشرق مسند احمد

اس میں کچھ شک نہیں وہ یعنی دجّال شام کے سمندر میں ہے یا یمن کے سمندر میں ہے نہیں بلکہ مشرق کی سمت سے نہیں وہ مشرق کی طرف سے نہیں وہ مشرق کی طرف سے اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

آج اگر ہم بحر شام کو دیکھیں تو وہاں ٹیکنالوجی سے لیس گدھے بحر شام میں کھڑے ہیں اور بحر یم میں بھی جہاں سے دجّال یعنی ٹیکنالوجی مومنوں پر حملہ آور ہے۔اور جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے دجّال یعنی ٹیکنالوجی مشرق سے ہی نکل رہی ہے۔ روایت کا ایک ایک لفظ پورا اترتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ وہ بحر شام میں ہے پھر بحر یمن میں کہنا اور پھر کہنا کہ نہیں بلکہ مشرق سے نکلے گا اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ خود ہی ایک بات کر کے اس کی تردید کر رہے ہیں بلکہ یہ وقت پر منحصر ہے کہ ایک وقت میں ایک جگہ سے نکل رہا ہے پھر دوسرے وقت میں دوسری جگہ اسی طرح کسی تیسری جگہ سے بھی۔عربی کا اصلوب ہی یہی ہے کہ جب ایسا معاملہ ہو تو بات ایسے ہی کی جاتی ہے۔

بل هو فی بحر العراق، یخرج حین یخرج من بلدة یقال لها اصبهان

. کنز العمال

بلکہ وہ عراق کے سمندر میں ہے نکلنے کے وقت نکلے گا بستی سے کہا جائے گا اس کو اصبہان۔

رسول الله ﷺ قال: یخرج الدجال من العراق. نعیم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا دجّال نکلے گا عراق سے۔

روایات میں ان مقامات کے علاوہ بھی کچھ مقامات کا ذکر آیا ہے اور جن جن مقامات کا ذکر آیا ہے بلکل انہیں مقامات سے آج خام تیل نکل رہا ہے جس سے دنیا آج جنت اور جہنم کا منظر پیش کر رہی ہے۔ اسی خام تیل سے تمام کی تمام مصنوعات بن رہی ہیں اور اسی خام تیل سے آگ و بارود بن رہا ہے۔ جو اس ٹیکنالوجی کو یعنی دجّال پر ایمان لاتے ہیں ان کے لیے دنیا جنت بن چکی ہے اور جو اس پر ایمان نہیں لاتے بلکہ اللہ کو اپنا ربّ بناتے ہیں تو ان کے لیے اس دنیا میں کچھ بھی نہیں سوائے آگ و بارود ہے۔ یہی دجّال ہے اور یہی اس کی جنت و جہنم ہے۔

رسول الله ﷺ قال: ان الدجال يبرىء الأكمه والابرص ويحى الموتى ويقول للناس أنا ربكم، فمن قال: أنت ربى ، فقد فتن، ومن قال: الله ربى، حتى يموت على ذلک فقد عصم من فتنة الدجال ولا فتنة بعده عليه ولا عذاب، فيلبث فى الارض ما شاء الله ، ثم يجىء عيسىٰ ابن مريم عليهما السلام من قبل المغرب مصدقاً بمحمد ﷺ وعلى ملته فيقتل الدجال، ثم انما هو قيام الساعة. مسند احمد، طبرانی، والرویانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں ٹھیک کرے گا پیدائشی اندھے اور برص یعنی جذام، کوڑھ کے مریضوں کو اور حیات دے گا موت کو اور کہے گا انسانوں کو میں تمہارا ربّ ہوں، پس جس نے کہا تُو میرا ربّ ہے، پس تحقیق فتنے میں پڑا اور جس نے کہا اللہ میرا ربّ ہے یہاں تک کہ اس کی اسی پر موت ہوئی پس تحقیق بچا لیا گیا دجّال کے فتنے سے اور نہ ہی اس کے بعد اس پر کوئی فتنہ ہوگا اور نہ عذاب، پس رہے گا زمین میں جو اللہ کا قانون ہے پھر آئیں گے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام مغرب سے پہلے یعنی امت محمد کے یوم کے بلکل آخر میں قیامت کے بلکل قریب تصدیق کریں گے محمد ﷺ کیساتھ اور ان کی ملت پر ہوں گے پس قتل کریں گے دجّال کو پھر اس میں کچھ شک نہیں جو ہے وہ ساعت کا قیام ہوگا۔

آج ٹیکنالوجی یعنی دجّال نہ صرف آنکھیں ٹرانسپلانٹ کررہا ہے بلکہ مصنوعی آنکھیں بھی بنا کر کامیابی سے لگائی جارہی ہیں۔

اوراسی طرح جزام کے مریضوں کا بھی علاج کیا جارہا ہے۔ جیسا کہ ہم تصاویر میں دیکھ سکتے ہیں۔

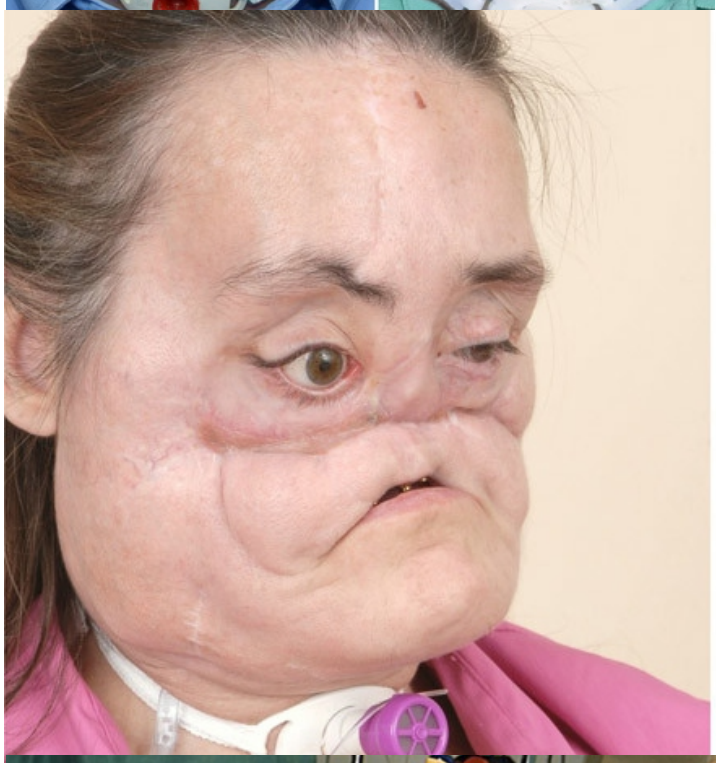

دجال موت کو حیات کرے گا۔اس کے بارے میں ایک بہت بڑی غلط فہمی پھیلا دی جا چکی ہے کہ وہ وفات شدہ انسانوں کو جو مر کر قبروں میں جا چکے ہیں ان کو زندہ کرے گا یہ بات بلکل غلط اور بے بنیاد ہے اس کا ذخیرہ احادیث میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔احادیث میں جو الفاظ آئے ہیں وہ یہ ہیں "یحی الموتی" جس کے معنی ہیں موت کو حیات کرے گا۔ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے کئی مقامات پر یہی الفاظ بیان کیے ہیں کہ اللہ موت کو حیات کرتا ہے اور نہ صرف اللہ سبحان وتعالیٰ نے کئی مقامات پر یہ ذکر کیا بلکہ اس کی باقاعدہ وضاحت بھی کر دی کہ اللہ کیسے موت کو حیات کرتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے تمام مخلوقات کی پہلے موت خلق کی موت کہتے ہیں چھوٹے چھوٹے ذرات کی شکل میں اس مواد کو جس مواد سے شئے کو وجود میں لایا جاتا ہے۔اور اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسانوں کو بھی کہا کہ پہلے تم اموات تھے پھر تمہیں حیات کیا پھر اموات ہو جاؤ گے اس کے بعد پھر زمین سے نکال کھڑا کیا جائے گا۔اور اللہ سبحان وتعالیٰ نے بہت ہی تفصیل سے بتا دیا کہ اللہ کیسے موت کو حیات کرتا ہے۔اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے اس پانی سے زمین سے نبایات اگتی ہے یعنی مردہ زمین کو حیات ملتی ہے پھر ان نباتات سے انسانوں سمیت مختلف مخلوقات وجود میں آتی ہیں۔کتاب کے پہلے حصے میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ بلکل اسی طرح دجال بھی موت کو حیات کرے گا یعنی وہ بھی بارشیں برسا کر نباتات اگائے گا ان نباتات سے مخلوقات وجود میں آئیں گی انہیں سے انسان بھی وجود میں آئیں گے۔اور آج یہ سب کچھ ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے۔ اور یہ سب ٹیکنالوجی سے ممکن ہوا۔ٹیکنالوجی کے ذریعے مختلف طریقوں سے بارشیں برسائی جا رہی ہیں اور مردہ زمین کو حیات کیا جا رہا ہے۔

ویقول للناس أنا ربکم. اور کہے گا انسانوں کو میں تمہارا ربّ ہوں۔ یہاں یہ بات ذہن میں ہونا بہت ضروری ہے کہ وہ کہے گا میں تمہارا ربّ ہوں اگر کوئی ربّ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ زبان سے یہ کہے کہ میں تمہارا ربّ ہوں بلکہ لفظ ربّ کے معنی سامنے ہوں گے تو بات بلکل واضع ہو جائے گی۔ربّ کہتے ہیں ایسی ذات کو جو مخلوق کی ضروریات خلق کر کے اسے مہیا کرے۔ دجال انسانوں کی تمام ضروریات خلق کرے گا۔انسان کے لیے خوراک وہ خلق کرے گا، پہننے کے لیے، پینے کے لیے، سواری کے ذرائع نیز تمام کی تمام ضروریات زندگی خلق کرے گا اور جو انسان اللہ کے علاوہ کسی اور کی خلق کردہ ضروریات کو اختیار کرے تو جس کی خلق کردہ ضروریات کو اختیار کرے وہی اس کا ربّ کہلائے گا اس کے لیے ضروری نہیں کہ زبان سے کہا جائے کہ فلاں میرا ربّ ہے۔ بلکہ ربّ اس ذات کو کہتے ہیں جس کی خلق کردہ ضروریات کو استعمال کر کے زندگی گزاری جائے۔تو آج پوری دنیا میں ٹیکنالوجی سے انسان کی تمام کی تمام ضروریات نہ صرف اللہ کے مقابلے پر خلق کی جا رہی ہیں بلکہ تقریباً تمام انسانوں نے اللہ کے مقابلے پر اسی ٹیکنالوجی کو اپنا ربّ بنایا ہوا ہے اور کسی کو اس کا ادراک تک نہیں۔

فمن قال: انت ربی، فقد فتن. پس جس نے جواب دیا تّ ہی میرا ربّ ہے پس تحقیق وہ فتنے میں پڑ گیا۔ پھر وہی بات کہ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ کوئی آ کر زبان سے یہ کہے گا کہ میں تمہارا ربّ ہوں تو آگے سے زبان سے جواب دیا جائے گا ہاں یا ناں۔ ہم سب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ ہمارے ربّ ہیں تو کیا کبھی ایسا ہوا کہ اللہ نے سامنے آ کر یا زبان سے کبھی کسی کو یہ کہا ہو کہ میں تمہارا ربّ ہوں؟ نہیں بلکہ اللہ کو ربّ تسلیم کرنے کا مطلب ہے کہ ہر لحاظ سے اللہ پر ہی توکل کیا جائے۔ فطرت پر قائم ہوا جائے یعنی جو ضروریات اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہمارے لیے خلق کیں جب صرف اور صرف انہیں کو استعمال کیا جائے گا تو اللہ ہمارے ربّ ہوں گے ورنہ جس کا خلق کردہ یا مہیا کردہ اختیار کیا جائے گا وہی ربّ کہلائے گا خواہ زبان سے دعویٰ کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اللہ کے مقابلے پر واحد ایک ہی ایسا ذات ہے جو پوری دنیا میں انسان کی تمام کی تمام ضروریات خلق کر رہی ہے اور وہ ٹیکنالوجی ہے۔ اس ٹیکنالوجی کے وجود سے پہلے صرف اور صرف اللہ ہی کی ذات ایسی تھی جو واحد خالق تھی لیکن ابھی اللہ کے ساتھ اس کے تمام کاموں میں اس ٹیکنالوجی کیساتھ شریک ہوا جا رہا ہے۔ تقریباً دنیا کے تمام انسانوں نے اسے اپنا ربّ بنایا ہوا ہے لیکن کوئی بھی غور و فکر کرنے کو تیار ہی نہیں۔

ومن قال: الله ربی، حتی یموت علی ذلک فقد عصم من فتنة الدجال ولا فتنة بعده علیه ولا عذاب. اور جس نے کہا اللہ میرا ربّ ہے یعنی جس نے صرف اور صرف اللہ ہی کی خلق کردہ ضروریات کو اختیار کیا یعنی فطرت پر قائم ہو گیا یہاں تک کہ اس کی اسی پر موت ہو گئی پس تحقیق وہ بچ گیا دجال کے فتنے یعنی امتحان سے اور نہ ہی اس کے بعد اس پر کوئی امتحان ہو گا اور نہ ہی عذاب یعنی سزا۔ آج موجودہ دور میں صرف اور صرف اللہ کو اپنا ربّ بنایا انتائی مشکل کام ہے۔ اگر اللہ کو اپنا ربّ بنایا جائے گا تو زندگی قید خانے سے بھی بدتر ہو جائے گی کیونکہ باقی ضروریات تو بعد کی بات ہے ایک مومن کے لیے کچھ بھی کھانے کو طیب نہیں رہا۔ آج تقریباً پوری زمین پر ساری کی ساری خوراک اسی دجال کے قبضے میں ہے یعنی ٹیکنالوجی کے ذریعے ہی اگائی اور تیار کی جا رہی ہے۔ اور اسی وقت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ ایک مومن کے لیے کھانے کو کچھ بھی نہیں ہو گا۔ اگر کوئی مومن ہو تو اسے اندازہ ہو گا کہ ہاں اللہ کے نبی محمد ﷺ نے بلکل سچ کہا تھا آج مومن کے لیے کھانے کو کچھ بھی نہیں بچا۔ اور یہ حالات دنیا کے تب تک رہیں گے جب تک اللہ کے قانون میں ہو گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا۔

فیلبث فی الأرض ما شاء الله. پس رہے گا زمین میں جو اللہ کا قانون ہے۔ یہ دجل اس وقت تک زمین میں رہے گا زمین کے حالات اس وقت تک ایسے رہیں گے جب تک کہ اللہ کے قانون میں ایسا رہنا ممکن ہے اور اس کا جواب

قرآن میں سورت الدخان میں بھی موجود ہے یہ حالات اس وقت تک رہیں گے جب تک کہ آسمان یعنی زمین کے گرد فضاء انسان کے اپنے ہی اعمال کے سبب دھویں سے نہ بھر جائے۔ جب دنیا میں ایسے حالات ہوں گے جو کہ آج یہ سب حالات ہو چکے ہیں تو تب ابن مریم علیہ السلام آئیں گے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا۔ **ثم یجی ء عیسیٰ ابن مریم علیھما السلام من قبل المغرب مصدقاً بمحمد و علی ملتہ فیقتل الدجال ثم انما ھوا قیام الساعۃ.** پھر آئیں گے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام مغرب کے سمت سے مغرب سے پہلے، تصدیق کریں گے محمد ﷺ کی اور انہیں کی ملت پر ہوں گے پس قتل کریں گے دجال کو پھر اس میں کچھ شک نہیں جو ہوگا وہ ساعت کا قیام ہوگا۔

لفظ قبل یہاں دونوں معنوں میں آئے گا قبل سمت اور قبل پہلے۔

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام مغرب کی سمت سے مغرب سے پہلے آئیں گے محمد ﷺ کی تصدیق کریں گے اور انہیں کی ملت پر ہوں گے مطلب یہ کہ یہ وہ وقت ہوگا جب دنیا میں کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہوگا جو دجال کو پہچان سکا ہوگا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ہر لحاظ سے کھول کر بتا دیا کہ دجال کون اور کیا ہوگا لیکن اس کے باوجود انسان دجال کو اپنا مسیحا بنائے ہوئے ہوں گے اور اسے دجال تسلیم ہی نہیں کر رہے ہوں گے کہ جیسے اللہ کے رسول محمد ﷺ نے بتایا ہی نہ ہو اس شئے کے بارے میں جسے انسان اپنا مسیحا بنا کر بیٹھے ہوں گے اور واحد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی ذات ایسی ہوگی یہ ایک ایسی شخصیت ہوگی جو مغرب کی طرف سے آئے گی اور محمد ﷺ کی تصدیق کرے گی دنیا والوں پر کھول دے گی کہ جس کو تم نے اپنا ربّ بنایا ہوا ہے جس کو تم اپنا مسیحا بنا کر بیٹھے ہوئے ہو اسے محمد رسول اللہ ﷺ نے دجال کہا تھا۔ یہ ایسی غیر معمولی ایجادات جن کے بارے میں چند صدیاں پہلے تصور کرنا بھی محال تھا کیا رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں بتایا نہ ہوگا؟

اور اگر یہ سب مسیحا ہے یہ سب آسائشیں ہیں، سہولتیں ہیں تو کیا تم محمد رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوش قسمت ٹھہرے یا پھر تم میں ان سے عقل زیادہ ہے جو وہ نہ بنا سکے اور تم نے یہ سب بنا لیا؟

یہ واحد شخصیت اس وقت ملت محمد ﷺ پر ہوگی۔ اس کے علاوہ کروڑوں کی تعداد میں ایسے ہوں گے جو ملت محمد ﷺ کے دعویدار تو ہوں گے لیکن کوئی بھی ملت محمد ﷺ سے واقف نہ ہوگا۔ یہ شخصیت دجال کا قتل کر دے گی یعنی جس شئے پر دجل کے پردے کی وجہ سے انسانیت نے اسے اپنا مسیحا سمجھا ہوا تھا اور اپنا ربّ بنایا ہوا تھا اس پر سے ناقابل تردید علمی دلائل کیساتھ دجل کا پردہ چاک کر کے اس کی حقیقت جو اس کا پوشیدہ پہلو تھا وہ دنیا کے سامنے لے آئے گی یہی شخصیت عیسیٰ ابن

مریم ہوگی لیکن افسوس کا مقام یہ ہوگا کہ اکثریت اس کی تکذیب کرے گی اسے پہچاننے سے قاصر رہے گی لیکن بہت جلد عذاب آئے گا تو نہ صرف اس شخصیت کی تکذیب کرنے والے پچھتایں گے بلکہ افسوس کریں گے کہ کاش اس کی تکذیب کرنے کی بجائے اس کی باتوں پر توجہ دی ہوتی اسے پہچان کر دنیا و آخرت کے عذاب عظیم سے بچ جاتے۔

دجّال کیسے خود کو ربّ کہے گا اور ربّ کے معنی کیا ہیں اس کی وضاحت کتاب میں کئی جگہوں پر موجود ہے۔ پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا مغرب سے قبل آنے کا ذکر ہے۔عیسیٰ ابن مریم پر پورا باب رقم کیا گیا ہے جو آگے آئے گا اس میں تمام کی تمام تفاصیل درج کر دی گئیں۔ مغرب سے قبل کے معنی چوبیس گھنٹے کے دن رات میں جو مغرب کا وقت ہوتا ہے وہ نہیں ہے بلکہ مغرب اللہ کے قانون میں دن کی ابتداء کا وقت ہوتا ہے اور پچھلے دن کا اختتام ہوتا ہے۔عصر دن کا آخری وقت ہوتا ہے اور جیسے ہی مغرب ہوتی ہے تو دن ختم ہو جاتا ہے۔مغرب سے مراد امت محمد کو جو اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایک یوم کی مدت دی تھی اس کا بلکل آخری وقت ہے جب قیامت محض چند سال کی دوری پر ہوگی اس وقت ابن مریم دجّال کا قتل کریں گے۔اور اس کے بعد ساعت قائم ہوگی۔

رسول الله ﷺ قال: واعلموا أن الله عزوجل صحيح ليس بأعور، وأن الدجال أعور ممسوح العين، بين عينيه مكتوب "كافر" يقرؤه كل مؤمن كاتب أو غير كاتب. سنن الواردة فی الفتن

رسول اللہ ﷺ نے کہا اور تمہیں علم ہونا چاہیے کہ اللہ عزوجل بے عیب ہے ہرگز اعور نہیں یعنی اللہ جو بھی خلق کرتا ہے اس میں کوئی عیب نہیں ہوتا ہر لحاظ سے مکمل اور بے عیب خلق کرتا ہے اور محتاج نہیں ہے۔اور اس میں کچھ شک نہیں کہ دجّال اعور ہوگا یعنی ہر وہ شئے جو عیب دار ہوگی جو ناممکن ہوگی وہ دجّال ہوگا دجّال عیب دار ہوگا وہ جو بھی کرے گا اس میں عیب، خامیاں لازمی ہوں گی۔دیکھنے کا آلہ ممسوح ہوگا، درمیان اس کی آنکھوں کے کتب ہوگا "کافر" پہچان لے گا اسے ہر مومن خواہ وہ لکھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

رسول الله ﷺ قال: كيف بكم اذا ابتليتم بعبدٍ قد سخرت له أنهار الارض وثمارها، فمن اتبعه أطعمه وأكفره، ومن عصاه حرمه وعذبه، ان الله تعالىٰ يعصم المؤمنين يومئذ بما عصم به الملائكة من التسبيح،

ان بین عینیه "کافر" یقرؤه کل مؤمنٍ کاتب و غیر کاتبٍ. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: کس طرح ہوگا تمہارے ساتھ جب تمہیں آزمائش میں ڈالا جائے گا ایک غلام سے، تحقیق مسخر کی گئیں اس کے لیے زمین کی نہریں (جیسے انسان کے جسم میں خون کی شریانیں ہوتی ہیں بلکل اسی طرح زیر زمین ایسی ہی شریانیں ہیں جن میں زمین کا خون گردش کرتا ہے انہیں انہار الارض کہا جاتا ہے) اور اس کے یعنی زمین کے ثمرات۔ پس جس نے اس کی اتباع کی یعنی اس کے پیچھے پڑا اس کو کھایا اور اس کا کفر کیا اور جو اس کے پیچھے نہ پڑا اسے نہ کھایا اور اس کا عذاب ہوگا، اس میں کچھ شک نہیں اللہ جو سب سے اوپر ہے اس یوم اس کیساتھ مومنین کی حفاظت کرے گا جس کیساتھ ملائکہ کی حفاظت کرتا ہے تسبیح سے یعنی جیسے ہی ملائکہ کو کوئی بھی حکم دیا جاتا ہے وہ فوراً اسی وقت اسی پر ویسے ہی عمل کرتے ہیں جیسے کرنے کا حکم دیا گیا تو اس یوم جو انسان ایمان لانے کے بعد ایسے ہی اللہ کے احکامات پر عمل کریں گے وہ اس سے محفوظ ہو جائیں گے۔ اس میں کچھ شک نہیں درمیان اس کی آنکھوں کے یعنی ماتھے پر "کافر" یعنی کفر اتنا واضع ہوگا جیسے انسانی جسم میں آنکھوں کا درمیانی حصہ ماتھا واضع ہوتا ہے پڑھ لیں گے اسے تمام مومن لکھنا جاننے والے یا لکھنا نہ جاننے والے۔

زیر زمین خام تیل ہے جس سے زمین کی نہریں یعنی شریانیں مسخر کی گئی ہیں اور اسی سے زمین اپنے ثمرات نکالتی ہے یعنی زمین کے ثمرات اسی سے مسخر ہیں۔ پیچھے بہت تفصیل کیساتھ گزر چکا ہے کہ خام تیل سے کیا کیا بنایا جا رہا ہے اور اس کے نقصانات کیا ہے اور یہ کیسے کفر ہے۔ روایت میں بلکل واضع ہے کہ صرف اور صرف وہی بچیں گے جو اللہ کی تسبیح کریں گے جیسے ملائکہ کرتے ہیں تسبیح کہتے ہیں جیسے ہی مالک حکم دے فوراً اس پر ایسے عمل کرنا جیسے مالک نے حکم دیا ہے۔ تو جو لوگ اللہ سبحان وتعالیٰ کی غلامی کریں گے تو ان کے لیے اس دجّل کو پہچاننا بلکل بھی مشکل نہیں ہوگا اس کی مزید وضاحت تھوڑا ہی آگے آئے گی۔

رسول الله ﷺ قال: لیصحبن الدجال أقوام یقولون: انا لنصحبه و انا

لنعلم أنه الكافر ولكنا نصحبه تأكل من طعامه ورعى من الشجر، فاذا نزل غضب الله عليهم كلهم. نعيم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا: دجال کے ساتھ چمٹے رہنے کے لیے اقوام یعنی دنیا کے لوگ کہیں گے ہم اس کیساتھ اس لیے ہیں اور ہم یہ جان لیں کہ وہ کافر ہے اور اس وجہ سے ہم اس کے ساتھ ہیں ہم کھاتے ہیں اس کا کھانا اور اس کے درختوں سے چرتے ہیں، پس جب اللہ کا غضب نازل ہوگا تو ان سب پر نازل ہوگا۔

آج ہم خود اس کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جس پر بھی دجّال کی حقیقت آشکار ہوتی ہے جس کو بھی آگاہ کیا جاتا ہے کہ جو کچھ تم کھا رہے ہو، جو پی رہے ہو، جس معاشرے میں رہ رہے جس نظام کا ساتھ دے رہے ہو خوہ کوئی بھی کام کرتے ہو وہ دجّال کی نصرت کا سبب بنتا ہے وغیرہ یہ سب کا سب دجّل ہے یہ بات ماننا ان کی مجبوری ہوتی ہے کیونکہ حقیقت ہی یہی ہے لیکن ماننے کے باوجود وہ اس نظام، اس طرز زندگی کو چھوڑنے پر یہ کہتے ہوئے تیار نہیں ہوتے کہ ہم اس معاشرے میں رہتے ہوئے اس کے بارے میں مزید اچھی طرح تحقیق کرلیں جس کے لیے ہمیں مجبوراً یہی سب کھانا پڑے گا یہی نوکری کرنی پڑے گی اور پھر یہ بھی بہانہ ہوتا ہے کہ جائیں تو جائیں کہاں۔ کھائیں تو کھائیں کیا اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں اور یوں وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوتے ہیں اور عنقریب ایک بڑے غضب کا شکار ہوں گے جو عذاب کی شکل میں نازل ہونے ہی والا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: انه آدم. طبرانی. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں وہ (دجّال) آدم ہوگا۔

آدم کے معنی زمین کا خون کے ہیں۔ زمین کے خون سے ہی اللہ سبحان وتعالیٰ نے سب سے پہلے بشر کو خلق کیا تھا اسی وجہ سے پہلے بشر کا نام آدم علیہ السلام تھا۔ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے طین کا بھی ذکر کیا ہے لیکن طین زمین کے عناصر کو کہا جاتا ہے جب زمین کے عناصر کو کیمیائی عوامل سے گزارا جس کا قرآن میں ذکر ہے، **"من صلصال، من حماء**

مسنون" تو آدم وجود میں آیا یعنی زمین کا خون جسے ہم آج خام تیل کا نام دیتے ہیں اور اسے بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے طین کہا اور اسی سے پھر اللہ سبحان وتعالیٰ نے بشر آدم علیہ السلام کو خلق کیا اور تمام بنی آدم کو بھی اسی سے خلق کیا۔ اسی لیے تمام انسانوں کو بنی آدم کہا جاتا ہے۔ کہ جس سے تمام انسان وجود میں آئے۔ تمام کے تمام انسانوں نہ صرف آدم علیہ السلام کی نسل ہیں بلکل زمین کے خون آدم سے وجود میں آئے۔

مزید آسانی سے سمجھنے کے لیے اگر ہم اپنی ہی ذات میں غور وفکر کریں تو ہم پر واضع ہو جائے گا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہمیں زیر زمین موجود خام تیل یعنی پیٹرولیم سے خلق کیا۔ جیسا کہ کتاب میں پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے۔

آدم یعنی زمین کا خون۔

رسول الله ﷺ قال: ان الدجال یاتی النهر فیأمر أن یسیل فیسیل ثم یأمر أن یرجع فیرجع ثم یأمر أن ییبس فییبس. البرزنجی فی کتاب الاشاعة لأشراط.

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں کہ آئے گا دجّال نہر حکم دے گا کہ بہہ پڑ پس وہ بہہ پڑے گی پھر اسے حکم دے گا کہ پلٹ پس وہ پلٹے گی یعنی حکم دے گا کہ بہنا رُک جا پس وہ بہنا رُک جائے گی پھر اسے حکم دے گا کہ خشک ہو جا پس وہ خشک ہو جائے گی۔

آج ہم یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ڈیم بنا کر جب چاہے نہروں کو جاری کیا جاتا ہے اور جب چاہے پانی رک کر ان کا بہنا بند کر دیا جاتا ہے اور چاہیں تو یہاں تک کہ وہ خشک ہو جائے مگر پانی نہ چھوڑا جائے تو ایسا ہی ہوتا ہے اور نہریں خشک پڑی رہتی ہیں۔ اور یہ سب ٹیکنالوجی سے ہی ممکن ہوا۔ جن ڈیموں کو ہم اپنے لیے مسیحا سمجھتے ہیں کہ ان سے نہری نظام چلتا ہے اور بجلی وغیرہ پیدا ہوتی ہے جو کہ آج دنیاوی زندگی کا ایک ستون کی حثیت رکھتی ہے اور پھر انہی ڈیموں کی وجہ سے سیلابوں سے محفوظ رہتے ہیں لیکن یہ سوائے دجل یعنی دھوکے کے کچھ نہیں۔ یہ بہت بڑا دجل ہے اور اکثریت اس دجل کا شکار ہے۔ کبھی ہم نے غور کیا کہ جب دنیا میں ڈیم نہیں تھے تب کتنے سیلاب آتے تھے اور آج سیلابوں کی تعداد اور ان سے ہونے والی تباہی کتنی ہے؟ آج ڈیم ہونے کے باوجود جب ڈیم نہیں تھے کے مقابلے میں کئی گناہ زیادہ اور کئی گناہ بڑے تباہ کن سیلاب آتے ہیں تو کیا یہ ڈیم مسیحا ہیں یا محض دجل؟

آج ہم ڈیم بنا کر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے نہری نظام بنا لیا اور یوں بہت سی زمین کاشتکاری کے قابل ہو گئی لیکن کبھی ہم نے یہ سوچا کہ یہی پانی روک کر ہم نے زیر زمین نہ صرف پانی کی سطح کو کم سے کم کر دیا بلکہ پوری دنیا کی زمین بنجر کر دی کیا یہ دجّل نہیں ہے؟

جن ڈیموں کو ہم اپنے لیے مسیحا سمجھتے ہیں کہ ان سے نہری نظام کے ذریعے اچھی فصل ہوتی ہے لیکن وہیں اس سے لاکھوں نہیں کروڑوں گناہ زیادہ فصل کو تباہ برباد کر دیا کیونکہ انہی ڈیموں کی وجہ سے زیر زمین پانی کی سطح انتہائی کم ہو کر زمینیں بہر فصل پیدا کرنے کے قابل ہی نہیں رہیں اور پھر کھادوں کے ذریعے ایسی فصلیں اُگائی جاتی ہیں جو دیکھنے میں تو بہت بھلی لگتی ہیں لیکن حقیقت میں وہ لاتعداد بیماریوں کا منبہ ہوتی ہیں۔ کیا یہ دجّل نہیں؟؟؟ کبھی ہم نے سوچا؟؟؟

ڈیموں کے ذریعے پانی روکنے سے زمین پر اللہ کی کتنی ہی مخلوقات ہیں جو پانی نہ ملنے سے تڑپ تڑپ کر موت کا شکار ہوتی ہیں

اور دھڑ ادھڑ ہو رہی ہیں۔ کیا کبھی ہم نے یہ سوچا؟

کیا کبھی ہم نے یہ سوچا کہ یہ زمین جو کہ ایک مشین کی مانند ہے اور اس کی تمام مخلوقات پرزوں کی مانند ہیں۔ اور جب ہم اس مشین کے لاتعداد پرزوں کو ناکارہ بنا دیں گے تو اس زمین کا حال کیا ہوگا؟؟؟ کیا کبھی ہم نے سوچا؟؟؟

تو کیا پھر زلزلے نہ آئیں؟ موسموں میں تباہ کن تبدیلیاں واقع نہ ہوں؟ سیلاب نہ آئیں؟ طوفان نہ آئیں؟ خوراک اور پانی میں کمی واقع نہ ہو؟ طرح طرح کی بیماریاں ہمیں نہ آ گھیریں؟؟؟ کیا کبھی ہم نے سوچا؟ کہ یہ ہمارے لیے مسیحا ہیں یا پھر ہم صرف اور صرف اس کے دجّال کا شکار ہو کر اسی شاخ کو دن رات کاٹنے میں مگن ہیں جس پر ہم خود بیٹھے ہوئے ہیں؟

درج ذیل تصاویر میں دیکھیں۔

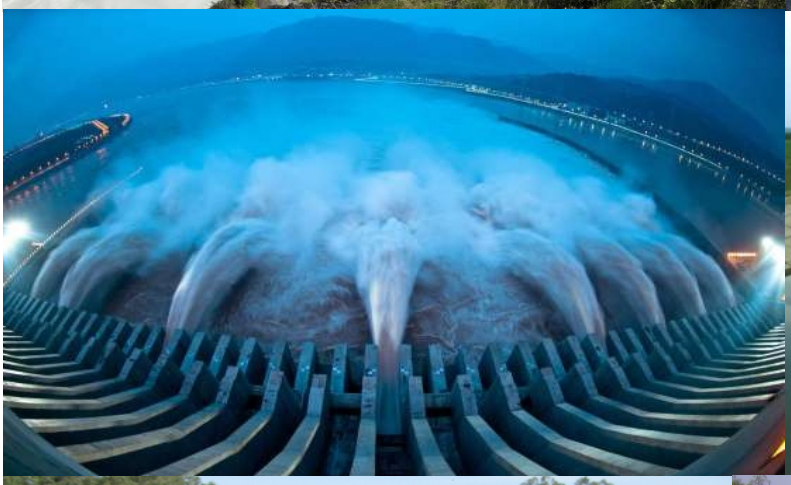

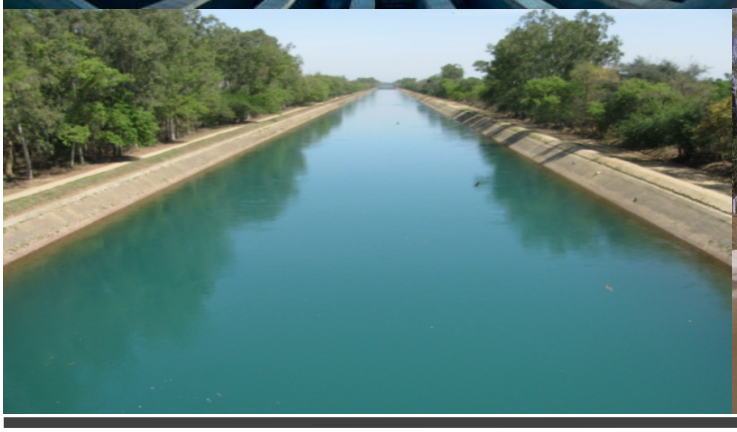

رسول الله ﷺ قال: يخرج الدجّال من كوثى. نعيم بن حماد، ابن ابی شیبه

دجّال نکلے گا کوثی سے۔

تعرفون ارضاً قبلكم يقال لها: كوثى. كثيرة السباخ؟ قلت: نعم، قال: منها يخرج الدجّال. نعيم بن حماد

اس کو جانا جاتا تھا تم سے پہلے، کہا جائے گا اسے کوثی۔ کثیرۃ السباخ؟ جواب ملا ہاں۔ کہا وہیں سے دجّال نکلے گا۔

السباخ. کھادیں، نباتات اُگانے والے اجزاء، عناصر، کیمیکلز وغیرہ۔

یعنی زمین پر ہم سے پہلے جو قومیں آباد تھیں اور اپنے ہی کرتوتوں کے سبب ہلاک ہوئیں وہ اُس زمین کو کوثی کہتے تھے جس میں کھادیں ڈالی جاتی تھیں اور ایسے کیمیکلز، اجزاء یا عناصر وغیرہ ڈالے جاتے تھے جن سے فصلیں اُگائی جاتی تھیں۔ کھادوں کے ڈالنے سے جو فصل اُگتی تھی وہ دجّال تھا یعنی ایسی فصل محض دھوکا ہوتی ہے۔ کھادوں سے اُگائی جانے والی فصلیں دیکھنے میں، نظر آنے میں تو بہت زبردست لگتی ہیں، فصل دیکھنے میں اچھی اور بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اس فصل کا ظاہر تو بھلا ہوتا ہے لیکن اس کا باطن بیماریوں سے بھرا ہوتا ہے۔ یہی تو دجّل ہے کہ ایک رُخ جو سامنے والا ہے وہ تو بہت زبردست ہے لیکن جو دوسرا پوشیدہ رُخ ہے وہ عیب دار خامیوں اور نقائص سے بھرا ہے۔ ایسی فصل کا استعمال کرنے والے برکت سے محروم اور طرح طرح کی بیماریوں، خامیوں اور نقائص کا شکار ہوں گے۔

دجال کا گدھا

رسول اللہ ﷺ قال: یخرج الدجال علی حمار، رجس علی رجس. ابن ابی شیبہ

سب سے پہلے دجال کے حمار کو سمجھ لیجئے اور اسے سمجھنے سے پہلے اللہ کے حمار یعنی گدھے کو سمجھنا ہوگا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ کا گدھا وہ ہے جو اللہ سبحان وتعالیٰ نے خلق کیا اور اسے انسان کے لیے خلق کیا تا کہ انسان اس پر سواری کرے اور اپنے سامان کو منتقل کرنے میں آسانی ہو، تجارتی مقاصد کے لیے بھی مال کی منتقلی کے لیے مشقت کے لیے استعمال کیا جائے۔ یہ ہے اللہ کا گدھا۔

اب آتے ہیں دجّال کے گدھے کی طرف۔ جب بھی دجّال کے گدھے کا ذکر ہوتا ہے تو فوراً ذہن میں یہ آتا ہے کہ جیسے کو مخصوص شخص ہوتا ہے مثلاً اس کا نام عمران ہے تو اس نے ایک گدھا خریدا جو عمران کا گدھا کہلائے گا حالانکہ اس کے علاوہ لاکھوں، کروڑوں گدھے دنیا میں موجود ہیں لیکن صرف وہ ایک ہی گدھا عمران کا کہلائے گا بلکل دجّال کے بارے میں یہی نظریہ قائم ہے۔ جو کہ انتہائی جاہلانہ اور گمراہ کن ہے۔

ہمیں کبھی بھی یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ دجّال ربّ بنے گا یعنی دجّال اللہ کے مقابلے پر ایسی ذات ہوگی جو وہ سب کام کرے گی جو اللہ سبحان وتعالیٰ کے کرنے والے ہیں اور وہ ذات اللہ کے مقابلے پر وہ سب کام کرے گی۔ دجّال کے گدھے کا مطلب ہے کہ جس مقصد کے لیے انسان دجّال کے نکلنے سے پہلے اللہ اپنے اصل ربّ اللہ سبحان وتعالیٰ کا خلق کیا ہوا گدھا استعمال کرتے تھے۔ دجّال اسی مقصد کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ کے خلق کیے ہوئے اس ذریعے یعنی گدھے سے احسن ذریعہ یعنی گدھا خلق کرے گا اور جو لوگ اللہ کے گدھے کی بجائے دجّال کے خلق کیے ہوئے گدھے کو استعمال کریں گے وہی

ان کا دجّال کو اپنا ربّ تسلیم کرنا ہوگا۔ کیونکہ ربّ وہی ذات ہوتی ہے جس پر کسی بھی معاملے میں توکل کیا جائے یعنی کوئی بھی ضرورت پیش آئے تو جس کی خلق کردہ شئے کو استعمال کر کے ضرورت پوری کی جائے وہی ربّ کہلاتا ہے۔

یہاں تک ہمارے لیے نہ صرف دجّال کا گدھا واضع ہوگیا بلکہ دجّال کے بارے میں مزید واضع ہوگیا کہ دجّال کسی مخصوص شخصیت کا نام نہیں ہے بلکہ دجّال ایسی ہی کسی ذات کا نام ہے جیسے اللہ سبحان وتعالیٰ کی ذات ہے۔ جو کام اللہ سبحان وتعالیٰ کرتے ہیں وہی کام جو بھی اللہ کے مقابلے پر کرے گا وہ ذات دجّال کہلائے گی۔ اور آج وہ سب کچھ اللہ کے مقابلے پر ہو رہا ہے جو آج سے پہلے صرف اللہ سبحان وتعالیٰ ہی کرتا تھا اور آج یہ سب کچھ صرف اور صرف ٹیکنالوجی سے ہی ممکن ہوا۔ اور ٹیکنالوجی ہی دجّال ہے یعنی یہ ٹیکنالوجی ہی ہے کہ انسان ہر معاملے میں اللہ کی بجائے اسی پر توکل کرتا ہے یعنی اللہ کی بجائے اسے اپنا ربّ بنایا ہوا ہے۔

اب آتے ہیں روایت کی طرف۔

رسول الله ﷺ قال: يخرج الدجال على حمار، رجس على رجس. ابن ابی شیبہ

رجس. رجس کہتے ہیں اسے جو انسان کو کسی بھی معاملے میں اللہ کی بجائے اپنے اوپر توکل کرنے پر مائل کرے یا مجبور کر دے۔ مثلاً آج جو گاڑیاں موجود ہیں جب یہ گاڑیاں موجود نہیں تھیں تو انسان کے لیے سواری کے ذرائع صرف گدھے، گھوڑے اور اونٹ وغیرہ تھے۔ جب بھی انسان کو سفر کی ضرورت پیش آتی تھی تو فوراً انسان کے ذہن میں یہی ذرائع آتے تھے اور انہی پر انحصار کرتا تھا لیکن آج گدھے، گھوڑے اور اونٹوں کی موجودگی کے باوجود جب بھی انسان کو سفر کی ضرورت پیش آتی ہے تو فوراً جس کے بارے میں ذہن میں آتا وہ وہ گاڑیاں ہیں۔ اور گاڑیوں کی موجودگی میں انسان کے بلکل بھی ذہن میں گدھے، گھوڑے، اونٹ وغیرہ کا خیال نہیں آتا۔ اس کی جو وجہ بنی اسے عربی میں رجس کہتے ہیں۔

جب بھی سفر کی ضرورت پیش آئی تو فوراً گاڑی کا خیال آیا اسی پر انحصار کیا اسی پر توکل کیا باوجود اس کے کہ گدھے، گھوڑے، اونٹ وغیرہ موجود ہیں۔ آج انسان چاہ کر بھی گدھے، گھوڑے، اونٹ وغیرہ پر سفر نہیں کرتا جہاں بھی یہ گاڑیاں موجود ہیں۔ ان میں کشش ہی ایسی ہے، کہ وہ انسان کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہیں بلکل انسان کو مجبور کر دیتی ہے۔ یہی وہ شئے ہے جسے عربی میں رجس کہا جاتا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: يخرج الدجال على حمار، رجس على رجس. ابن ابی شیبه

رسول اللہ ﷺ نے کہا نکلے گا دجّال گدھے (یعنی سواری کے ذرائع) پر، رجس پر رجس ہوگا۔

دجّال گدھے پر نکلے گا یعنی دجّال کی ابتداء گدھے سے ہوگی۔ سب سے پہلے دجّال کا گدھا آئے گا یعنی اللہ کے مقابلے پر جو شئے سب سے پہلے دجّال خلق کرے گا وہ سواری کا ذریعہ ہوگی۔ ایسا سواری کا ذریعہ جو رجس پر رجس ہوگا یعنی اس کی موجودگی میں اللہ کے سواری کے ذرائع بے وقعت ہو جائیں گے لوگ اس کی طرف نہ چاہ کر بھی کھنچے چلے جائیں گے۔ دجّال ہوگا رجس پر رجس۔ یعنی دجّال کی موجودگی میں انسان اسے ربّ بنانے پر یعنی اس کی خلق کردہ اشیاء سے ضروریات پوری کرنے پر مجبور ہوں گے یا اپنے لیے صرف انہی میں فائدہ دیکھیں گے اور یوں استعمال کریں گے۔

اب آتے ہیں دجّال کا گدھا کیا ہوگا؟ کیسا ہوگا؟ اس کی پہچان کیا ہے؟ سمیت سوالات کے جوابات کی طرف۔

رسول الله ﷺ قال: وفيه ثلاث علامات أعور وربكم ليس بأعور، ولا يسخر له من الدواب الا حمار رجس على رجس مكتوب بين عينيه كافر يقرأه كل مؤمن كاتب أو غير كاتب. الحاكم، السنة، ابن ابی شیبه.

رسول اللہ ﷺ نے کہا اور اس میں ہوں گی تین علامات یعنی جن سے دجّال کو پہچانا جا سکے گا وہ اَعور ہوگا یعنی جو بھی کام کرے گا جو بھی خلق کرے گا وہ ضرور کسی نہ کسی لحاظ سے عیب دار، خامیوں و نقائص والا ہوگا اور تمہارا ربّ اعور نہیں ہیں یعنی جو شئے بھی عیب دار ہو وہ تمہارے ربّ اللہ سبحان وتعالیٰ کی نہیں ہوگی کیوں کہ اللہ کے لیے حمد ہے اللہ سبحان ہے اللہ کچھ بھی عیب دار، نقائص والا، خامیوں والی خلق نہیں کرتا۔ اس لیے جو کچھ بھی عیب دار ہوگا وہ تمہارے ربّ کا نہیں ہوگا۔ اور نہیں مسخر کیے جائیں گے اس کے لیے دواب مگر حمار۔ یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ کا جو

دابہ ہے وہ تمام کا تمام جو زمین پر رینگنے والے ہیں، اپنی ٹانگوں پر چلنے والے ہیں یا اُڑنے والے ہیں سب کو خلق کرنے کا الگ الگ مقصد ہے جن میں سے کچھ ایسے ہیں جن کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے سواری کے لیے خلق کیا لیکن وہ تو محض چند ایک ہیں اور جو ان کے علاوہ ہیں جن کی تعداد کا شمار ہی نہیں ہر کسی کو الگ الگ مقصد کے لیے خلق کیا۔ اور دجّال کے لیے دواب میں سے صرف حمار یعنی سواری کا ذریعہ مسخر کیا گیا یعنی وہ جتنا بھی دابہ خلق کرے گا اس کا مقصد سواری کرنا یا مشقت کرنا ہوگا یعنی وہ مقصد ہوگا جس مقصد کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے گدھے کو خلق کیا۔ رجس علی رجس یعنی دجّال کے گدھے کے ہوتے ہوئے کوئی بھی انسان سواری کی ضرورت پوری کرنے کے لیے یا مشقت کے لیے اللہ کے گدھے کو استعمال نہیں کرے گا بلکہ دجّال کے گدھے کی جانب چاہتا ہوا یا نہ چاہتا ہوا کھنچا چلا جائے گا۔ کتب ہوگا اس کی آنکھوں کے درمیان کافر، پڑھ لے گا اسے ہر مومن خواہ وہ لکھنا جانتا ہو یا نہ لکھنا جانتا ہو۔ یعنی آنکھوں کے درمیان جسم کا واحد حصہ ایسا ہوتا ہے جو بلکل واضع ہوتا ہے جسے ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔ بلکل اسی طرح دجّال کا کفر اتنا واضع ہوگا کہ ہر انسان اسے دیکھے گا لیکن اسے پہچان صرف اور صرف وہی پائے گا جو مومن ہوگا۔ مومن کہتے ہیں ایمان لانے کے بعد عملاً اللہ کی غلامی کرنے کو۔ مثلاً ایک انسان جب ایمان لایا تو اس کے بعد اس نے کھانا وہی ہے جس کا اللہ نے حکم دیا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے حکم دیا حلال طیب کھانے کو۔ اور جب ایسا انسان کھانے کے لیے دیکھے گا کہ حلال طیب کیا ہے تو اسے ہر طرف حرام اور خبیث ہی نظر آئے گا اور وہ دیکھے گا کہ جو اللہ نے حلال کیا تھا اسے بھی خبیث بنا کر حرام کر دیا یوں اس پر واضع ہو جائے گا۔ اسی طرح جب سفر کرنا ہے تو اس پر اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں واضع کر دیا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسان کے لیے سواری کے ذرائع گدھے، گھوڑے اور اونٹ وغیرہ خلق کیے ہیں لیکن جب وہ ارد گرد دیکھے گا کہ اللہ نے تو سفر کی ضرورت کو پورا کر کے لیے انسان کے لیے گدھے، گھوڑے اور اونٹ وغیرہ خلق کیے لیکن یہاں تو معاملہ ہی اس کے بلکل برعکس ہے یہاں تو کچھ اور ہی موجود ہے تو وہ پہچان جائے گا یہ کہ دجّل ہے یعنی انسان کے لیے اس کے ربّ نے تو سواری کے ذرائع گدھے، گھوڑے اور اونٹ وغیرہ خلق کیے لیکن ہمیں یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ گاڑیاں، جہاز وغیرہ کو ان کے ربّ نے اس مقصد کے لیے خلق کیا ہے تو اس پر واضع ہو جائے کہ کہ یہ تو دجّل ہے یہ دھوکہ ہے۔ یہ کذب ہے جھوٹ ہے اور جو ایسے کہتا ہے وہ کذاب ہے۔ اسی طرح جب ایک مومن لباس پہنے گا

تو وہ اللہ کی غلامی میں پہنے گا یعنی وہ لباس جس کا اللہ نے حکم دیا اور اللہ نے واضح کر دیا کہ اس نے اس مقصد کے لیے کپاس اُگائی، جانوروں کے جسم پر اُون خلق کیا ان سے انسان اپنے ہاتھوں سے کپڑا بن کر لباس تیار کرے یہی مومن کا کام ہے تو جب وہ اپنے اردگرد یہاں تک کہ ہر طرف دیکھے گا کہ جو لباس موجود ہے وہ تو اس کے برعکس کسی اور طریقے سے خلق ہوا ہے وہ تو زمین پھاڑ کر اس سے اللہ کے غیب کو نکال کر اس میں سے خلق کیا گیا ہے تو وہ پہچان جائے گا کہ یہ تو دجّال ہے یہ اس کا ربّ نہیں ہے اس کا ربّ اللہ ہے۔ اسی طرح جیسے جیسے غور کرتے چلے جائیں۔ کہ دوستی کس سے، دُشمنی کس سے، روزگار کا ذریعہ کیا اور کیسا ہونا چاہیے، پاخانے پیشاب کی حاجت لاحق ہوئی تو اس کو کہاں اور کس طریقے سے کرنا ہے۔ اسی طرح جیسے جیسے وہ عمل کرے گا اس پر دجّال کی پہچان واضح ہو جائے گی وہ دجّال کا کفر پڑھ لے گا خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا نہ ہو لیکن اس کے برعکس ساری دُنیا کے انسان جو بڑے بڑے عقل مند ہونے کے دعویدار ہیں وہ اس کے کفر کو ہر طرف دیکھنے کے باوجود پڑھ نہیں سکیں گے اور اس کے کفر میں مبتلا ہو جائیں گے یوں دجّال کو اپنا ربّ بنائیں گے۔

ہمارا موضوع دجّال کا گدھا یعنی سواری کا ذریعہ تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے واضح کر دیا کہ دجّال کے لیے جو دابہ مسخر کیا جائے گا وہ صرف اور صرف سواری کا ذریعہ ہی مسخر کیا جائے گا یعنی وہ جتنا بھی دابہ دجّال خلق کرے گا وہ سارے کا سارا دابہ سواری مال و اشیاء کی منتقلی اور مشقت کے مقصد کے لیے ہی خلق کیا جائے گا وہ سارے کا سارا دابہ دجّال ہوگا۔ اور آج ہم دیکھیں کہ وہ کون سی ایسی اشیاء ہیں جو اللہ سبحان و تعالیٰ کے خلق کردہ سواری کے ذرائع یعنی اونٹ، گدھے اور گھوڑے وغیرہ کے علاوہ موجود ہیں اگر ایسی موجود ہیں اور اسی مقصد کے لیے ہیں اور وہ اللہ کی خلق کردہ نہیں تو پھر وہ تمام کا تمام دجّال کا حمار ہے دجال کا گدھا یعنی سواری و مال کی منتقلی کا ذریعہ۔ اور جب ہم غور کریں تو دجّال کا کفر اتنا واضح ہے کہ ہمیں اتنے انسان نظر نہیں آتے جتنے دجّال کے گدھے نظر آتے ہیں جنہیں ہم گاڑی، ٹرین، ٹرام، ہائی جہاز، بحری جہاز وغیرہ کا نام دیتے ہیں یہ سب کا سب دجّال کا گدھا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل تصاویر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

یہاں پر دجّال کے حمار کی تصاویر یعنی گاڑیوں، ٹرینوں، ٹراموں، ہوائی جہازوں، سمندری جہازوں کی تصاویر۔۔

سامان اٹھا کر یعنی کوڈ ڈ گاڑیوں کی مشقت کرتی گاڑیوں کی تصاویر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ألا! ان الدجال يطعم الطعام ويشرب الشراب ويمشى فى الأسواق، والله تعالىٰ عن ذلک، ألا! ان الدجال طوله أربعون ذراعاً بالذراع الأول، تحته حمار أقمر، طعل كل أذن من أذنيه ثلاثون ذراعاً، ما بين حافر حماره الى الحافر الآخر مسيرة يوم و ليلة، تطوى له الأرض منهلاً، يتناول السحاب بيمينه، ويسبق الشمس الى مغيبها، يخوض البحر الى كعبيه، أمامه جبل دخان، وخلفه جبل أخضر، ينادى بصوت له يسمع به ما بين الخافقين. الى أوليائى ! الى أوليائى ! الى أحبائى! الى أحبائى! فأنا الذى خلق فسوى، والذى قدر فهدى، وأنا ربكم الأعلى. کنزالعمال

ألا! ان الدجال يطعم الطعام ويشرب الشراب ويمشى فى الأسواق، والله تعالىٰ عن ذلک،

جان لو اس میں کچھ شک نہیں دجال کھانا کھائے گا اور مشروب پیئے گا اور چلے گا اپنی ٹانگوں پر اور اللہ اوپر ہے ان سب سے یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ کی ذات ان حاجات سے بالاتر ہے۔

آج جتنی بھی ٹیکنالوجی ہے وہ تمام کی تمام طعام کھاتی ہے جسے ہم بجلی کا نام دیتے ہیں۔خواہ وہ موسموں اور بادلوں میں چھیڑ چھاڑ کرنے والا آلہ ہارپ ہو یا مختلف مصنوعات بنانے والی یعنی دجّال کی جنت کی سہولیات ونعمتیں خلق کرنے والی جتنی بھی مشینیں وہ طعام کھا یا مشروب پی کر ہی چلتی ہیں۔ جیسے انسان اور ہر جانور کے طعام اور مشروب میں فرق ہے سب ایک

دوسرے سے مختلف کھاتے ہیں درخت کاربن اور آکسیجن کھاتے ہیں اسی طرح دجّال یعنی ٹیکنالوجی جنہیں ہم مشینوں کا نام دیتے ہیں اس کا طعام بجلی ہے اور مشروب زمین کا خون ہے یعنی زمین سے نکالا جانے والا خام تیل جس سے درجنوں اقسام کے تیل اخذ کیے جاتے ہیں۔ٹیکنالوجی ان حاجات کی محتاج ہے لیکن اللہ سبحان وتعالیٰ ایسی تمام حاجات سے پاک ہے۔

ألا! ان الدجال طوله أربعون ذراعاً بالذراع الأول، تحته حمار أقمر، طول كل أذن من أذنيه ثلاثون ذراعاً، ما بين حافر حماره الى الحافر الآخر مسيرة يوم و ليلة، تطوى له الأرض منهلاً، يتناول السحاب بيمينه، ويسبق الشمس الى مغيبها، أمامه جبل دخان، وخلفه جبل أخضر، ينادى بصوت له يسمع به ما بين الخافقين.

خافق. کسی ہوا میں پروں سے اُڑنے والی شئے کا اُڑنا یا نیچے اُترنا۔دونوں میں سے ایک مقام۔

خافقین. کسی بھی ایسی شئے جو پروں سے ہوا میں اُڑتی ہے اس کا زمین سے اوپر اُڑنا اور نیچے اُترنا۔یعنی اس کا اُڑنا اور نیچے اُترنا۔(Take off and landing)

جان لو اس میں کچھ شک نہیں دجال ہوگا اس کی لمبائی چالیس گز ہوگی پہلے گز سے، اس کے نیچے ہوگی بوجھ اٹھا کر چلنے والی چاند جیسی سواری (جیسے چاند زمین کے گرد گھومتا ہے اسی طرح دجّال کا گدھا یعنی بوجھ اٹھا کر چلنے والی سواری بھی زمین کے گرد فضا میں سفر کرے گے)، لمبے ہوں گے اس کے سب کان اس کے کانوں سے تیس گز، اس کے گدھے کے ایک کھر سے دوسرے کھر کے درمیان جو فاصلہ ہوگا وہ دن اور رات کا فاصلہ ہوگا۔ زمین اس کے لیے سکیڑ یعنی لپیٹ دی جائے گی (یعنی سالوں کا سفر دنوں، گھنٹوں اور منٹوں میں طے کرگا تیز رفتاری سے)، اپنے ہاتھ یعنی اپنی قوت سے بادلوں کو چھوئے گا ان سے اوپر نکل جائے گا اور سورج پر سبقت لے جائے گا اس کے چھپنے کی طرف، اس کے آگے دھویں کا پہاڑ اور پیچھے سبز پہاڑ ہوگا۔ چیخے گا آواز کیساتھ اس کی آواز کو سن لیں

گے جو بھی اس کے پروں کیساتھ زمین سے اڑنے کے مقام سے لیکر واپس زمین پر نیچے اُترنے کے مقام کے درمیان آئیں گے یعنی ٹیک آف سے لینڈنگ تک کے درمیان آنے والے سب لوگ اس کی چیخنے کی آواز کو سنیں گے۔

یہ واحد ہوائی جہاز ہی ایسی شئے ہے جس میں یہ تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ ذرا تصور کریں کہ جب ان چیزوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اگر اس وقت کسی نے ان اشیاء کے بارے میں بتانا ہوتا تو کیسے الفاظ میں بتایا جاتا؟ یقیناً ان الفاظ سے بہتر اور کوئی الفاظ نہیں ہو سکتے اس لیے ان الفاظ کا اگر کوئی مصداق ہے تو یہی موجودہ ہوائی جہاز ہیں اور اگر یہ نہیں تو پھر ایسا کچھ بھی نہیں آئے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔ یہ جہاز ہی ہیں جن کے کانوں کی لمبائی اتنی ہی ہوتی ہے۔ اس روایت کے علاوہ مختلف روایات میں کانوں کی لمبائی بھی مختلف آئی ہے کہیں پر ستر گز ہے تو کہیں پر چالیس ہے یا کہیں ان سے بھی کم یا زیادہ کا ذکر ہوا ہے۔ جیسے انسان کے کان کو دیکھا جائے تو ان کی باہر کو نکلی ہوئی لمبائی چند سینٹی میٹر ہوتی ہے۔ بلکہ اسی طرح دجّال کے گدھے کے کان جنہیں پر بھی کہتے ہیں جہاں سے وہ شروع ہوتے ہیں اور ان کے آخری سرے تک اتنی ہی لمبائی بنتی ہے۔

یہ ہوائی جہاز ہی ہیں جو زمین گرد اسی طرح گھومتے ہوئے سفر کرتے ہیں جیسے چاند زمین کے گرد گھومتا ہے۔

یہ ہوائی جہاز ہی ہے کہ جب سفر کرتا ہے تو اتنی تیز رفتاری سے سفر کرتا ہے کہ گویا اس کے لیے زمین سکڑ گئی ہے، اور اس کے علاوہ بھی جتنے بھی دجّال کے سواری کے ذرائع ہیں ان سب کے لیے زمین سکڑ جاتی ہے یعنی ان کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ بہت کم وقت میں زیادہ فاصلہ طے کر لیتے ہیں۔

یہ ہوائی جہاز ہی ہے کہ اس کے ایک کھر یعنی جہاں سے وہ اوپر اُڑتا ہے وہاں سے لیکر دوسرے کھر تک یعنی جہاں وہ واپس نیچے زمین پر اترتا ہے تو دن رات کا فاصلہ ہوتا ہے۔ جیسے کوئی جہاز جاپان سے اڑ کر امریکہ جاتا ہے تو اس کے ایک کھر سے دوسرے کھر کے درمیان دن اور رات کا فاصلہ ہوتا ہے اسی طرح درجنوں روٹس ایسے ہیں کہ جب دجّال کا گدا قدام اٹھاتا ہے تو واپس زمین پر قدم تب رکھتا ہے کہ درمیان میں دن رات گزر جاتا ہے۔

یہی جہاز ہی ہے جو اپنی قوت کیساتھ نہ صرف بادلوں کو چھوتا ہے بلکہ ان سے اوپر نکل جاتا ہے۔ یہ جہاز ہی ہے جو جب اُڑتا ہے تو اس کے سامنے دھویں کا پہاڑ ہوتا ہے جنہوں نے اس میں سفر کیا ہے وہ اس کا بخوبی ادراک کر سکتے ہیں اور اس کے پیچھے سبز پہاڑ ہوتا ہے یعنی زمین کے جو سرسبز پہاڑ ہوتے ہیں۔ آگے بادلوں کے پہاڑ اور آج موجودہ دور میں تو بہت بڑی مقدار

میں فیکٹریوں اور گاڑیوں وغیرہ کالے دھویں سے آسمان بھر چکا ہے یوں سامنے نہ صرف بادلوں کا پہاڑ جو بلکل دھویں کی طرح نظر آتا ہے وہ ہوتا ہے بلکہ سامنے حقیقی دھویں کا پہاڑ ہوتا ہے یعنی غیر معمولی مقدار میں دھواں ہوتا ہے اور پیچھے زمین کے سبز پہاڑ۔

یہ جہاز ہی ہے جو مسلسل چیختا ہے اور اس کے اُڑنے کے مقام سے لیکر واپس نیچے اُترنے تک کے درمیان سب لوگ اس کی گرجدار آواز کو سن لیتے ہیں۔ اس روایت میں بلکل واضع ہے کہ یہ موجودہ جہازوں، ہیلی کاپٹروں وغیرہ کے بارے میں آگاہ کیا گیا ہے۔

تصاویر۔

سامنے دھویں کا پہاڑ۔

پیچھے سبز پہاڑ۔

اپنی قوت کیساتھ بادلوں کو چھوئے گا

بادلوں سے اوپر نکل جائے گا۔

چاند کی طرح زمین کے گرد سفر کرے گا۔

پروں کیساتھ زمین سے اڑنا۔

واپس زمین پر اترے گا۔

ایک کھر سے دوسرے کھر کے درمیان دن رات کا فاصلہ۔

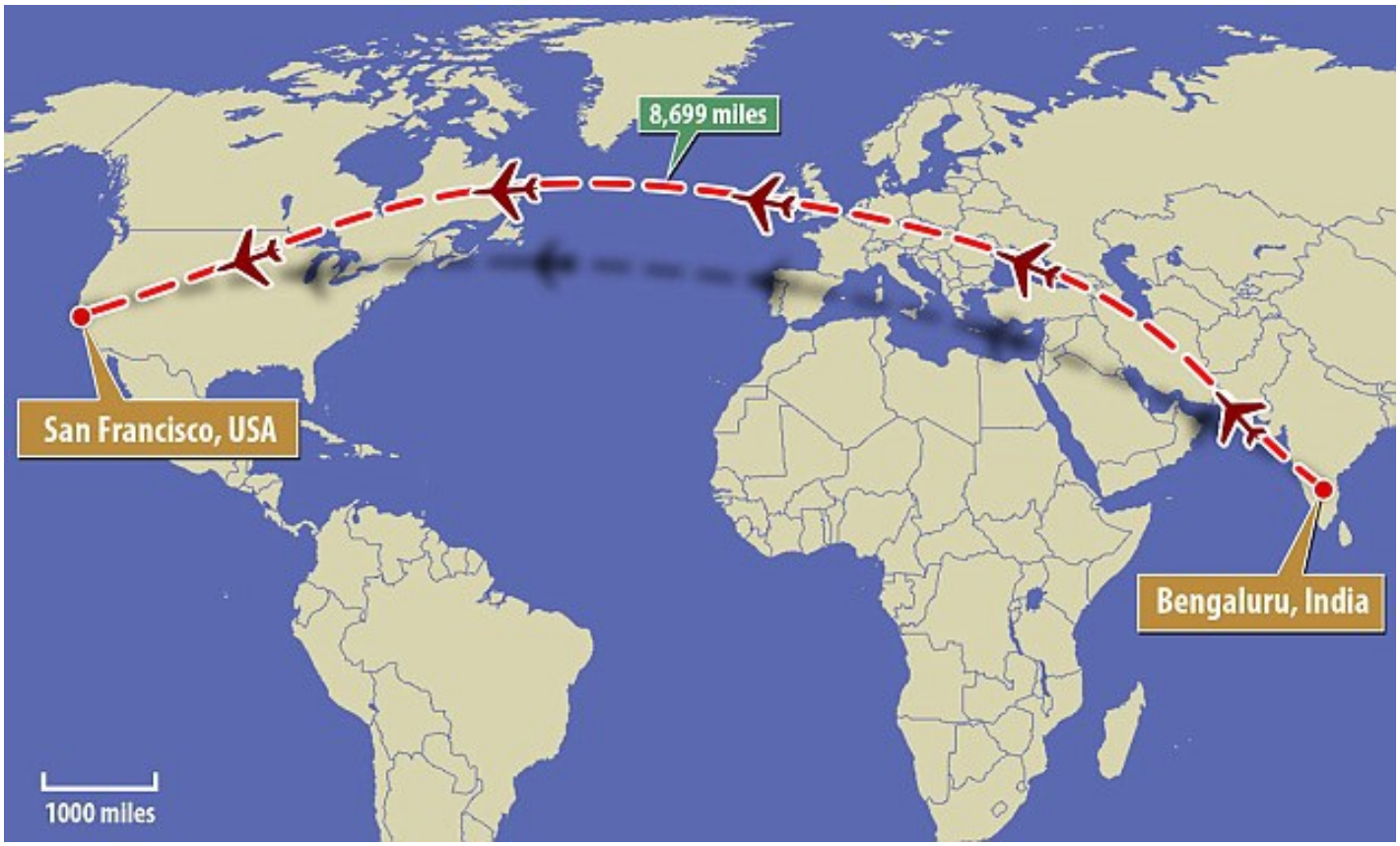

يخوض البحر الى كعبيه.

سمندر میں تیرے گا تو سمندر اس کے ٹخنوں تک ہوگا۔

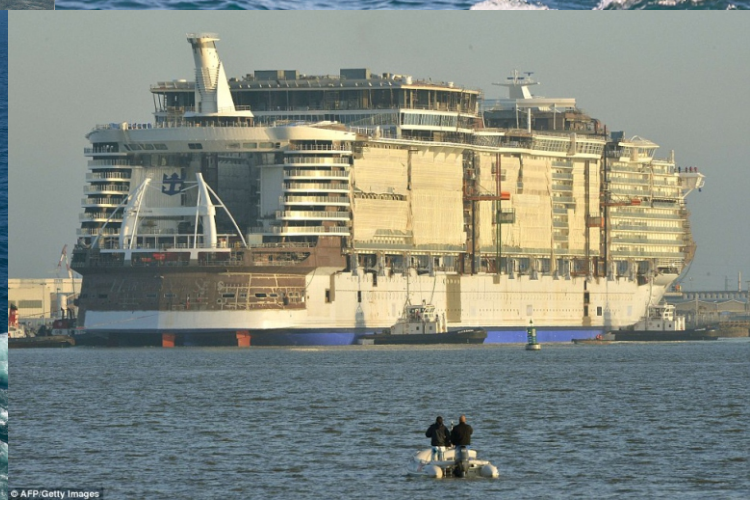

ینادی بصوت له یسمع به ما بین الخافقین، الی أولیائی! الی أولیائی! الی احبائی ! الی احبائی! فأنا الذی خلق فسوی، والذی قدر فهدی، وأنا ربکم الأعلی.

پکارے گا آواز کے ساتھ اس کی آواز سنیں گے جو اس کے اڑنے سے لیکر واپس نیچے زمین پر اترنے کے درمیان ہوں گے۔ کہے گا اے میرے مشن میں میرے معاونین اے میرے مشن میں میرے معاونین میری طرف کھنچے چلے آو میری طرف کھنچے چلے آو۔ پس میں ہی ہوں وہ جس نے تمہیں خلق کیا پس تمہاری جو ضروریات تھیں وہ سب خلق کیا اور میں ہی وہی ہوں جس نے قدر میں کردی راہنمائی یعنی تم دنیا میں کس مقصد کے لیے آو ہو میں ہی ہوں جس نے تم پر وہ مقصد واضع کیا اور میں تمہارا ربّ ہوں سب سے اوپر والا۔

یہی جہاز جب اڑتا ہے تو اڑنے سے لیکر واپس زمین پر اترنے کے درمیان ہر سٹاپ پر آواز لگاتا ہے اعلانات کیے جاتے ہیں فلاں وقت روانگی ہے، گیٹ کھل گیا، جہاز میں سوار ہو جائیے وغیرہ اور اس کے اڑنے سے لیکر نیچے اترنے تک نہ صرف اس کے اندر موجود سب لوگ اس کی آواز سنتے ہیں بلکہ جب یہ سفر کر رہا ہوتا ہے تو اتنی اونچی گرجدار آواز پیدا کرتا ہے کہ اس کے اڑنے سے لیکر واپس زمین پر اترنے کے درمیان آنے والے سب ہی اس کی گرجدار آواز کو سنتے ہیں اور اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہی ٹیکنالوجی ہے جو آج سب کچھ خلق کر رہی ہے حتیٰ کہ انسان جس نطفے سے وجود میں آکر پروان چڑھ رہے ہیں وہ سب کا سب رزق اسی ٹیکنالوجی کا پیدا کردہ ہے۔ اور جب انسانوں سے اسے اپنا ربّ بنایا ہوا ہے تو پھر دنیا میں انسانوں کی اکثریت کو یہ علم ہی نہیں کہ انہیں کس مقصد کے لیے خلق کیا گیا بلکہ ہر ایک کے سامنے یہی مقصد ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دنیا کمائے۔ یہی ٹیکنالوجی حاصل کرے مختلف آسائشوں سہولتوں کے نام پر۔ یوں محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک لفظ سچ کہا جو آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اے اللہ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے آپ نے بلکل سچ کہا۔

بين أذنى حمار الدجال اربعون ذراعاً، وخطوة حماره مسيرة ثلاثة أيام، يخوض البحر على حماره كما يخوض احدكم الساقية على فرسه. نعيم بن حماد

دجّال کے گدھے کے کانوں کے درمیان چالیس گز ہوں گے اوراس کے گدھے کا روٹ ہوگا تین یوم کا فاصلہ، سمندر میں داخل ہوگا اپنی سامان اٹھا کر سفر کرنے والی سواری پر کہا داخل ہوتے ہوا پنے گھوڑے پر سوار ہو کر کھیتوں کو سیراب کرنے والی کھال، نہر میں۔

اس روایت کی وضاحت بھی پچھلی روایت میں گزر چکی۔

اذن حمار الدجال تظل سبعين ألفاً. نعيم بن حماد

دجال کے کانوں کا سایہ ستر ہزار ہوگا۔

صرف ستر ہزار کا ہندسہ آیا ہے ساتھ فٹ یا گز کا لفظ نہیں۔عربی کا اصول ہے جب کسی شئے کے کُل کا ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے تو اسی طرح کہا جاتا ہے جس سے مراد اس سے متعلق سب کے لیے حکم یا بات ہوتی ہے۔اسی اصول کے تحت اس شئے کے اول تا آخر میں جس سطح پر بھی ستر ہزار کا ہندسہ پایا جائے گا وہ سب مراد ہوگا۔اس کے علاوہ پہلے ادوار میں ستر ہزار سے مراد بہت بڑی مقدار یا تعداد مراد ہوتی تھی جیسے آج ہم لاکھوں،،کروڑوں،اربوں یا کھربوں جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

اگر دجال کا گدھا کھڑا ہوگا تو اس کا سایہ ستر ہزار ملی میٹر جو کہ ستر میٹر بنتا ہے ہوگا۔اور پھر جیسے جیسے وہ آسمان میں بلند ہوتا جائے گا سایہ بھی بڑھتا جاتا ہے اور جب وہ سفر کرے گا تو اس کے ایک قدم سے دوسرے قدم کے فاصلے کا سایہ ہزاروں کلومیٹر میں بن جائے گا۔

اسی طرح اگر تو دجّال کا گدھا یعنی سواری کا ذریعہ اگر ایک ہو تو اس کے سائے ستر ہزار نہیں ہو سکتے۔جیسے پیچھے ذکر ہو چکا ہے پہلے ادوار میں عربی میں ستر ہزار سے مراد بہت بڑی تعداد مراد ہوتی تھی جیسے آج ہم لاکھوں،کروڑوں کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔تو دجّال کے گدے یعنی سواری کے ذرائع بھی بہت بڑی تعداد میں ہوں گے جن سے ان کے سائے بھی اسی طرح بڑی تعداد میں ہوں گے

یعنی ہر لحاظ سے یہ روایت ہوائی جہاز پر صادق آتی ہے۔

دجّال کی اتباع کرنے والے یہود کی حقیقت

رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ دجّال کی اتباع کرنے والوں یعنی اسے اپنا ربّ تسلیم کرنے والوں میں اکثریت یہود کی ہوگی۔ اور پھر ہم بے فکر ہو جاتے ہیں اس لیے کہ ہم خود کو مسلمان کہتے ہیں اور یہود تو وہ ہیں جو آج بھی یہودی کہلاتے ہیں۔ اور پھر قرآن میں یہود و نصاریٰ کے بارے میں جتنی بھی آیات ہیں ہم ان سے مراد بھی یہودی اور عیسائی لیتے ہیں لیکن ہم نے کبھی یہ غور نہیں کیا کہ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کن کو کہا ہے۔ جب ہم قرآن میں غور و فکر کریں تو قرآن کی پہلی ہی سورۃ الفاتحہ میں مغضوب اور ضالین کے الفاظ آئیں ہیں اور سب اس پر متفق ہیں کہ مغضوب سے مراد یہود اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ اور سورۃ الفاتحہ کو دن میں کئی بار پڑھتے ہیں اس کے باوجود ہم غور نہیں کرتے۔ کہ اگر ہم نے وہ کچھ کیا جو بنی اسرائیل میں سے لوگوں نے کیا جو یہود کہلائے تو ہم بھی یہود کہلائیں گے اور جو کچھ نصاریٰ نے کیا اور اگر ہم نے بھی وہی کیا تو ہم بھی نصاریٰ کہلائیں گے۔

بنی اسرائیل کو اللہ سبحان وتعالیٰ اس اُمت کے طور پر منتخب کیا جسے دنیا کے انسانوں کے لیے نکالا تھا لیکن جب انہوں نے اپنی ذمہ داری ترک کر دی اور دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گروہوں میں تقسیم ہو گئے تو اللہ سبحان وتعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئے۔ دنیا میں ذلیل و رسوا ہوئے اس کے باوجود وہ آج تک خود کو وہی اُمت سمجھ رہے ہیں جسے اللہ نے دنیا کہ انسانوں کے لیے نکالا یعنی انہوں نے ہی دنیا میں نظام قائم کرنا ہے صرف انہیں ہی دنیا پر حکومت کا حق حاصل ہے وہ طے کریں گے کیا دنیا کے انسانوں کو کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ اس لیے وہ کبھی بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھے اور دنیا میں اپنا نظام اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے کوشش کرتے رہے اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ اور بنی اسرائیل میں سے وہ جنہوں نے اپنی آنکھوں، کانوں اور دلوں کا اس مقصد کے لیے استعمال کرنا ترک کر دیا جس مقصد کے لیے اللہ نے یہ نعمتیں دیں تو وہ رستے سے ہٹ گئے۔ یعنی غور و فکر کرنا چھوڑ دیا تو یہود نے انہیں رستے سے ہٹا کر اپنی نصرت کے لیے استعمال کیا یوں وہ نصاریٰ کہلائے۔

نصرت کرنے والے یعنی مدد کرنے والے۔ گمراہ ہونے والے یہود کے مشن میں ان کی نصرت کرنے والوں کو اللہ نے نصاریٰ قرار دیا۔

آج وہ تمام کے تمام لوگ جو اس ذمہ داری کو ترک کر چکے ہیں جو اللہ نے عائد کی تھی اور یہود کی روش اختیار کی وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوئے یعنی دنیا میں ذلیل ورسوا ہو رہے ہیں وہ سب کے سب یہود اور جو گمراہ ہو کر ان کی نصرت کر رہے ہیں وہ بھی نصاریٰ ہیں۔ آج کے یہود کی بلکل آسان پہچان یہ ہے کہ جو لوگ بنی اسرائیل میں سے جن پر اللہ نے غضب کیا ان کی روش اختیار کیے ہوئے ہیں اور اس کے باوجود وہ خود کو اُمت محمد قرار دیتے ہیں وہ یہود اور جو گمراہی کا شکار ہیں یوں وہ ان کی نصرت کر رہے ہیں یا نصرت کا سبب بن رہے ہیں وہ سب کے سب نصاریٰ ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: ليفرن الناس من الدجال فى الجبال. مسند احمد، مسلم، ترمذی

رسول اللہ ﷺ نے کہا لوگ بھاگ جائیں گے دجال سے پہاڑوں میں۔

اسی کے دہائی سے لیکر آج تک ہم یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جن کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوتا ہے وہ پہاڑوں میں بھاگ گیا اور وجہ صرف اور صرف یہی موجودہ ٹیکنالوجی اور اس سے دنیا میں جو فساد ہو چکا ہے۔ شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ ابن مریم نے ایسے لوگوں کی قیادت کی اور انہیں لیکر طور پر یعنی اس وقت دنیا میں فطرت پر جو کہ پہاڑ ہیں وہاں محصور ہو گئے۔ شیخ اسامہ بن لادن ابن مریم رحمہ اللہ اس ٹیکنالوجی سے سخت نفرت کرتے تھے اور مومنوں کو اس سے بچنے کی بھرپور تلقین کرتے اور خود انہوں نے اپنی ساری زندگی مالودولت ہونے کے باوجود ایسے گزار دی جیسے وہ آج سے چودہ سو سال پہلے کی دنیا میں موجود ہوں۔ ان کی زندگی انتہائی فطرت پر تھی۔ وہ ہر حد تک ان مصنوعی اشیاء کے استعمال سے بچتے کیونکہ شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ ابن مریم کو اس کا ادراک تھا کہ یہ سب دجّال ہے اگر یہ سب اختیار کیا تو اللہ کی بجائے دجّال کے ربّ ہونے پر اپنے عمل سے ایمان لے آئے۔

رسول الله ﷺ قال: من سمع بالدجال فلينأ عنه، فوالله ان الرجل

ليأتيه وهو يحسب أنه مؤمن فيتبعه مما يبعث به من الشبهات. ابو داؤد، مسند احمد، حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا جو سنے دجال کے بارے میں پس وہ اس سے دور بھاگ جائے، پس اللہ کی قسم اس میں کچھ شک نہیں کہ شخص اس کے پاس آئے گا اور وہ سمجھ رہا ہوگا کہ وہ مؤمن ہے پس اس کی اتباع کرے گا اس سے جو بعث کیا گیا اس کیساتھ شبہات سے۔

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے شبہات سے بچنے کی تلقین کی۔ شبہات انہیں کہتے ہیں جو نہ ہی واضع حلال اور نہ ہی واضع حرام ہوں یعنی درمیان کی اشیاء جن کے بارے میں علم نہ دیا گیا ہوا۔ اور دجّال کھڑا کیا جائے گا شبہات سے یعنی ایسی اشیاء جن کے بارے میں انسانوں کے پاس علم نہیں ہوگا اور وہ ہوں گی تو حرام لیکن ان پر حلال کا لبادہ چڑھا کر پیش کیا جائے گا۔ یوں انسان ان اشیاء کے دجل کا شکار ہو کر اللہ کا کفر کرے گا اور دجّال کو ربّ بنا لے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ وہ یہ گمان کرے گا کہ وہ مؤمن ہے حالانکہ حقیقت یہ ہوگی کہ وہ دجّال کی اتباع کر رہا ہوگا یعنی دجّال کو رب بنا چکا ہوگا وہ مؤمن نہیں ہوگا۔ مؤمن کہتے ہیں ایمان لا کر عمل کرنے والے کو کہ جو بھی اللہ نے حکم دیا اس پر عمل کرنے والا۔ اور انسان ایسے ہوں گے کہ وہ گمان تو کریں گے کہ وہ مؤمن ہیں یعنی وہ وہی کر رہے ہیں جس کا اللہ نے حکم دیا لیکن ایسا نہیں ہوگا وہ دجّال کی اتباع یعنی دجّال کے پیچھے پڑے ہوں گے۔ جیسے مثال کے طور پر اللہ نے مرغی حلال کی تھی لیکن ساتھ اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہ شرط بھی عائد کر دی کے حلال طیب بھی ہونا چاہیے۔ اگر کوئی شئے حلال ہے مگر طیب نہیں تو پھر وہ حلال نہیں بلکل حرام ہو جائے گی اور آج کیا کیا جا رہا ہے کہ اکثریت آج مرغی کھا رہی ہے اور مؤمن ہونے کا دعویٰ کرتی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ مرغی جو اللہ نے حلال کی طیب کی شرط پر وہ آج طیب ہے ہی نہیں اور نہ ہی وہ اللہ کی خلق کردہ ہے بلکہ وہ تو ٹیکنالوجی سے خلق کردہ اور اسی سے پروان چڑھائی گئی۔ تو ایسے لوگ خود کو مؤمن تو سمجھتے ہیں لیکن اتباع دجّال کی کر رہے ہیں۔ بلکل یہی مثال کسی بھی معاملے میں لے لیں تو حق کھل کر واضع ہو جائے گا۔ کہ جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے جو کچھ بھی استعمال کیا جا رہا ہے آیا وہ فطرت پر ہے۔ آیا اس کا خالق اللہ ہے یا کوئی اور یا پھر اس کی تخلیق میں اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کیا گیا جیسے کہ آج سب کچھ میں کیا جا رہا ہے۔ اللہ کی ہر خلق میں مداخلت کی جا رہی ہے۔

دجّال کے امام

قال رسول الله ﷺ : ان امام الدجال سنين خداعة، يكذب فيها الصادق، ويصدق فيها الكاذب، ويخون فيها الامين، ويؤتمن فيها الخائن، ويتكلم فيها الروبيضة. قيل: وما الروبيضة؟ قال : الفويسق يتكلم فى امر العامة. مسند احمد

کہا رسول اللہ ﷺ نے اس میں کچھ شک نہیں کہ دھوکے کے سال دجال کے امام ہوں گے، ان میں جھوٹا سچا ہوگا اور سچا جھوٹا ہوگا، خیانت کرنے والے امین اور امانت کا حق ادا کرنے والے خیانت دار، بولیں گے ان میں روبیضۃ۔ پوچھا گیا اور کیا ہیں روبیضہ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا بات کو بدلنے والے، بات میں جھوٹ کی ملاوٹ کرنے والے سچ کو بدلنے والے بولیں گے دخل اندازی کریں گے عوام الناس کے معاملات میں۔

قال رسول الله ﷺ : تكون أمام الدجال سنون خداعة، يكثر فيها المطر ويقل النبت، ويكذب فيها الصادق و يصدق فيها الكاذب، ويؤتمن الخائن ويخون فيها الأمين، وينطق فيها الروبيضة، قيل: يا

رسول الله ﷺ وما الروبيضة؟ قال: من لا يوبه له. طبرانی

يوبه. پرواہ، ذمہ داری کا احساس، ذمہ دار ہونا، سنجیدگی وغیرہ۔

کہا رسول اللہ ﷺ نے دھوکے کے سال دجال کے امام ہوں گے، ان میں بارش کثرت سے ہوگی لیکن پیداوار کم سے کم ہوں گی، جھوٹا اس میں سچا ہوگا اور سچا اس میں جھوٹا، امانت کا حق ادا کرنے والا خائن اور امانت میں خیانت کرنے والا امین ہوگا، اور بولیں گے اس میں روبیضۃ، پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ اور یہ روبیضہ کون ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا روبیضہ وہ ہوگا جس کو ذمہ داری کا احساس نہیں ہوگا غیر سنجیدہ، بے پرواہ، غیر ذمہ دار جو بغیر سوچے سمجھے بات کرے گا کہ اس کی وجہ سے خواہ کتنی ہی تباہی کیوں نہ آجائے اسے کوئی فکر، پرواہ نہیں ہوگی۔

النبی ﷺ قال: سياتی على الناس سنوات خداعات يصدق فيها الكاذب، ويكذب فيها الصادق، ويؤتمن الخائن ويخون فيها الأمين، وينطق فيها الروبيضة، قيل: يا رسول الله ﷺ وما الروبيضة؟ قال: الرجل التافه ينطق فی امر العامة. الأمالی الخميسية للشجری

التافه. بے وقعت، لالچی، کمینہ، بے بنیاد، احمق، کمتر، فضول، بے کار، مضحکہ خیز، نیچ، ذلیل، برا، سستا وغیرہ۔

نبی ﷺ نے کہا آئیں گے لوگوں پر دھوکے کے سال، جھوٹا اس میں سچا ہوگا اور سچا اس میں جھوٹا، امانت کا حق ادا کرنے والا خائن اور امانت میں خیانت کرنے والا امین ہوگا، اور بولیں گے اس میں روبیضۃ، پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ اور یہ روبیضہ کون ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا بے وقعت، لالچی، کمینہ، بے بنیاد، احمق، کمتر، فضول، بے کار، مضحکہ خیز، نیچ، ذلیل، برا، سستا وغیرہ شخص ہوگا جو بولے گا دخل

اندازی کرے گا عوام الناس کے معاملات میں۔

روایات میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق آج یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ امانت کہتے ہیں حکمرانی کی ذمہ داری پوری کرنے کو جیسا کہ پورا کرنے کا حق ہے۔ اور آج ہم دیکھ سکتے ہیں پوری دنیا میں خائن حکمران مسلط ہیں، آج سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا بنا کر پیش کیا جاتا اور سمجھا جاتا ہے، بارشیں پوری دنیا میں کثرت سے ہوتی ہیں جن کی وجہ سے آئے روز سیلاب آتے ہیں لیکن ان بارشوں کا فائدے کی بجائے نقصان ہوتا ہے بارشیں تو کثرت سے ہو رہی ہیں لیکن ان بارشوں سے پیداوار نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ بارشوں کا نظام ہی درہم برہم ہو چکا ہے۔ رویبضہ آج عوام الناس کے معاملات میں بول رہے ہیں جنہیں ہم کسی بھی ٹی وی چینل یا میڈیا پر دیکھ سکتے ہیں پوری دنیا کے میڈیا میں ایسے لوگوں کی بھرمار ہے جو سچ میں جھوٹ کی ملاوٹ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں انتہائی غیر ذمہ داری کر مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں کہ جتنی جی چاہے تباہی آئے انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں اور ایسے تمام کے تمام لوگ لالچی، کمینے، شہرت کے بھوکے، بے وقعت، جاہل، فضول، فاسق و فاجر انسان ہیں۔ ایسے دھوکے سے بھرپور سالوں کو رسول اللہ ﷺ نے دجّال کے امام قرار دیا۔ ایسے تمام روایات میں امام الدجال کے معنی دجال سے پہلے دھوکے کے سال مراد لیے جاتے ہیں جو کہ بہت بڑا دھوکا اور فراڈ ہے۔ پہلے کے لیے عربی میں لفظ قبل استعمال ہوتا ہے نہ کہ امام۔ امام عربی میں کہتے ہیں جو آگے ہوتا ہے۔ جو لیڈ کرتا ہے۔

مثال کے طور پر ٹرین کی ہی مثال لے لیجئے ٹرین کا انجن باقی ڈبوں کا امام کہلائے گا کیونکہ وہ ان سب سے آگے آگے چلتا ہے۔ اور امام کو رسول اللہ ﷺ نے ڈھال قرار دیا۔ ڈھال ایسی شئے کو کہتے ہیں جس کی آڑ لے لی جائے جیسے پہلے ادوار میں لوہے کا ایک تھال ہوتا تھا جو دوران جنگ استعمال کیا جاتا تھا دشمن کا وار روکنے کے لیے اور اس کی آڑ میں دشمن سے لڑا جاتا تھا۔ جیسے درج ذیل روایت میں رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی بات کو واضح کر دیا۔

النبی ﷺ قال: انما الامام جنة، یقاتل من ورائه و یتقی به. مسلم

نبی ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں امام ڈھال ہے لڑا جاتا ہے اس کے پیچھے سے اور بچا جاتا ہے اس سے۔

ایسے دھوکے سے بھرپور سال دجّال کے امام ہوں گے یعنی ایسے سال دجّال کو لیڈ کر رہے ہوں گے دجّال ایسے سالوں کی آڑ لیے ہوئے ہوگا۔ اسی ڈھال یعنی دھوکے سے بھرپور سالوں کی وجہ سے کوئی بھی دجّال کو سمجھنے اور پہچاننے سے قاصر رہے ہیں۔ درحقیقت یہ رویضہ جن کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے جیسے کہ میڈیا اینکرز، صحافی وغیرہ یہ سب دجّال کی امامت کر رہے ہیں دجّال ان کی آڑ لیے ہوئے ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دجّال کو مسیحا بنا بنا کر پیش کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے لفظ امام الدجال کا استعمال کر کے واضح کر دیا کہ انہیں سالوں میں دجّال موجود ہوگا نہ کہ ایسے سالوں کے بعد دجّال آئے گا۔ آج یہ وہی دھوکے سے بھرپور سال ہیں جو دجّال کے امام ہیں اور دجّال یعنی ٹیکنالوجی ان کی آڑ میں پوری دنیا کے انسانوں کا ربّ بنا ہوئی ہے۔ یہ میڈیا ٹیکنالوجی کو مسیحا بنا کر پیش کرتا ہے اس کا صرف ایک ہی رُخ دیکھاتا ہے جو دیکھنے میں بہت مزین ہے لیکن اس کا دوسرا رُخ کوئی بھی نہیں دیکھاتا سب چھپا دیتے ہیں جس کی وجہ سے آج انسانوں کی اکثریت دجّال کو پہچاننے سے قاصر ہے اور دجّال یعنی ٹیکنالوجی کو اپنا ربّ بنائے ہوئے ہے۔

اور وہ ابن مریم جو دجال کا باب لد سے قتل کرے گا وہ یہی دجّال کا قتل ہوگا کہ وہ شخصیت ٹیکنالوجی پر پڑے دجّل کو ایسے علمی دلائل کے ساتھ چاک کرے گا کہ کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں رہے گا اور کوئی بھی ان دلائل کے سامنے بے بس ہو جائے گا اور تسلیم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا یوں ٹیکنالوجی پر پڑا دجل کا پردہ چاک ہو کر دجّال کا قتل ہو جائے گا اور لوگوں پر ٹیکنالوجی کی حقیقت کھل کر واضح ہو جائے گی کہ یہ مسیحا نہیں بلکہ یہ تو فساد کی جڑ ہے۔

دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو دنیا میں علماء کے نام پر مشہور ہیں لیکن درحقیقت وہ آسمانوں کے نیچے بدترین مخلوق ہیں۔ دجال کی امامت کا فریضہ سب سے احسن طریقے سے یہ لوگ انجام دے رہے ہیں۔ علماء نامی یہ طبقہ دجال کے لیے ڈھال بنا ہوا ہے اگر کوئی غور و فکر کرے بھی تو اس پر فتوے لگانا شروع ہو جاتے ہیں اس لیے کہ کسی پر دجال کی حقیقت نہ کھل جائے اس لیے یہ لوگ دجال کی سب سے بڑی اور مضبوط ڈھال ہیں۔ انہوں نے دجال پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ کوئی دجال کو پہچان ہی نہ پائے۔ آج دنیا میں آپ کو کوئی ایک بھی ایسا شخص نہیں ملے گا جو شیخ، عالم، فاضل، علامہ وغیرہ کے نام سے مشہور ہے لیکن اس دین کی رائی کی بھی سمجھ ہو۔ اسے یہ تک علم نہیں کہ دنیا میں انسان کو ایک محدود مدت تک کے لیے بھیجا جانے کا مقصد کیا ہے اور وہ مقصد پورا کیسے ہوگا۔ بڑے بڑے دعوؤں کے باوجود کسی کو لا الٰہ الا اللہ تک کا علم نہیں یہ صرف زبان کے الفاظ بنا دیئے۔ کسی کو صلاۃ کا ہی علم نہیں۔ کسی کو زکاۃ، صوم اور حج کا بھی علم نہیں یہ سب پوجا پرستش بنا دیا حالانکہ اللہ سبحان ہے۔ پوجا پرستش بے مقصد ہوتی ہے اللہ کوئی بھی ایسا حکم نہیں دیتا جو بے مقصد ہو اور اللہ پوجا، پرستش سے پاک ہے۔ یہ علماء نامی طبقہ ہر اس شخص سے دشمنی کرے گا جو ان کے رب دجال کا پردہ چاک کرے گا۔

دجّال مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہونا

مدینہ سے مراد کیا ہے یا مدینہ کسے کہتے ہیں؟

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ . الذاریات ۴۹

اور ہر شئے سے خلق کیا ہم نے اس کا جوڑا

اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں سورت الذاریات کی اس آیت میں کہا کہ ہم نے ہر شئے سے اس کا جوڑا خلق کیا۔اس قانون کے مطابق لفظ ''مدینہ'' کا بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے جوڑا بنایا۔جو کہ اس کی ضد ''قریہ'' ہے۔

لفظ ''مدینة'' کو پہلے سمجھ لیتے ہیں کہ لفظ مدینہ بنا کیسے۔اس میں اصل لفظ ''دین'' ہے۔لفظ ''دین'' کے شروع میں ''م'' اور آخر میں ساکت ''ة'' یا ''ہ'' دونوں کے معنی ایک ہی ہیں کے استعمال سے لفظ ''دین، مدینة یا مدینه'' میں تبدیل ہوگیا۔

عربی میں حرف ''م'' موجودگی ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور حرف ''ہ'' کسی کی طرف اشارے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

لفظ ''دین'' کے شروع میں ''م'' آجانے سے معنی بن جاتے ہیں کہ دین موجود ہے۔دین کی موجودگی کیسے ہوگی اسے ہم قرآن سے سمجھ لیتے ہیں۔

ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔یوسف ۴۰

یہ دین قائم کرنے والا ہے اور لیکن انسانوں کی اکثریت اس کا علم نہیں۔

دین اسلام کی موجودگی اس کا قائم ہونا ہے۔تو لفظ ''دین کے شروع میں ''م'' دین کی موجودگی یعنی دین کے قائم ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ دین قائم ہے۔اور ''ہ'' اس مقام کی طرف اشارہ کرتا ہے جہاں پر دین قائم ہو۔

''مدینہ'' کے معنی ہیں کہ وہ مقام جہاں پر اللہ کا دین قائم ہو۔اور اس کا جوڑا جو کہ قرآن میں اس کی ضد کے طور پر اللہ سبحان وتعالیٰ نے استعمال کیا ہے وہ ہے۔ ''قریة یا قریه''

''قریه'' کا ماده ''قر'' ہے۔جس کے معنی ایک شئے پر کسی دوسرے شئے کے ٹکرانے سے ردعمل کے طور پر بلند ہونے والی آواز کو کہتے ہیں۔عربی میں دروازے پر دستک دینے کو بھی ''قر'' کہتے ہیں۔ اسی سے لفظ ''قریہ'' بنا ہے،اسی سے ''اقرا'' اور اسی سے قرات'' بھی بنا ہے۔

اقرا۔انسان کے سامنے کتاب پڑھی ہوتی ہے یا کچھ لکھا ہوتا ہے انسان کی نظر اس پر ٹکراتی ہے اور ردعمل کی صورت میں حلق سے آواز پیدا ہوتی ہے جسے اقرا کہتے ہیں اور اس آواز کو قرات کہتے ہیں۔

''قریہ'' کہتے ہیں کسی ایسے گاؤں،شہر،بستی،علاقے یا خطے کو جو اللہ کے کلام یعنی اللہ کے احکامات کے سامنے اپنی آواز بلند کریں۔یعنی اگر اللہ کسی کام کے کرنے کا حکم دے رہے ہیں تو وہ اس کے ردعمل میں نہ صرف انکار کر دیں بلکہ اللہ کے مقابلے پر اپنی آواز بلند کریں کہ نہیں ہم تو وہ کریں گے جو ہم چاہتے ہیں۔لفظ ''قریہ'' میں ''ہ'' اس طرف اشارہ کرتا ہے جہاں کے رہنے والے اللہ کے مقابلے پر اپنی آواز بلند کرتے ہیں۔

اللہ کے مقابلے پر اپنی آواز بلند کرنے والے گاؤں،شہر،بستی،علاقے یا خطے کو قریہ کہتے ہیں۔یا اس سے بھی آسان ترین معنی یہ ہیں کہ جہاں اللہ کا دین قائم نہ ہو اسے ''قریہ'' کہتے ہیں۔

روایات میں دجال کے مدینہ میں نہ داخل ہونے سے مراد سعودی عرب کے شہر یثرب کو لیا جاتا ہے کہ دجال سعودی عرب کے شہر ''بلد'' یثرب میں داخل نہیں ہو پائے گا کیونکہ وہ مدینہ ہے۔یہ بلکل غلط تصور ہے اس کا حقیقت سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔

جسے آج مدینہ کہا اور سمجھا جاتا ہے اس کا نام یثرب ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ مدینہ ہے یا قریہ تو اس کا جواب بھی بلکل واضع ہے۔اگر تو وہاں اللہ کا دین قائم ہے تو وہ مدینہ کہلائے گا۔اور اگر وہاں اللہ کا دین قائم نہیں ہے تو وہ مدینہ نہیں بلکہ قریہ ہے۔

یثرب کو مدینہ کب کہا گیا؟

رسول اللہ ﷺ کی مکہ سے یثرب کی طرف ہجرت کے بعد یثرب کو مدینہ کہا گیا۔

یثرب کو مدینہ کیوں کہا گیا؟

رسول اللہ ﷺ کی مکہ سے یثرب ہجرت سے پہلے یثرب میں اللہ کا دین قائم نہیں تھا اس لیے اس وقت یثرب، قریہ تھا لیکن جب محمد رسول اللہ ﷺ نے یثرب کی طرف ہجرت کی تو وہاں اللہ کا دین قائم کر دیا جس وجہ سے یثرب کو مدینہ کہا گیا۔لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اس کا نام تبدیل کر دیا گیا بلکہ نام اس کا وہی تھا جو پہلے تھا یعنی یثرب۔اور تب تک رہے گا جب تک کہ اس کا نام تبدیل نہ کر دیا جائے۔

مدینہ یا قریہ یہ نام نہیں ہے بلکہ اسے ہم ایک مثال سے سمجھ سکتے ہیں۔

مثلاً آپ کا ایک بیٹا ہو جس کا نام عمران ہو۔اب اگر تو وہ اللہ کی غلامی کرے گا تو وہ مومن یا مسلم کہلائے گا اور اگر وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی غلامی کرے گا تو وہ مومن یا مسلم نہیں بلکہ مشرک و کافر کہلائے گا۔یعنی ایک انسان جس کا نام عمران ہے اگر تو وہ اللہ کے دین پر قائم ہے تو وہ مومن یا مسلم کہلائے گا اور اگر وہ اللہ کے دین پر قائم نہیں تو وہ مشرک و کافر کہلائے گا۔اب مسلم و مومن یا مشرک و کافر کسی کی کنیت یعنی نام نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے بلکہ یہ اس کا کردار ہے۔

بلکل اسی طرح زمین میں مجموعی سطح پر جہاں اللہ کا دین قائم ہوگا اس خطے کا نام جو بھی ہو وہ مدینہ کہلائے گا اور اگر وہاں اللہ کا دین قائم نہیں ہے تو وہ قریہ کہلائے گا۔خواہ اس خطے کا کوئی بھی نام ہو۔اور نام اس کا جو ہوگا وہی رہے گا یہاں تک کہ تبدیل نہ کر دیا جائے لیکن قریہ یا مدینہ اس کا نام نہیں ہوگا۔یہ صرف اور صرف صفت ہوگی جب تک اس میں پائی جائے گی۔اس کے علاوہ کسی بھی بستی کو مدینہ اس وقت کہا جا سکتا ہے جس کے رہنے والے مومن ہوں اور وہاں اللہ کے دین کا قیام چاہتے ہوں مگر اس میں ایسے حکمران طاقت کے بل پر مسلط ہو جائیں جو اللہ کے ساتھ کفر کرنے والے ہوں۔

اس کے باوجود اگر کوئی بضد رہے کہ نہیں مدینہ صرف اور صرف یثرب ہی ہے جو سعودی عرب میں ہے۔تو پھر لاتعداد سوالات پیدا ہوتے ہیں۔مثلاً قرآن میں مجموعی طور پر ۱۴ مقامات پر لفظ ''مدینہ'' کا استعمال ہوا۔

ا۔الاعراف، آیت ۱۲۳

۲۔التوبہ، آیت ۱۱۰

۳۔ التوبہ، آیت ۱۲۰

۴۔ یوسف، آیت ۳۰

۵۔ الحجر، آیت ۶۷

۶۔ الکہف، آیت ۱۹

۷۔ الکہف، آیت ۸۲

۸۔ النمل، آیت ۴۸

۹۔ القصص، آیت ۱۵

۱۰۔ القصص، آیت ۱۸

۱۱۔ القصص، آیت ۲۰

۱۲۔ الاحزاب، آیت ۶۰

۱۳۔ یٰسین، آیت ۲۰

۱۴۔ المنافقون، آیت ۸

ویسے تو ہم ان چودہ کے چودہ مقامات پر بات کر سکتے ہیں لیکن اس سے ایک تو موضع وسیع ہو جائے گا اور دوسری بات یہ کہ سب مقامات پر بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔اس لیے ہم صرف ان چند مقامات پر بات کریں گے جو نہ صرف ہمارے موضوع کا احاطہ کریں بلکہ حق بلکل کھل کر واضع ہو جائے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ . الاعراف ۱۲۳

کہا فرعون نے تم ایمان لے آئے اس کے ساتھ اس سے پہلے کہ میں حکم کرتا تمہارے لیے،اس میں کچھ شک نہیں یہ تو چال ہے جو تم نے چال چلی ہے مدینہ میں نکالنے کے لیے اس سے اس کے رہنے والوں کو،پس جلد ہی میں تم

اپنے اس کیے کا جان لو گے۔

اس آیت میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے لفظ مدینہ کا بلکل واضع ذکر کیا ہے۔لفظ مدینہ کا استعمال فرعون نے اپنی زبان سے نہیں ادا کیا تھا یہ تو اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں استعمال کیا ہے اور اس کے استعمال کا مقصد یہ ہے کہ جب فرعون نے یہ الفاظ ادا کیے تھے کہ تب مصر قریہ نہیں بلکہ مدینہ بن چکا تھا۔اہل مصر موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے دیئے گئے معجزات کا مشاہدہ کرنے سے ہی ایمان لا چکے تھے لیکن فرعون کے سامنے کسی نے اس کا اقرار نہیں کیا تھا اور جب جادوگروں نے حق کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو ان کے دلوں نے حق کی تصدیق کی اور وہ ایمان لے آئے جس پر فرعون نے انہیں ان کے انجام کی خبر سنائی لیکن حقیقت یہ تھی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ لفظ مدینہ کا استعمال کر کے یہ واضع کر رہے ہیں کہ مصر قریہ سے مدینہ بن چکا تھا جس وجہ سے آل فرعون جو کہ کافر تھے اس کا حصہ نہیں رہے تھے اور آل فرعون پر اللہ کا عذاب یعنی جو کچھ فساد انہوں نے کیا تھا اس کی وجہ سے عذاب آنے ہی والا تھا لیکن انہیں اس کا ادراک نہیں تھا۔یہ اللہ کا قانون ہے کہ مدینہ میں کوئی منافق و کافر نہیں رہ سکتا اس لیے آل فرعون کو بھی مدینہ سے نکال کر غرق کر دیا گیا۔

بہر حال آیت میں لفظ مدینہ کا استعمال ہوا ہے جو کہ ہم جانتے ہیں کہ اس مدینہ سے مراد مصر ہے جہاں آل فرعون کی حکومت تھی۔نہ کہ حجاز کا شہر جس کا نام یثرب ہے اور ہم اسے مدینہ قرار دینے پر بضد ہیں حالانکہ وہ قریہ ہے۔اگر تو مدینہ سے مراد یثرب ہی ہے تو پھر یہ کون سا مدینہ تھا جس کا اس آیت میں ذکر ہے؟

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ . یوسف ۳۰

اور کہا عورتوں نے مدینہ میں عزیز (اعلیٰ حکومتی عہدیدار) کی عورت اپنے نفس سے بہکانا چاہتی ہے اپنے نوجوان کو، تحقیق اس کی محبت نے اسے شدید اثر انداز کیا ہے۔اس میں کچھ شک نہیں ہم دیکھتی ہیں اسے کھلم کھلا رستے سے بھٹکی ہوئی۔

یہ سورت یوسف کی آیت ہے۔اس آیت میں بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے لفظ مدینہ کا استعمال کیا ہے۔لفظ مدینہ کا استعمال کر کے اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہ واضع کر دیا کہ اس وقت مصر میں اللہ کا دین قائم تھا۔اور اہل مصر ایمان والوں کا خطہ تھا نہ کہ مشرکین و کفار کا۔اس وقت مصر کے حاکم مومن تھے۔جس سے ان لوگوں کے یوسف علیہ السلام پر لگائے جانے والے الزامات کی بھی قرآن نے تردید کر دی جو یہ کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے ایک کافر حکومت میں خود کہہ کر وزارت حاصل کی۔جو کہ نہ صرف اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام پر بہتان عظیم ہے بلکہ اللہ سبحان وتعالیٰ پر بھی بہتان عظیم۔کہ ایک طرف قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس نے کو نبی نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہی وحی کی کہ نہیں کوئی غلام کے لائق مگر اللہ ''لا الہ الا اللہ'' اور دوسری طرف اللہ کے نبی خود ہی ایک ایسی حکومت میں وزارت حاصل کرتے ہیں جو حکومت اللہ کے بجائے شیطان کی غلام ہے۔نعوذ باللہ۔

بہر حال جب ہم نے لفظ مدینہ کو سمجھ لیا تو ہم پر دین کے لاتعداد معاملات کھل کر واضع ہو جاتے ہیں۔اور اگر ہم پھر بھی اس پر بضد رہیں کہ نہیں حجاز کا شہر یثرب ہی مدینہ ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یوسف علیہ السلام کیساتھ یہ واقعہ اسی مدینہ میں پیش آیا جو حجاز میں ہے؟

پھر اسی طرح اس آیت میں بھی دیکھ لیں۔

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا. الکھف ۱۹

اور اسی طرح بعث کیا ہم نے انہیں سوال کرنے کے لیے ان کے درمیان، کہا ان میں سے ایک نے پوچھا تم کتنا ٹھہرے، انہوں نے جواب دیا ہم ٹھہرے ایک یوم یا ایک یوم کا کچھ۔انہوں نے جواب دیا تمہارا رب علم رکھتا ہے ساتھ جو تم ٹھہرے۔پس بھیجو تم میں سے ایک کو کاغذ کے نوٹ کیساتھ اس مدینہ کی طرف پس دیکھے ہے کوئی صاف

ستھرا پاکیزہ کھانا، پس لادے تمہیں اس میں سے رزق اور انتہائی محتاط رہے اور نہ ہی کسی کو آگاہ کرے تم میں سے کسی ایک کے بھی متعلق۔

اس آیت میں اصحاب الکہف کے بارے میں بیان کیا گیا ہے اور اس آیت میں بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے لفظ مدینہ کا استعمال کیا ہے۔اصحاب الکہف نے نہیں کہا کہ کاغذ کی کرنسی کیساتھ ایک کو مدینہ میں بھیجو۔ بلکہ یہ تو اللہ سبحان وتعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے کہا یعنی یہ تو قرآن کے الفاظ ہیں۔ان کے الفاظ کیا تھے اس کا اندازہ آیت کے آخری حصے اور آگلی آیت سے بھی ہو جاتا ہے۔اصحاب الکہف نے کہا تھا کہ قریہ کی طرف بھیجو کیونکہ وہ قریہ سے ہی تو فرار ہوئے تھے اور اگر قریہ نہ سمجھ رہے ہوتے تو یہ الفاظ استعمال نہ کرتے کہ پاکیزہ کھانا دیکھے اور نہ ہی محتاط رہنے کا کوئی جواز تھا۔

مدینہ کا لفظ اللہ سبحان وتعالیٰ نے استعمال کیا۔اصحاب الکہف کو تو اس بات کا اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ کتنی مدت ٹھہرے ان کا تو یہی گمان تھا کہ حسب سابق جیسے رات کو سوتے ہیں اسی طرح دن کو سو گئے جو زیادہ سے زیادہ ایک یا ایک دن سے بھی کم وقت تھا لیکن قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ یہ بتا رہے ہیں کہ وہ تین سو نو سال رہے اس دوران قریہ مدینہ میں تبدیل ہو چکیں تھیں۔یعنی اللہ کا دین قائم ہو چکا تھا۔

بہر حال اس کی تفاصیل تو سورت الکہف کی تفسیر میں ہی آئیں گی لیکن جو بات ہمارے موضوع سے تعلق رکھتی ہے وہ یہ کہ اس آیت میں بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے لفظ مدینہ کا استعمال کیا۔اگر مدینہ سے مراد حجاز کا شہر یثرب ہی ہے تو کیا اصحاب الکہف کا واقعہ بھی حجاز موجودہ سعودی عرب کی قریہ یثرب جس کو مدینہ کہنے پر بضد ہیں میں پیش آیا تھا؟

کیونکہ اگر مدینہ سے مراد حجاز کی بستی یثرب ہی ہے تو پھر اس کا مطلب ہے کہ اصحاب الکہف کا واقعہ بھی وہیں پیش آیا؟

لیکن جب کہ الحمدللہ شروع میں ہی تفصیل سے واضح ہو چکا کہ مدینہ کے معنی کیا ہے اس لیے حق بلکل واضح ہے اور اگر ہم علم کی بجائے قیاس سے کام لیں گے تو پورے کا پورا دین ہی بدل جائے گا۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا . الکھف ۸۲

اور جو دیوار پس تھی دو یتیم لڑکوں کی مدینہ میں اور تھا اس کے نیچے خزانہ ان کے لیے اور تھا ان کا باپ اصلاح کرنے والا۔

یہ سورت الکہف میں موسیٰ علیہ السلام اور اللہ کے ایک غلام کا واقعہ ہے جس میں وہ ایک قریہ میں دیوار کو دوبارہ تعمیر کرتے ہیں کیونکہ وہ گرنے والی ہوتی ہے۔ اللہ کے غلام نے ایسا کیوں کیا اس کی تاویل انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو بتائی۔ سورت الکہف میں یہ واقعہ بھی انتہائی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے اس میں اللہ سبحان وتعالیٰ کے بہت سے راز پوشیدہ ہیں جس پر بات اسی سورت کی تفسیر میں ہی ہوگی لیکن جو ہمارا موضوع ہے وہ یہ کہ اس آیت میں بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے لفظ مدینہ کا استعمال کیا ہے۔ اگر مدینہ سے مراد حجاز موجودہ سعودی عرب کی بستی یثرب کو لیا جائے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ واقعہ بھی وہیں پیش آیا؟

جسے آج مدینہ کہا جاتا ہے اور لوگوں کے ذہنوں میں راسخ کر دیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ آج ام القریہ میں سے ایک قریہ ہے۔ یعنی ایسی بستی جہاں اللہ کا دین نہیں بلکہ شیطان کا دین قائم ہے جہاں دجّال دھندنا تا پھر رہا ہے۔ حقیقت جو تھی الحمدللہ صرف اور صرف اللہ کے فضل سے آپ کے سامنے رکھ دی۔

قال رسول الله ﷺ امرت بقرية تاكل القرى يقولون يثرب وهى المدينة تنفيى الناس كما ينفيى الكير خبث الحديد. مسلم

کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم ہوا ہے (ہجرت کا) ایسی قریہ کو جو کھا جائے گی تمام قریہ کو، کہا جاتا ہے اسے یثرب اور حالانکہ وہ مدینہ ہے، مدینہ لوگوں کی ایسے چھانٹی کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کا خبث (گند، زنگ وغیرہ) چھانٹی یعنی نفی کر دیتی ہے۔

یہ رسول اللہ ﷺ کے مکہ سے یثرب کی طرف ہجرت سے پہلے کے الفاظ ہیں جب رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے یثرب کی طرف ہجرت کا حکم دیا اللہ سبحان وتعالیٰ نے۔ تو غور کریں ہجرت سے پہلے یثرب کو رسول اللہ ﷺ قریہ کہہ رہے ہیں ایسی قریہ جو تمام قریہ کو کھا جائے گی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہے یعنی کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے وہ قریہ تھی ایسی بستی جہاں اللہ کا دین قائم نہیں تھا اور جب اللہ سبحان وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کا حکم دے دیا تو وہ اب قریہ نہیں رہے گی بلکہ وہاں اللہ کا دین قائم ہو جائے گا اور وہ مدینہ بن جائے گی پھر تمام قریہ کو کھا جائے گی یعنی جب یثرب میں اللہ کا دین قائم ہوگا تو وہ قریہ سے مدینہ بن جائے گا پھر وہی مدینہ آس پاس کی تمام قریہ میں یا تو اللہ کا دین قائم کرے گا یا پھر

صفحہ ہستی سے مٹا دے گا۔ یہ تھا اس قریہ کا تمام قریہ کو کھانا۔

لیکن اگر ہم مدینہ سے مراد یثرب کو لیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے وہ مدینہ کیوں نہیں تھا؟ یا پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے ہجرت سے پہلے قریہ کیوں کہا؟

رسول الله ﷺ قال، ياتى على الناس زمان يدعو الرجل ابن عمه وقريبه هلم الى الرخاء هلم الرخاء والمدينة خير لهم لو كانوا يعلمون والذى نفسى بيده لا يخرج منهم احد رغبة الا اخلف الله فيها خيرًا منه الا ان المدينة كالكير تخرج الخبيث لا تقوم الساعة حتى تنفى المدينة شرارها كما ينفى الكير خبث خبث الحديد. مسلم

رسول اللہ ﷺ نے کہا آئے گا لوگوں پر ایسا زمانہ دعوت دے گا آدمی اپنے سسر کے بیٹے، اپنے چچا، تایا کے بیٹے کو کہ آؤ خوشحالی، مال و دولت، سہولتوں، آسانیوں والے خطے کی طرف آؤ خوشحالی، مال و دولت کی فراوانی، سہولتوں، آسانیوں، عیاشیوں کے خطے کی طرف اور مدینہ یعنی جہاں اللہ کا دین قائم ہوگا خیر ہوگا وہ خطہ ان کے لیے مگر گروہ تھے غور و فکر کرتے تو علم رکھتے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میں میرا نفس ہے نہیں نکلتا ان سے کوئی ایک بھی بھوک، افلاس، سختیوں وغیرہ کی وجہ سے مگر اللہ اس کی جگہ کسی اور کو بھیج دیتا ہے مدینہ میں جو خیر ہوتا ہے۔ جان لو مدینہ یعنی جہاں اللہ کا دین قائم ہوتا ہے وہ ایسے ہے جیسے بھٹی جو نکال دیتی ہے خباثت۔ نہیں قائم ہوگی ساعت یہاں تک کہ نکال دے گا مدینہ یعنی جہاں اللہ کا دین قائم ہے وہاں کی سختیاں نکال دیں گی وہاں کے شر والوں کو جیسے خباثت نکالنے والی بھٹی نکال دیتی ہے لوہے کی خباثت۔ یعنی جیسے بھٹی لوہے کو پگھلا کر خالص بنا دیتی ہے اس میں سے جتنا بھی گند ہوتا ہے وہ نکال دیتی ہے بلکل اسی طرح جہاں اللہ کا دین قائم ہو وہاں ایسی سختیاں، آزمائشیں، بھوک، افلاس وغیرہ آتی ہے کہ وہاں صرف اور صرف مومن ہی ٹھہر سکتا ہے جس کے دل میں

رائی برابر بھی نفاق وشر ہو وہ وہاں نہیں ٹھہر سکتا اس طرح مدینہ اپنے گند کو نکال دیتا ہے۔

قال رسول الله ﷺ! تفتح الشام فيخرج من المدينة قوم باهليهم يبسون والمدينة خير لهم لو كانو يعلمون ثم تفتح اليمن فيخرج من المدينة قوم باهليهم يبسون والمدينة خير لهم لو كانو يعلمون ثم تفتح العراق فيخرج من المدينة قوم باهليهم يبسون والمدينة خير لهم لو كانو يعلمون. مسلم

رسول اللہ ﷺ نے کہا شام فتح ہوگا پس نکل جائے گی مدینہ سے قوم اپنے اہل وعیال کیساتھ سواریوں کو چلاتے ہوئے پھر یمن فتح ہوگا پس نکل جائی گی مدینہ سے قوم اپنے اہل وعیال کیساتھ سواریوں کو چلاتے ہوئے پھر عراق فتح ہوگا فتح ہوگا پس نکل جائی گی مدینہ سے قوم اپنے اہل وعیال کیساتھ سواریوں کو چلاتے ہوئے۔اور مدینہ خیر تھا ان کے لیے اگر وہ غور وفکر کرتے تو انہیں علم ہوتا۔

اس روایت کو جب پڑھیں تو کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں جن میں سب سے پہلا یہ کہ فتح شام ہو رہا ہے اور لوگ مدینے سے نکل رہے ہیں پھر فتح یمن ہو رہا ہے اور لوگ مدینے سے نکل رہے ہیں پھر فتح عراق ہو رہا ہے اور لوگ مدینے سے نکل رہے ہیں۔یعنی اگر مدینہ سے مراد حجاز کا شہر یثرب لیا جائے تو پھر یہ بات عقل میں نہیں آتی۔بلکل ایسی ہی بات ہوگی کہ آپ کہیں کہ بھوک مجھے لگی اور کھانا میرے ہمسائے نے کھایا۔یا زلزلہ سیلاب مشرق میں آیا اور متاثر لوگ مغرب کے ہوئے۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے بہت ہی لاجواب خبر دی تھی جو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور دیکھنے کے باوجود اندھے بنے ہوئے ہیں۔اور ایسا کیوں نہ ہو جب ہم علم کی بجائے قیاس سے کام لیں۔اپنے باطل نظریات کو ہی حق منوانے پر بضد رہیں گے تو پھر ایسا ہی ہوگا۔

لیکن جب ہم قیاس کی بجائے علم سے کام لیں گے تو بلکل واضح ہو جائے گا کہ شام فتح کن کے ہاتھوں ہوگا؟

مومنوں کے ہاتھوں، مہدی آخرالزمان کے لشکر کے ہاتھوں اور فتح ہونے سے پہلے وہ قریہ تھا یعنی اللہ کا دین قائم نہیں تھا بلکہ وہاں دجّال موجود تھا اور جب مومنوں کے ہاتھوں فتح ہوگا تو وہ وہاں اللہ کا دین قائم کردیں گے یوں شام مدینہ بن جائے گا۔ جب مدینہ بن جائے گا تو دجّال کے پیروکار وہاں کیسے رہ سکتے ہیں حالانکہ دین پر ڈٹنا تو جلتا ہوا انگارہ ہاتھ میں لینے کے مترادف ہوگا۔ اس لیے وہ مدینہ سے نکل کر انہی دجالی معاشروں کا رُخ کریں گے جہاں ان کی خواہشات پوری ہو سکیں۔ جہاں انہیں ہر قسم کے فسق و فجور کی کھلی آزدی میسر ہو جیسے شام میں اللہ کا دین قائم ہونے سے پہلے تھی۔ بلکل ایسا ہی یمن میں ہوگا۔ یعنی یمن فتح ہونے سے پہلے قریہ ہوگا ایک ایسی بستی جہاں اللہ کا دین قائم نہیں اور جب فتح ہوگا تو وہاں اللہ کا دین قائم ہو جائے گا یعنی مدینہ بن جائے گا تو پھر دجّال کے غلام مدینہ میں کیسے رہ سکتے ہیں؟

مدینہ تو حقیقتاً لوہار کی بھٹی کی مانند ہوگا۔ جب پوری دنیا دجّال کو اپنا رب بنا چکی ہے اس وقت اگر کسی خطہ میں اللہ کا دین قائم ہوتا ہے تو وہاں کے رہنے والوں کا انجام بلکل ایسا ہی ہوگا جیسے کے دشمن کسی بستی کا محاصرہ کرلیں اور بستی میں سخت قحط کا سا حال ہو جائے اور اُوپر سے آگ و بارود کی بارش کی جارہی ہو۔ ایسے وقت میں تو صرف وہی مدینہ میں رہ سکتے ہیں جن میں ایمان ہوگا کیونکہ وہی صرف اور صرف اللہ پر توکل کرنے والے ہوں گے اور جن کے اندر نفاق کی رائی بھی ہوگی مدینے کی یہ سختیاں اس نکال باہر کریں گی۔

دجّال مدینے کا محاصرہ کیے ہوئے ہوگا اور مدینے پر آگ برسا رہا ہوگا یعنی اسلحے و بارود سے دن رات حملے کیے جارہے ہوں گے۔ مدینے کا ہر لحاظ سے محاصرہ کیا جائے گا کہ کوئی بھی ان سے لین دین نہ کرے تو ایسی حالت میں بھلا کون ہوگا جو مدینے میں رہ سکتا ہے؟ صرف اور صرف وہی جو حقیقتاً اللہ کو ربّ بنائے گا نہ کہ دجّال کو۔

پھر اسی طرح جب عراق فتح ہوگا تو فتح ہونے کے بعد مدینہ بن جائے گا اور مدینے یعنی عراق سے دجّال کے غلام وہاں سے نکل جائیں گے۔

الحمدللہ ہم نے تفصیل کے ساتھ جان لیا کہ مدینہ سے مراد کیا ہے۔ اور مدینہ میں دجّال داخل نہیں ہو سکے گا۔ مدینہ سے مراد سعودی عرب کی بستی یثرب نہیں ہے بلکہ ہر وہ بستی یا خطہ ہے جہاں اللہ کا دین قائم ہو۔ اور پھر ظاہر ہے جہاں اللہ کا دین قائم ہوگا یعنی اللہ کا نظام قائم ہوگا تو وہاں ہر شئے اللہ سبحان وتعالیٰ کے حکم سے خلق ہوگی، پروان چڑھے گی، وہاں کوئی بیماری نہیں ہو گی، کوئی فساد نہیں ہوگا، کوئی خرابی نہیں ہوگی۔ یہ سب خامیاں وخرابیاں وہیں ہوں گی جہاں دجّال ہوگا۔

پھر اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ مدینہ سے مراد یثرب ہی ہے جہاں دجّال داخل نہیں ہو سکے گا تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسند احمد میں اور مستدرک الحاکم میں روایت موجود ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ دجّال احد پہاڑ پر چڑھے گا اور کہے گا اپنے ساتھیوں سے کہ یہ سفید محل دیکھ رہے ہو؟ احمد کی مسجد ہے یعنی مسجد نبوی۔ اور اس کے بعد دجّال مدینہ کی طرف آئے گا لیکن مدینہ کے ابواب پر ملائکہ کا پہرا پائے گا اس وقت مدینہ کے سات ابواب ہوں گے۔ اور تین بار مدینہ کو ترجف کرے گا یعنی مدینہ پر آگ و بارود برسائے گا جس سے ہر منافق مدینہ سے نکل کر اس کی طرف بھاگ جائے گا اور مدینہ اپنے اندر سے سارے کا سارا خبث نکال دے گا اس کو رسول اللہ ﷺ نے یوم الخلاص کہا۔

وہ کون سا مدینہ ہے جو تین بار ترجف ہوگا اس کا ذکر پیچھے گزر چکا جو رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ شام فتح ہوگا تو مدینے سے برے لوگ نکل جائیں گے اسی طرح عراق اور یمن کے بارے میں بھی کہا۔

باب عربی میں کسے کہتے ہیں اس کا ذکر بھی کتاب میں ہو چکا ہے باب کسی مادی دروازے کو نہیں کہتے بلکہ باب کہتے ہیں داخل ہونے یا نکلے کے مقام کو۔ جیسے اگر کسی کے ذہن میں کوئی بات ڈالنی ہو اور وہ انسان اس بات کو تسلیم نہ کر رہا ہو یعنی اسے اپنے دماغ میں داخل نہ ہونے دے رہا ہو تو اس کی کسی کمزوری کو سامنے رکھ کر اس کمزاری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ بات اس انسان کے دماغ میں داخل کر دی جائے تو وہ کمزوری باب کہلائے گی۔ دجّال یعنی ٹیکنالوجی کے مدینہ یعنی جہاں دین اسلام قائم ہے وہاں داخلے کے لیے مدینہ کے سات ایسے ویک پوائنٹ ہوں گے یعنی سات ایسی کمزوریاں ہوں گی جن کے ذریعے دجّال داخل ہونے کی کوشش کرے گا لیکن اللہ سبحان وتعالیٰ ان سات کمزوریوں سے اہل مدینہ کی حفاظت کریں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مدینہ یہی ہے جس کا نام یثرب ہے تو پھر دجّال احد پہاڑ پر کیسے چڑھ گیا؟ حالانکہ احد پہاڑ تو یثرب کے اندر موجود ہے۔ حجاز کی بستی جس کا نام یثرب ہے اور مدینہ کے نام سے مشہور ہے اس کا رقبہ دو سو ستائیس اعشاریہ چار مربع میل ہے۔ احد پہاڑ یثرب کے اندر موجود ہے۔ احد پہاڑ مسجد نبوی سے صرف تین اعشاریہ باون کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ اس کے برعکس مسجد قبا جو کہ یثرب میں ہی موجود ہے وہ احد پہاڑ سے بھی آگے مسجد نبوی سے گیارہ اعشاریہ چار کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ یعنی اُحد پہاڑ تو یثرب کے درمیان واقع ہے۔

اگر مدینہ سے مراد یہی مدینہ یعنی یثرب ہے تو پھر دجّال مدینہ کے کئی کلومیٹر اندر اُحد پہاڑ پر کیسے چڑھ آئے گا؟ جو کہ آج دجّال اُحد پہاڑ پر چڑھ چکا ہے۔ یہ انتہائی غیر معمولی سوال ہے جس کا جواب کوئی بھی ایسی شخصیت نہیں دے سکتی جو یثرب کو مدینہ کہنے پر بضد ہے۔

مسجد قبا
احد پہاڑ
مسجد احمد (مسجد نبوی)
3.52km
11.4km

مسجد احمد (مسجد نبوی)

مسجد قبا

احد پہاڑ

رسول اللہ ﷺ نے موجودہ دور کے حوالے سے کہا تھا کہ اس وقت الحجاز سے نکل جانا اس کی تفصیل آگے کتاب میں آئے گی۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق آج موجودہ وقت کوئی مومن ایسا نہیں ہوسکتا جو الحجاز میں رہے۔ جو رہیں گے وہ سب دجال کی اتباع کر رہے ہوں گے دجال کو رب بنائے ہوئے ہوں گے۔ دجال ٹیکنالوجی ہے یعنی موجود دور کی تمام کی تمام ایجادات دجال ہے دجال آج احد پہاڑ پر موجود ہیں ہم اپنی آنکھوں سے احد پہاڑ پر بڑے بڑے ٹاورز لگے دیکھ رہے ہیں جب یہ ٹاورز یعنی دجال احد پہاڑ پر آیا تو حیران کن طور پر اس وقت محمد رسول اللہ ﷺ کی مسجد کو سفید محل کی شکل میں ڈھال دیا گیا۔ جب تک دجال یعنی یہ ٹیکنالوجی احد پہاڑ پر نہیں آئی تھی مسجد نبوی سفید محل کی طرح نظر نہیں آتی تھی۔ اور دجال کے اصحاب جو کہ ٹیکنالوجی کو اپنا ربّ بنائے ہوئے ہیں آج جب احد پہاڑ پر چڑھتے ہیں تو بلکل سامنے مسجد نبوی کو سفید محل کی طرح دیکھتے ہیں۔ اے اللہ کے رسول محمد ﷺ آپ نے سچ کہا تھا اور میں نے آپ کی تصدیق کر دی۔

ہم تصاویر میں دیکھ سکتے ہیں دجال احد پہاڑ پر کھڑا ہے اور اس کے اصحاب مسجد نبوی کو سفید محل کی طرح دیکھتے ہیں۔

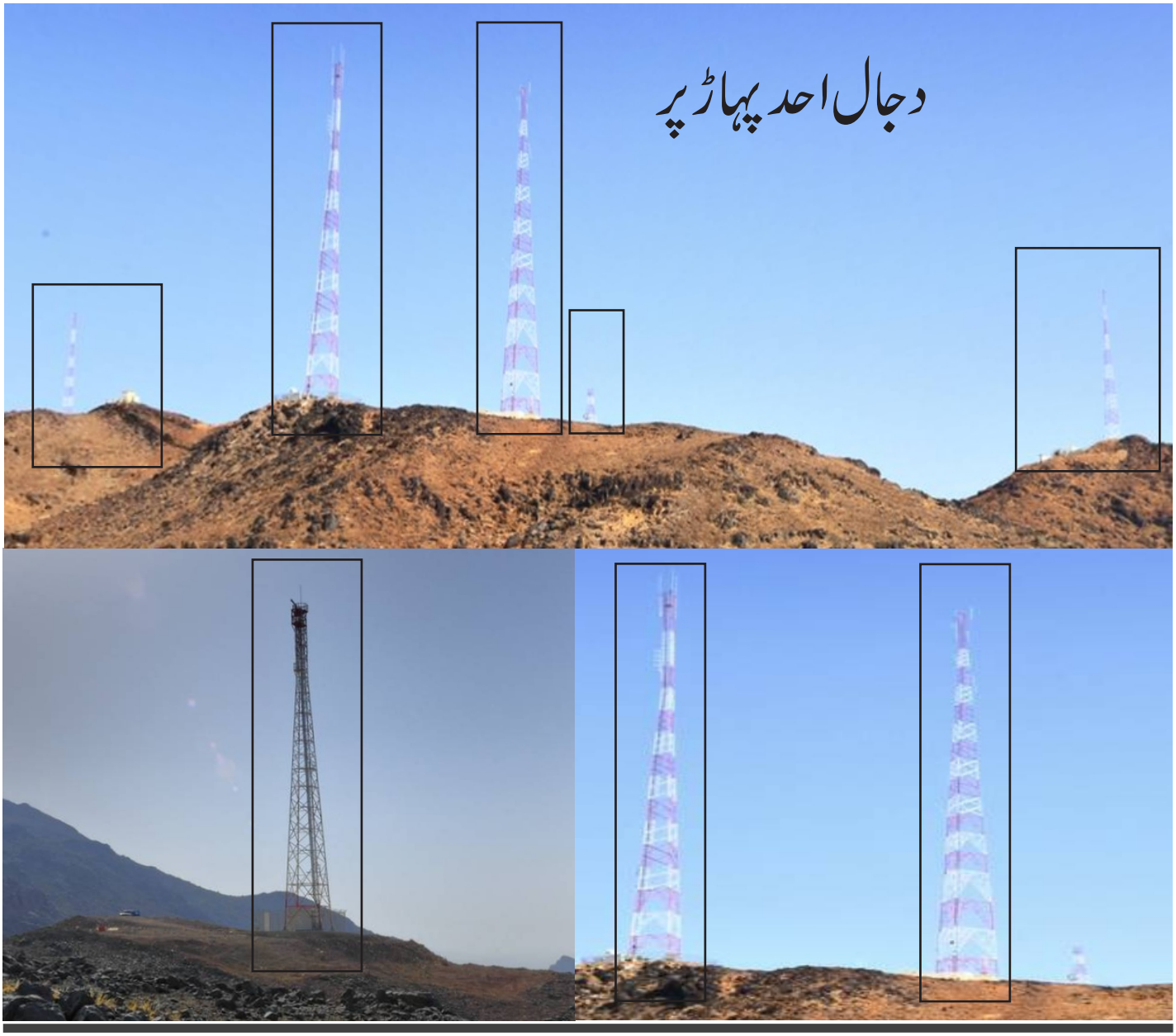

آج مسجد نبوی احد پہاڑ سے بلکل سفید محل کی طرح نظر آتی ہے۔ سیٹیلائیٹ سے لی گئی تصویر آپ کے سامنے ہے آپ گوگل ارتھ سے سیٹیلائیٹ سے لی گئی تصویر کو خود بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اور احد پہاڑ پر کھڑے ہو کر بھی اپنی آنکھوں سے یہ مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

یثرب میں آج ہر طرف ٹیکنالوجی یعنی دجال دھندنا تا نظر آتا ہے۔آج یثرب مدینہ نہیں بلکہ ایک قریہ ہے۔

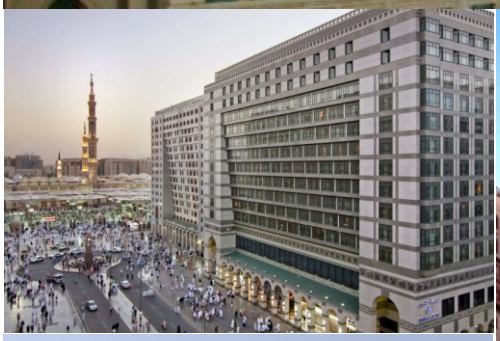

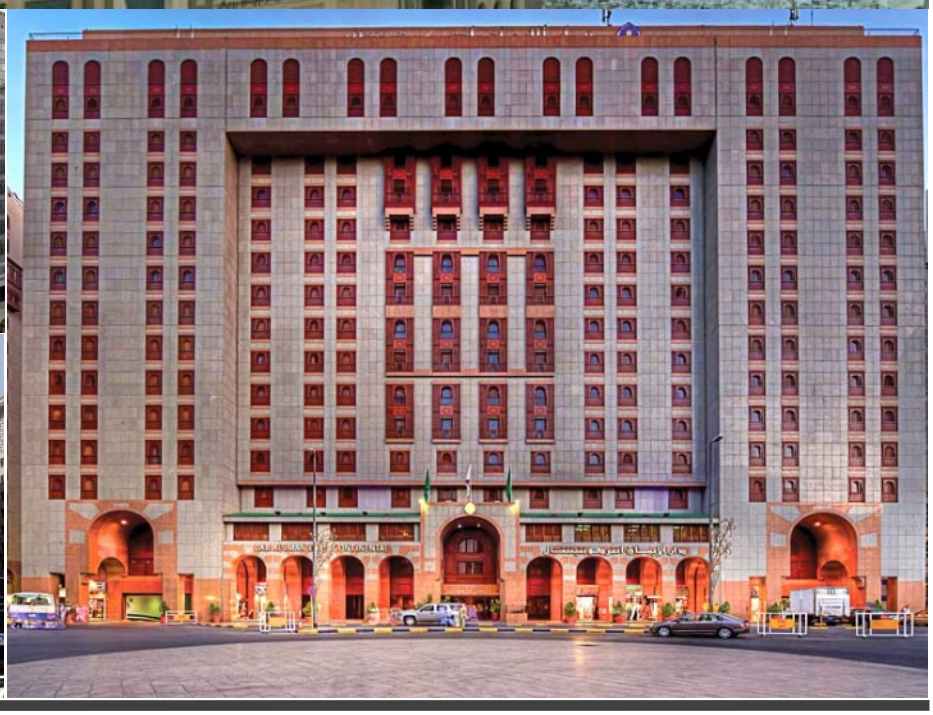

دجّال کا مکہ میں داخل نہ ہو پانا

دجّال مکہ میں داخل نہیں ہو سکے گا اسے جاننے کے لیے ہمیں سب سے پہلے مکہ کو جاننا ہوگا۔ کہ مکہ ہے کیا۔ جب ہم مکہ کو جان لیں گے تو ان شاء اللہ ہم پر سب کچھ واضح ہو جائے گا۔

مکہ کیا ہے؟

دجّال مکہ میں داخل نہیں ہو سکے گا اس کا کیا مطلب ہے؟

اگر مکہ سے مراد وہ بستی ہے جو کعبہ کے ارد گرد قائم ہے تو پھر اس کا مطلب ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنھم دجّال کو نہ سمجھ پائے اور جھوٹے تھے جو ابن صیاد کے دجّال ہونے کی قسمیں کھاتے تھے۔ کیونکہ جب مکہ سے مراد یہ بستی ہے تو پھر ابن صیاد دجّال کیسے ہو سکتا تھا جو کہ یثرب میں ہی رہتا تھا اور مکہ بھی آتا جاتا تھا بلکہ اس کی تو پیدائش بھی یثرب میں ہی ہوئی۔ اور یہ سب ان تمام صحابہ اکرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کو علم تھا۔ اس کے باوجود اگر وہ ایسا کہتے رہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ کو جھٹلانا پڑے گا کہ دجّال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ عمر فاروق و ابن عمر رضی اللہ عنھم سمیت وہ تمام اصحاب الرسول بھی اپنے قول میں سچے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے الفاظ بھی بلکل حق ہیں۔ اگر کہیں فرق ہے تو وہ ہماری سمجھ میں۔ کیونکہ ہم نے قیاس پر مبنی باطل نظریات کو نہ صرف پروان چڑھایا بلکہ انہیں اپنے اذہان میں پختہ کیا اور پھر انہیں نظریات کی روشنی میں ہم سب کچھ سمجھنا چاہتے ہیں جو کہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

اگر مکہ سے مراد وہ بستی ہے جو کعبہ کے ارد گرد قائم ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دجّال کو کعبے کا طواف کرتے ہوئے کیوں دیکھا؟

اگر مکہ سے مراد وہ بستی ہے جو کعبہ کے ارد گرد قائم ہے تو پھر عمر فاروق رضی اللہ عنھم سمیت باقی صحابہ کیوں ابن صیاد کے دجّال ہونے پر قسمیں کھاتے تھے؟ حالانکہ ابن صیاد مکہ اور یثرب میں ہی تو موجود ہوتا تھا اور وہ بھی جانتے تھے کہ دجّال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوسکتا۔

اگر مکہ سے مراد وہ بستی ہے جو کعبہ کے ارد گرد قائم ہے اور دجّال مکہ اور یثرب میں داخل نہیں ہوسکتا تو پھر رسول اللہ ﷺ ایک یہودی بچے کو شک کی نگاہ سے کیوں دیکھتے رہے جو کہ یثرب میں تھا؟

اگر مکہ سے مراد وہ بستی ہے جو کعبہ کے ارد گرد قائم ہے اور دجّال مکہ اور یثرب میں داخل نہیں ہوسکتا تو پھر رسول اللہ ﷺ ابن صیاد پر شک کیوں کرتے تھے؟

اگر مگہ سے مراد وہ بستی جو کعبہ کے ارد گرد قائم ہے وہ ہے تو پھر اوپر اٹھائے گئے سوالات سمیت کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں جو لاجواب ہیں ان کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں مل سکتا۔ اور یہ سوالات اُٹھانے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم تھوڑا سا غور کریں کہ ہم نے جو نظریات اس حوالے سے قائم کیے ہوئے ہیں کیا ان کی بنیاد بھی ہے یا محض قیاس ہی ان کی بنیاد ہے جو کہ بلکل کھوکھلی بنیاد ہے۔

اسی طرح ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ مکہ کے نام پر کعبے کے اطرف قائم بستی کا نام مکہ کب اور کیسے رکھا گیا؟

کیونکہ آپ کو دنیا میں جتنی بھی بستیوں کے نام ملیں گے وہ کسی نہ کسی شئے یا شخصیت وغیرہ سے منسوب ہوں گے جیسے اسرائیل ہی کی مثال لے لیں۔ موجودہ بستی جو اسرائیل کے نام سے موجود ہے اس کا نام اسرائیل یعقوب علیہ السلام کے نام سے منسوب ہے۔ اسرائیل عبرانی زبان کے دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ اسرا اور ایل۔ اسرا کے عبرانی میں معنی قیدی غلام کے ہیں یہی لفظ عربی میں بھی عبرانی سے منتقل ہوا۔ اور ایل کے عبرانی میں معنی ربّ کے ہیں۔ یوں اسرائیل کے معنی رب کے غلام کے ہیں۔ جو کہ یعقوب علیہ السلام کی کنیت تھی۔ اور انہی کی کنیت پر موجودہ اسرائیل آباد ہے۔

بلکل ایسے ہی کعبے کے اطراف میں قائم بستی کا نام مکہ کے نام سے منسوب ہے اور مکہ اس بستی کے قیام سے پہلے ہی وجود رکھتا ہے۔ یہ بستی جو مکہ کے نام سے منسوب ہے اس کا نام ابراہیم علیہ السلام نے رکھا او ابراہیم علیہ السلام کا اپنی بیوی اور اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو جب صفا مروہ میں اللہ کے توکل پر چھوڑا تو وہاں آب زم زم کا چشمہ نکلنے کے بعد اس بستی کا قیام ہوا یعنی یہ بستی جسے آج ہم مکہ کے نام سے جانتے ہین وجود میں آئی۔ مکہ پوری زمین کا وہ مقام ہے جہاں سے اللہ سبحان وتعالیٰ زمین پر تمام عالمین کو ہدایات دے رہے ہیں یعنی مکہ زمین کا کنٹرول پوائنٹ ہے۔ اسی کنٹرول پوائنٹ کے نام پر ابراہیم علیہ

السلام نے اللہ کی طرف سے وحی کیمطابق اس بستی کا نام مکہ رکھا۔

مکہ زمین کا کنٹرول پوائنٹ ہے اسے ایک مثال سے سمجھ لیجئے۔

جیسے ایک ٹیلی وژن ہوتا ہے اسے آن آف کرنے، اس کے چینلز تبدیل کرنے، آواز کم یا زیادہ کرنے اور اس میں کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی کرنے کے لیے ریموٹ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ریموٹ آپ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ آپ ٹی وی کے مالک کہلائے۔ اب آپ نے ٹی وی کو حکم دینا ہے کہ وہ ایک نمبر چینل کی نشریات دیکھائے تو آپ ریموٹ سے بٹن دبائیں گے یعنی کہ آپ نے ٹی وی کو حکم دیا۔ آپ کا ٹی وی کو دیا گیا حکم ریموٹ سے نور کی لہروں کی صورت میں نکلتا ہے اور ٹی وی تک سفر کرتا ہے۔ اب پورے ٹی وی میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ اس حکم کو موصول کر کے اسے سمجھ سکے اور پھر اس پر عمل کرے بلکہ ٹی وی میں ایک ہی مقام ایسا ہے جو ریموٹ سے نکلنے والے کسی بھی حکم کو نہ صرف موصول کرتا ہے بلکہ اس کو سمجھ کر آگے متعلقہ محکمے کو آگاہ کرتا ہے کہ مالک نے تمہارے لیے فلاں حکم بھیجا ہے اور پھر ٹی وی کا متعلقہ حصہ یا محکمہ اس پر عمل کرتا ہے۔ ٹی وی کا وہ مقام سینسر کہلاتا ہے۔

پورے ٹی وی میں سینسر وہ واحد مقام ہے جو مالک کی طرف سے آنے والے ہر حکم کو موصول کر کے اسے سمجھنے کے بعد متعلقہ حصے کو بھیجتا ہے کہ اگر آپ نے آواز کم یا زیادہ کرنی ہے تو سینسر حکم کو موصول کر کے اسے ٹی وی میں آواز کے محکمے کو بھیجے گا۔ بلکل اسی طرح وہ ہر حکم کو موصول کر کے آگے متعلقہ محکمے کو مالک کی طرف سے آیا ہوا حکم بھیجتا ہے اور پھر ٹی وی میں ہر محکمہ اس حکم پر عمل کرتا ہے جس سے ٹی وی آپ کی ہدایات کے مطابق چلتا ہے۔

بلکل اسی طرح اللہ سبحان وتعالیٰ نے زمین میں بھی ایک ایسا مقام رکھا ہے جہاں سے زمین کے تمام عالمین کو ہدایات دی جاتی ہیں کہ کس کس مخلوق کا کیا کیا کام ہے کس کس نے کیا کیا کرنا ہے۔ یعنی پوری زمین کا نظام اللہ سبحان وتعالیٰ اس مقام سے چلا رہے ہیں۔ خلاء سے نور کی لہریں زمین کی طرف آتی ہیں جو سیدھی زمین کے اس مقام میں داخل ہوتی ہیں جہاں ایک کمرہ سا بنا ہوا ہے اور ہم اسے کعبہ کہتے ہیں۔ وہاں سے وہ لہریں پوری زمین میں جاتی ہیں ان لہروں میں اللہ سبحان وتعالیٰ کے تمام احکامات ہوتے ہیں زمین کے تمام عالمین کے لیے۔ پھر پوری زمین سے لہریں واپس اسی مقام میں جاتی ہیں اور وہاں سے خلاء کی طرف بلند ہو جاتی ہیں ی۔ یعنی وہ زمین کے اس مقام پر اترتی تو اللہ سبحان وتعالیٰ کے تمام احکامات کیساتھ ہیں اور واپس زمین میں تمام کی تمام مخلوقات کی خبریں لیکر جاتی ہیں ان کی آڈیوز، ویڈیو سمیت مکمل معلومات کیساتھ۔ زمین پر اس مقام کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے مکہ یا بکہ کہا ہے۔ مکہ یا بکہ کے معنی ہیں جہاں سے زمین کی تمام مخلوقات کو ہدایات دی جاتی ہیں یا جہاں سے زمین کا نظام چلایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے مکہ یعنی زمین کے اس مقام کے اردگرد قائم ہونے والی بستی کا نام مکہ رکھا

گیا۔کہ زمین کا مکہ اس بستی میں ہے۔یعنی زمین کا وہ مقام جہاں سے زمین کا نظام چلایا جارہا ہے وہ اس بستی میں ہے۔
اسی کا ذکر اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں بھی کیا ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ . آل عمران ۹۶

اس میں کچھ شک نہیں سب سے پہلا گھر وضع کیا انسانوں کے لیے جو ''بکہ'' مکہ سے، مکہ سے برکات اور راہنمائی، ہدایات ہیں تمام عالمین کے لیے۔یعنی تمام عالمین کو مکہ سے برکات اور ہدایات دی جارہی ہیں۔

یہ آیت بہت ہی زیادہ وسعتوں کی حامل ہے اس میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے غیر معمولی راز رکھ دیئے ہیں۔اس آیت میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے کہا کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ سب سے پہلا گھر وضع کیا گیا انسانوں کے لیے مکہ سے برکات اور راہنمائی ہے تمام عالمین کے لیے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسانوں کے لیے جو سب سے پہلا گھر وضع کیا گیا اس گھر کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن کی سورت المائدہ کی آیت ۹۵ اور ۹۷ میں کعبہ کہا ہے۔
لیکن ساتھ قرآن کی آیت یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام عالمین کے لیے برکات اور راہنمائی ہے۔یعنی کہ اگر برکات اور راہنمائی اس بیت میں ہے جو انسانوں کے لیے وضع کیا گیا تو پھر اس بیت کے وضع کیے جانے سے پہلے تمام عالمین کو برکات اور راہنمائی کہاں سے دی جاتی تھیں؟
اس کا جواب اللہ سبحان وتعالیٰ نے اسی آیت میں دے دیا۔کہ جہاں سے برکات اور ہدایات دی جاتی ہیں وہ بیت اللہ کعبہ نہیں بلکہ ''بکہ'' مکہ ہے۔
مکہ زمین پر وہ مقام ہے جہاں سے زمین کے تمام عالمین کو برکات اور ہدایات دی جاتیں ہیں۔بیت اللہ وضع کیا انسانوں کے لیے مکہ سے۔یعنی کہ انسانوں کے علاوہ زمین کے تمام عالمین کو مکہ کا علم ہے جہاں سے ان کو برکات اور ہدایات دی جاتی ہیں صرف انسان کو علم نہیں تھا۔انسان پر مکہ کو واضع کرنے کے لیے اس مقام پر ایک گھر تعمیر کر دیا تا کہ اس پر اس کے ذریعے مکہ واضع ہو جائے۔
کعبہ کے معنی سمت اور اس مقام کی نشاندہی کے ہیں جس مقام سے اللہ سبحان وتعالیٰ زمین کی تمام مخلوقات کو ہدایات دے رہے ہیں۔

مُبٰرَکًا. برکات موجود ہیں۔جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد ''برکہ'' ہے۔جس کے معنی ہیں ہر قسم کے نقص، خامی وعیب وغیرہ سے پاک انتہائی فائدہ مند شئے کے ہیں۔

ھُدًی. ہدایات، راہنمائی۔مثلاً اگر آپ نے کوئی کام کرنا ہے تو اس کے لیے جو بھی ہدایات درکار ہوں۔

زمین کے اس مقام سے اللہ سبحان وتعالیٰ زمین کے تمام عالمین کو ہدایات دیتے ہیں کہ کسے کس مقصد کے لیے خلق کیا ہے اور اس نے کیا کیا کرنا ہے۔لمحہ بہ لمحہ اسی مقام سے ہدایات دی جارہی ہیں۔اور اسی مقام سے حاصل ہونے والی ہدایات سے جو بھی عمل ہوتا ہے اس میں مخلوقات کے لیے ہر لحاظ سے فائدے ہی فائدے ہیں۔اگر کوئی بھی مخلوق اس مقام کے علاوہ کسی اور مقام سے ہدایات لے گی یا کسی اور مقام سے ملنے والی ہدایات پر عمل کرے گی تو پھر برکات نہیں ہوں گی یعنی پھر نہ صرف اپنا نقصان ہوگا بلکہ باقی تمام مخلوقات کا بھی نقصان ہوگا۔

زمین کے اس مقام کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں مکہ یا بکہ کہا ہے۔اسی وجہ سے اس مقام کے اردگرد آباد ہونے والی بستی کا نام مکہ رکھا گیا۔

اگر ہم یہ کہیں یا ایسا نظریہ رکھیں کے صرف وہ بستی ہی مکہ ہے تو پھر نہ صرف اللہ کے کلام کا کفر ہوگا بلکہ نہ ختم ہونے والے سوالات کا دروازہ کھل جائے گا۔مثلاً اللہ سبحان وتعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ مکہ سے تمام عالمین کو برکات اور ہدایات دی جاتی ہیں اگر مکہ سے مراد کعبے کے گرد قائم بستی کو لے لیا جائے تو پھر اس بستی کے قیام سے پہلے تمام عالمین کو برکات اور ہدایات کہاں سے دی جارہی تھیں۔کیونکہ یہ بستی تو ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ذریعے وجود میں آئی۔اور جب اس کا وجود نہیں تھا تب کیا اللہ سبحان وتعالیٰ کی برکات اور ہدایات کا سلسلہ تھما ہوا تھا؟

پھر اگر مزید غور کیا جائے تو اس بستی کا وجود تو انسان کے وجود سے مشروط ہے۔جب انسان ہی زمین پر نہیں تھے تو اس بستی کا تو کوئی تصور ہی نہیں تھا۔تب اللہ سبحان وتعالیٰ کہاں سے برکات اور ہدایات دے رہے تھے زمین کے تمام عالمین کو؟

بہر حال یہ تو چند ایک سوالات ہیں جو غلط نظریات قائم کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اگر ہم مزید بات کریں تو ہزراوں سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

مکہ اللہ سبحان وتعالیٰ کے کلام کے مطابق جب زمین کی ابتداء کی گئی تب سے وجود میں لایا گیا۔مکہ زمین کا وہ مقام ہے جہاں سے زمین کا نظام چلایا جارہا ہے۔جہاں سے بادلوں، ہواؤں، سمندروں، چرند، پرند، جانوروں، پھلوں، فصلوں درختوں

سمیت زمین کی تمام کی تمام مخلوقات کو ہدایات دی جارہی ہیں۔انہیں احکامات دیئے جارہے ہیں۔مکہ کو انسانوں پر واضع کرنے کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے وہاں ایک گھر تعمیر کرنے کا حکم دیا تا کہ انسانوں پر مکہ واضع ہو جائے۔

اس مکہ میں دجّال داخل نہیں ہوسکتا۔یعنی کہ وہ زمین کے اس کنٹرول پوائنٹ پر اختیار حاصل نہیں کرسکتا۔کہ اگر وہ زمین کے اس کنٹرول پوائنٹ پر اختیار حاصل کرلے تو پھر نعوذ باللہ اللہ سبحان وتعالیٰ زمین کے معاملات میں بے اختیار ہو جائیں۔ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور دوسری بات یہ کہ اگر وہ زمین کے اس کنٹرول پوائنٹ پر اختیار حاصل کرلے تو پھر وہ براہ راست زمین کے تمام عالمین کو اپنا غلام بنالے گا اس کے لیے اسے کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔زمین پر وہ جو جی چاہے کرے گا۔لیکن ایسا نہیں ہوگا۔وہ مکہ میں داخل نہیں ہوسکتا یعنی وہ زمین کا کنٹرول حاصل نہیں کرسکتا۔اسے زمین میں ربّ ہونے کے لیے الگ سے کوئی کنٹرول بنانا پڑے گا۔جس کو ٹی وی والی مثال کے آگے تسلسل سے سمجھ لیتے ہیں۔

مثال کے طور پر کوئی آپ سے آپ کے ٹی وی کا ریموٹ حاصل کرلے تو آپ کا ٹی وی پر کنٹرول ختم ہو جائے گا اور وہ ٹی وی پر مکمل کنٹرول حاصل کرلے گا۔پھر وہ ٹی وی کو ہر حکم اسی طرح دے سکے گا جیسے آپ دے رہے تھے اسے اس کے لیے کسی مشقت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔لیکن اگر اسے ریموٹ حاصل نہ ہو تو پھر اسے اگر آواز کم کرنی ہے تو اسے ٹی وی میں آواز والے حصے میں چھیڑ چھاڑ کرنی پڑے گی اور اس کے لیے کوئی ذریعہ بنانا پڑے گا جس سے وہ ٹی وی کی آواز پر متاثر ہونے کی صلاحیت حاصل کرلے لیکن جب ٹی وی کا اصل کنٹرول آپ کے پاس ہے تو پھر وہ کوئی ایسا ذریعہ بنانے کے باوجود بے بس ہوگا۔

اسی طرح اسے ٹی وی میں کچھ بھی کرنا ہوگا تو اسے ٹی وی کے ہر حصے میں الگ الگ چھیڑ چھاڑ کرنا پڑے گی جب اسی طرح چھیڑ چھاڑ کی جائے گی تو ممکنہ طور پر ٹی وی میں خرابیاں پیدا ہوں گی اور وہ تباہ ہو جائے گا۔کیونکہ وہ ٹی وی کا خالق نہیں کہ اسے ٹی وی کے بارے مکمل علم ہو۔اس لیے وہ ٹی وی میں چھیڑ چھاڑ کر کے خراب کردے گا۔اسے تباہ کردے گا، بے کار کردے گا۔

یہ ہے دجّال کا مکہ میں داخل نہ ہو پانا۔ دجّال ٹیکنالوجی ہے اور انسان ایسی ٹیکنالوجی حاصل نہیں کرسکے گا جو ٹیکنالوجی زمین کے کنٹرول پوائنٹ یعنی مکہ پر دسترس پاسکے۔ آج سائنسدانوں کی کوشش یہی ہے کہ وہ زمین کے کنٹرول پوائنٹ پر دسترس پانے کے لیے ٹیکنالوجی ایجاد کریں اور پوری زمین کے نظام کو اپنے قبضے میں لے لیں۔

آج دنیا کے شیاطین جو سائنسدان کے نام سے جانے جاتے ہیں وہ زمین کے اس کنٹرول پوائنٹ کا علم حاصل کرچکے ہیں۔ ان کی اس وقت اولین ترجیح یہ ہے کہ کعبے کو کھود کر زمین کے اس مقام کا جائزہ لیا جائے۔اس مقام پر تحقیقات کر کے زمین کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے جس سے زمین کی تمام مخلوقات براہ راست ان کی غلامی میں آجائیں گی۔سب کی زندگی

اور موت کا اختیار انہیں حاصل ہو جائے گا۔لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا یہ ان شیاطین کی خواہش ہی رہے گی۔لیکن یہ بھی ممکن نہیں کہ یہ شیاطین، مکہ یعنی زمین کے کنٹرول پوائنٹ والے مقام پر اختیار حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔یہ ضرور کوشش کریں گے جس کے لیے انہیں اگر کعبے کو بھی گرانا پڑا تو گرائیں گے۔لیکن جب یہ اولیاء الشیاطین مکہ کو کھودیں گے تو پوری زمین لرز جائے گی۔یعنی ایسا زلزلہ آئے گا جس سے زمین پر سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔

آج شیطان اپنے اولیاء کو اسی کی وحی کر رہا ہے کہ جتنا جلد ممکن ہو وہ کعبے کے مقام کو کھود کر اس کا جائزہ لیں تحقیقات کریں اور زمین کا کنٹرول حاصل کر لیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس اس میں کچھ شک نہیں نہیں نکالا جائے گا کعبے کا خزانہ مگر چھوٹی پنڈلیوں والا حبشہ سے۔ ابو داؤد

☆ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ باریک پنڈلیوں والا اللہ کے گھر کو خراب کرے گا۔ الدیلمی

اصل مکہ یعنی زمین کا وہ مقام جس کو انسانوں کے لیے وضع کرنے کے لیے اس پر بیت اللہ کی تعمیر کی گئی اس کے گرد قائم مکہ کے نام پر بستی اگر تو مدینہ ہو یعنی وہاں اللہ کا دین قائم ہو تو دجال داخل نہیں ہو سکتا اور اگر وہاں اللہ کا دین قائم نہ ہو تو وہاں دجّال نہ صرف داخل ہوگا بلکہ دھندنا تا پھرے گا جیسا کہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔مگر دجّال یعنی ٹیکنالوجی زمین کے کنٹرول پوائنٹ یعنی مکہ میں داخل نہیں ہو سکتی کہ جس سے وہ زمین کے تمام عالمین پر براہ راست مداخلت کر سکے۔

بخاری و مسلم میں روایت موجود ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دجّال کو کعبے کا طواف کرتے دیکھا۔دجّال کا کعبے کا طواف آج دجّال عمارتوں کی شکل میں کعبے کا طواف کر رہا ہے اور مسجد الحرام کے اندر کعبے کے گرد جو بمنزلہ طواف کے لیے پلیٹ فارم بنایا ہوا ہے وہ بھی دجال طواف کر رہا ہے اور جو لوگ ٹیکنالوجی یعنی موبائل، کمپیوٹر کیساتھ طواف کرتے ہیں تو ان کے ساتھ دجال بھی طواف کر رہا ہوتا ہے۔

تصاویر میں دیکھیں۔

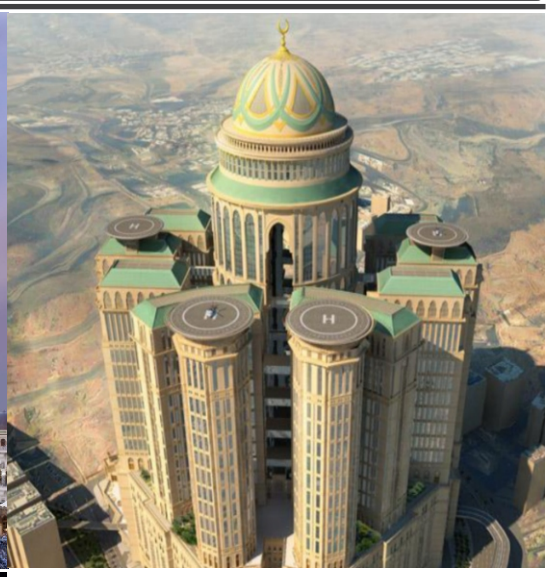

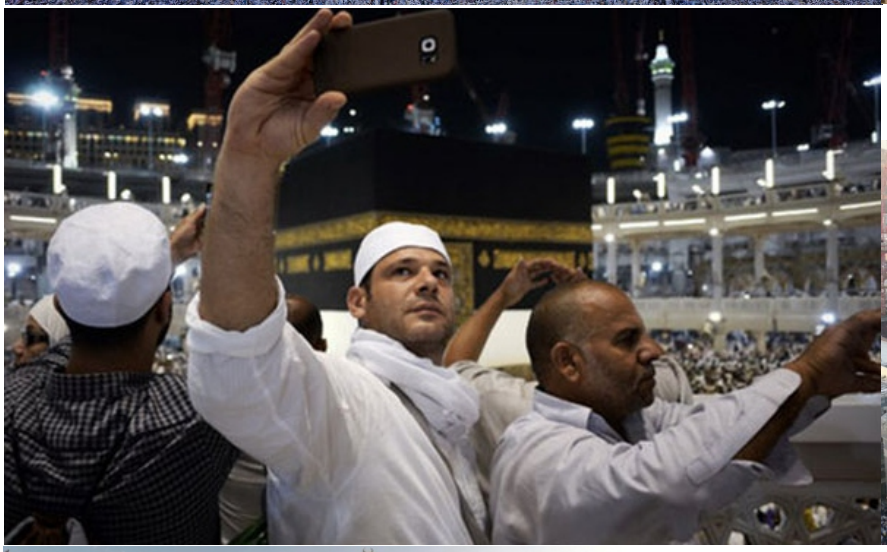

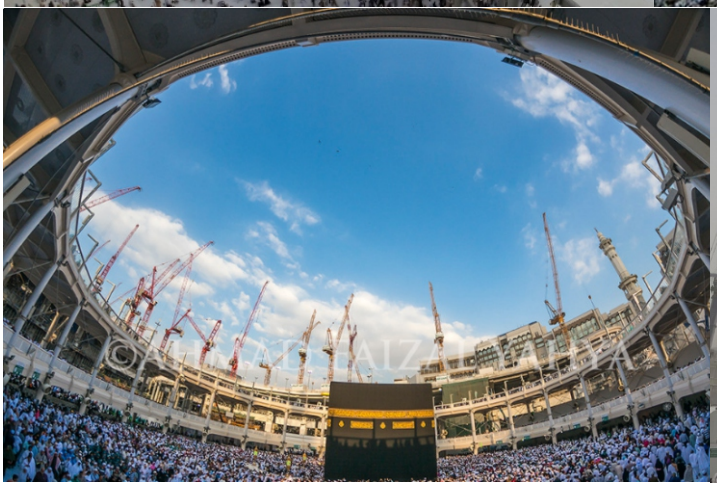

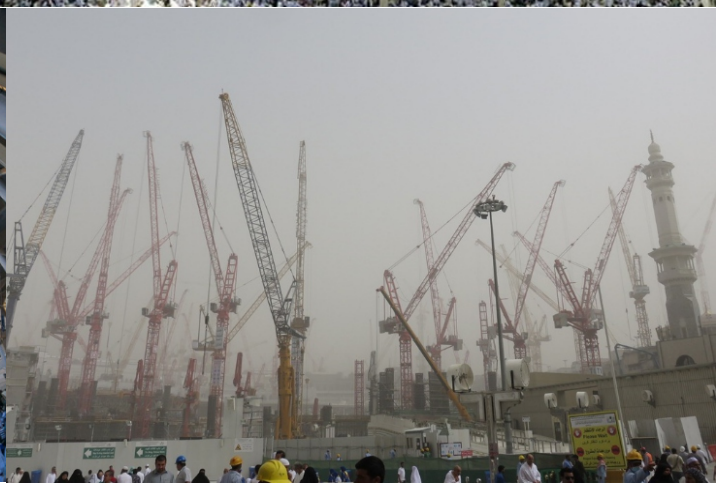

بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو حرم قرار دیا جس سے مراد حجاز کی بستی یثرب کو لیا جاتا ہے جو کہ بلکل غلط ہے۔ جیسا کہ صراحت کیساتھ واضع ہو چکا ہے کہ مدینہ اس خطے کو کہتے ہیں جہاں اللہ کا دین قائم ہو۔اور جہاں بھی اللہ کا دین قائم ہو وہ حرم ہے۔ اس کی حدود میں شکار نہیں کیا جائے گا، لڑائی وغیرہ نہیں کی جائے گی، جانوروں کو بھگایا نہیں جائے گا وغیرہ سمیت جو کچھ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں واضع کر دیا وہ سب کچھ مدینہ میں نہیں کیا جائے گا۔ اس کی تفصیل ہماری صلاۃ کے موضوع پر کتاب میں آئے گی۔ان شاءاللہ

مدینہ میں دجّال اور مسیح کا داخل نہ ہونے کی وجہ

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں داخل ہوں گے مدینہ میں مسیح اور طاعون۔ بخاری و موطا

مدینہ کہتے ہیں ایسی بستی کو جہاں مکمل طور پر اللہ کا دین قائم ہو اور اس کے برعکس جہاں اللہ کا دین قائم نہ ہو وہ بستی قریٰ کہلاتی ہے۔

طاعون ہر اس بیماری کو کہا جاتا ہے جو فطرت کے علاوہ ہو یعنی بخار کے علاوہ۔ بخار کے علاوہ ہر بیماری عربی میں طاعون کہلاتی ہے۔

حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کی ترتیب غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ جیسے کہ مسیح کا لفظ پہلے آیا ہے اور طاعون کا لفظ بعد میں آیا ہے۔ اس ترتیب میں کیا اہم پیغام ہے اس کی ہمیں آگے سمجھ آئے گی۔ پہلے ہمیں مسیح یعنی دجال اور طاعون کو سمجھنا ہوگا۔

جیسا کہ ہم نے جان لیا کہ طاعون ہر وہ بیماری کہلاتی ہے جو انسان کے جسم میں قائم توازن میں خسارے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسان کے جسم کے تمام اعضاء کو احسن خلق کر کے جس مقصد کے لیے انہیں خلق کیا اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے انہیں ان کے مقام پر لگا دیا جس سے ایک توازن وضع ہوا۔ یہ توازن تب تک قائم رہے گا جب تک تمام اعضاء اپنے اپنے مقام پر رہیں گیا ور اپنی اپنی ذمہ داری کو بلکل ٹھیک سے ادا کرتے رہیں گے۔ اور تمام کے تمام اعضاء تب تک اپنے اپنے مقام پر رہ کر اپنی اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہیں گے جب تک کہ ان کی ضروریات انہیں بلکل اسی طرح اور ویسی ہی ملتی رہیں جو اللہ سبحان وتعالیٰ نے ان کے لیے خلق کر دیں اور جس طریقے سے خلق کیں۔ اگر سب کچھ اسی طرح فطرت پر رہے گا تو انسان کے جسم میں قائم میزان میں کوئی خسارہ نہیں ہوگا یعنی اس توازن میں کوئی بگاڑ نہیں ہوگا جسے ہم

بیماری کا نام دیتے ہیں۔سوائے اس کے انسانی جسم میں قوت کی زیادتی سے اس کا درجہ حرارت کبھی کبھار بڑھ نہ جائے جسے بخار کہتے ہیں۔اور بخار انسان کے لیے بہت ہی مفید ہوتا ہے اس سے انسانی جسم میں ایسے جراثیم جو نقصان دہ ہوتے ہیں ان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے بخار کو رحمہ کہا۔رحمہ کہتے ہیں حفاظت کرنا یا محفوظ کر دینا۔بخار انسان کو ان جراثیموں کی وجہ سے لاحق ہونے والی بیماریوں سے محفوظ کر دیتا ہے جراثیموں کو قتل کر کے۔

اب جب ایک بستی جس میں اللہ کا دین قائم ہوگا تو وہ ہر لحاظ سے فطرت پر ہوگی اس میں سب کچھ طیب ہوگا تو پھر ظاہر ہے جب سب کچھ فطرت پر ہوگا تو پھر بخار کے علاوہ کسی بھی بیماری کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا۔اور اس کے برعکس ایسی بستی جہاں اللہ کا دین قائم نہ ہو جسے عربی میں قریٰ کہتے ہیں اللہ کی نافرمان یا اللہ سے بغاوت کرنے والوں کی رہائش گاہیں۔میں سب کچھ یا زیادہ تر خبیث ہوگا جس سے انسانی جسم میں تمام اعضاء کو مہیا ہونے والی ضروریات کا میعار ناقص ہوگا تو وہ اعضاء اپنے اپنے مقام سے ہٹ جائیں گے جسے عربی میں فساد کہتے ہیں جس کے نتیجے میں انسانی جسم میں قائم میزان میں بگاڑ ہوگا اس بگاڑ کی وجہ سے ظاہر ہونے والی تباہی کو ہم بیماریوں کا نام دیتے ہیں۔بخار کے علاوہ تمام کی تمام بیماریاں عربی میں طاعون کہلاتی ہیں۔

اس سے بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ مسیح الدجال کیا ہے اور اس کا فتنہ کیا۔وہ اسی بستی میں داخل ہوگا جہاں اللہ کا دین قائم نہ ہو ان کو گمراہ کر کے اللہ کی مخلوقات میں چھیڑ چھاڑ پر آمادہ کرے گا جس سے کوئی بھی شئے خالص نہیں رہے گی یعنی فطرت پر اور طیب نہیں رہے گی اور ایسے رزق کو اختیار کرنے والوں کے اجسام میں اللہ کا قائم کردہ توازن بگڑ جائے گا جس کا نقصان طرح طرح کی لاتعداد بیماریوں کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

جس بستی میں مسیح الدجال داخل نہیں ہوگا وہاں بخار کے علاوہ اور کوئی بیماری بھی داخل نہیں ہو سکتی اور دجال صرف اور صرف اسی بستی میں یا ان بستیوں میں داخل نہیں ہو سکتا جن میں اللہ کا دین قائم ہو۔جنہیں عربی میں مدینہ کہتے ہیں اور اس کے برعکس دجال ہر اس بستی میں داخل ہوگا جس میں اللہ کا دین قائم نہ ہو جسے عربی میں قریۃ کہتے ہیں۔اور جس قریۃ میں اللہ کا دین قائم کر دیا جائے تو وہ مدینہ بن جائے گی اور دجال وہاں سے بھاگ جائے گا۔

دنیا میں اس وقت اکثریت مدینہ سے مراد سعودی عرب کی قریۃ جسے مدینۃ المنورۃ کے نام سے جانا جاتا ہے وہ مراد لیتے ہیں یہ بلکل غلط ہے اس کا نام یثرب تھا اور ہے وہ قریۃ تھی اور ہے لیکن جب اللہ کے نبی ﷺ نے وہاں ہجرت کر کے وہاں اللہ کا دین قائم کر دیا تو وہ قریۃ سے مدینہ میں تبدیل ہو گئی لیکن نام اس کا تب بھی یثرب ہی رہا اور پھر بعد میں یثرب دوبارہ قریۃ بن گیا اور آج تک وہ قریٰ ہی ہے تب تک رہے گی جب تک کہ دوبارہ اس میں اللہ کے دین کو قائم نہیں کر دیا جاتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔

قرآن کہتا ہے کہ تمام کہ تمام انبیاء نے اپنی قوموں کو ٹیکنالوجی سے ڈرایا جس کے سبب ان پر تباہی آئی۔

دجال کانا ہے اور اللہ کانا نہیں۔تو کیا نعوذ باللہ اللہ سبحان وتعالیٰ کی ایسے ہی آنکھیں ہیں جیسے ہماری یعنی انسانوں کی آنکھیں ہوتی ہیں۔استغفر اللہ، سبحان اللہ۔

اس کا مطلب ہے کہ دجال عیب دار ہوگا یعنی اللہ کے مقابلے پر وہ اللہ کے کام کرے گا اور اس کے تمام کاموں میں عیب ہوں گے یہی اس کی پہچان ہے۔ ہر وہ شئے جو عیب دار ہوگی، جس میں نقص ہوگا، خامی ہوگی وہ دجال کی ہی ہوگی۔اور جس میں صرف حمد ہوگی وہ اللہ کی طرف سے ہوگی کیونکہ اللہ سبحان ہے وہ عیب دار خلق نہیں کرتا۔ یہ ہے دجال کا کانا ہونا۔دجال بلکل کھلم کھلا ٹیکنالوجی کا نام ہے نہ کہ کسی اور شئے کا نام۔رہی بات قید ہونے کی تو ٹیکنالوجی کا علم مفسد جنات کے پاس ہے جنہیں ذالقرنین سلیمان علیہ السلام نے قید کیا تھا۔ان کا علم ہی جب عمل میں آئے گا تو وہ دجال ہوگا یعنی جنات اپنے اس علم کو انسانوں کے ہی ذریعے عمل میں لائیں گے جس سے ٹیکنالوجی وجود میں ائے گی جو کہ دجال ہوگا۔اور یہ دجال حقیقت میں علم کی شکل میں جنات کی صورت میں قید تھا۔

جب یہ جنات آزاد ہوئے تو یہ یاجوج تھے جو آزاد ہوئے ان کے آزاد ہونے سے ماجوج بھی آزاد ہو گئے یعنی پہلے مفسد انسانوں کے پاس علم نہیں تھا کہ وہ ایسے کام کر سکتے وہ ایک ایسے حصار میں قید تھے جہاں یہ علم موجود نہیں تھا ان جنات کی آزادی سے وہ اس حصار سے آزاد ہو گئے۔ جنات سے حاصل ہونے والے علم کو عمل میں لا کر فساد برپا کیا۔ یہ ٹیکنالوجی یعنی دجال خلق کیا۔دجال کے حکم سے زمین کے خزانوں کا نکلنا۔آج یہ سب ٹیکنالوجی سے ہی تو ممکن ہوا ہے۔

سلسہ ادراک وقتل دجال باب لد سے کی کتاب ''دجال، فتنہ دجال، یاجوج اور ماجوج'' کا تیسرا حصہ مکمل ہوا لہذا حصہ چہارم کا مطالعہ کریں۔ کتاب اس سے آگے حصہ چہارم سے شروع ہوتے ہے۔

اس کتاب کا کسی بھی زبان میں ترجمہ کروا کر شائع کرنا یا کسی بھی صورت حسب استطاعت اس کو جہاں تک ممکن ہو سکے انسانوں تک پہنچانا ہر مومن پر فرض ہے تا کہ آپ کے ذریعے جن تک یہ پیغام پہنچ جائے گا اللہ سبحان وتعالیٰ کے نزدیک یا تو وہ ایمان لے آئیں گے یا پھر ان پر حجت پوری ہو جائے گی۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

دجال، فتنہ دجال یاجوج اور ماجوج

الانفال

علیٰ منہاج النبوۃ

ادارہ نشرو اشاعت" الانفال میڈیا سنٹر" الخلافۃ الاسلامیۃ علیٰ منہاج النبوۃ